اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (القرآن)

مناقبُ الخلفاءِ الراشدین

مع

عقائدِ العلماءِ الربانیین



جلد اول

تصنیف لطیف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد

اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

سابقین اور لبہ والے ص 33

عشق، دعا، افضحہ ص 81

عشق کی تکمیل ص 85

ہدیۂ مبارکہ

برائے

استاذ الاساتذہ، استاذ العلماء، عمدۃ المحققین

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور

منجانب

خادم العلماء والمشائخ

نذیر احمد سیالوی عفی اللہ عنہ

اس کتاب میں سید عبد القادر شاہ صاحب کی ''زبدۃ التحقیق'' اور کچھ قاری ظہور احمد فیضی کی دھاندلی کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے۔

اس کا مطالعہ فرمانے کے بعد اگر آپ اس کو مسلکِ اہلسنت کی حقیقی ترجمان پائیں تو اپنے تاثرات ارسال فرمائیں اور اپنے تلامذہ وحلقۂ احباب کو پڑھنے کی ترغیب اور اسکی اہمیت سے آگاہ فرمائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (القرآن)

مناقبُ الخلفاءِ الراشدین
مع
عقائدِ العلماءِ الربانیین

(جلد اول)

تصنیف لطیف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد

اہل السنہ پبلی کیشنز۔ دینہ ضلع جہلم

نام کتاب مناقبُ الخلفاءِ الراشدین مع عقائدِ العلماءِ الربانیین
(جلد اول)

مصنف شیخ الحدیث علامہ نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیۃ

کمپوزنگ محمد ریاض احمد سعیدی

ناشر مکتبہ اہل السنۃ پبلی کیشنز، دینہ (جہلم)

اشاعت اگست 2017ء

تعداد 1100

قیمت 500 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل السنۃ پبلی کیشنز گلی شاندار بیکرز منگلا روڈ دینہ (جہلم)
0321-7641096,0333-5833360,0544-630177

جامعہ محمدیہ معینیہ 214 رب ڈھڈی والا شرقی عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ۔ فیصل آباد سٹی
041-8544971،0300-8092933

ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کے اکثر و بیشتر مکتبوں پر دستیاب ہوگی
اس لیے پہلے اپنے قریبی مکتبہ سے رابطہ کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

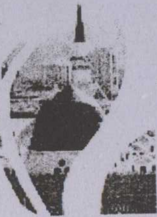
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَآلِهِ وَسَلَّمَ



اللهم صل على محمد وآل محمد



اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ
وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

ہدیۂ عقیدت

بارگاہ حضرات خلفائے راشدین مہدیین

امیر المؤمنین امام المتقین والصدیقین ابوبکر الصدیق

عبداللہ بن ابی قحافۃ عثمان بن عامر رضی اللہ عنہما خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وامیر المؤمنین امام المتقین والعادلین ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سیدا کھول اھل الجنۃ وشبابھا من الاولین والآخرین

بعد النبیین والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین

وامیر المؤمنین امام المتقین والمتصدقین ابوعبداللہ عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

وامیر المؤمنین امام المتقین والواصلین ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

وامیر المؤمنین امام المتقین ابومحمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وریحانتہ

بتوسل حجۃ الواصلین برہان الکاملین شمس العارفین

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

وسیدی وسندی وشیخی شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

بامید شفاعت روزِ جزا

گر قبول افتد زہے عز وشرف

فقیر نذیر احمد سیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنہ

مناقب الخلفاء الراشدین مع عقائد العلماء الربانیین

فہرست (جلد اول)

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

سخن اوّلین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیہم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

بندۂ مؤمن پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام اسے نعمت ایمان سے مشرف فرمانا ہے۔ اس لیے ایمان کی حفاظت سب سے ضروری امر ہے۔ اور کامل فوز وفلاح کے لیے عقیدہ اور عمل کی درستگی لازم ہے جبکہ عقیدہ صحیح ہونا عمل سے بھی اہم ہے اور صرف سنیت ہی عقیدہ وعمل کی صحت کی ضمانت ہے اور سنیت "ما انا علیہ واصحابی" سے عبارت ہے۔

اور حقیقی سنیت پر ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کے بغیر ناممکن ہے اس لیے کہ اس پُرفتن دَور میں کچھ لوگوں نے قطعیاتِ اسلام کے خلاف عقائد کو بھی سنیت قرار دیا ہے حالانکہ وہ عقائد سراسر ضلالت اور گمراہی ہیں جبکہ ہر صاحبِ عقل سلیم بخوبی جانتا ہے کہ بدعت اور گمراہی کا نام سنیت رکھنے سے وہ سنیت نہیں بن جائے گی۔ تاہم عامۃ المسلمین کے لیے ایسی صورتِ حال سخت خطرناک ہے اور اسلام کے ساتھ غداری بھی ہے اس لیے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے ایسے نظریات و عقائد کی نشاندہی کرنا اور ان کے مقابل حقیقی اسلامی عقائد بیان کرنا ایک اہم فریضہ ہے تاکہ اہل اسلام گمراہی میں واقع ہونے سے بچ سکیں اور جو مبتلا ہو چکے ہیں وہ توبہ کر کے سچی اور حقیقی سنیت اختیار کرسکیں۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: حضرات اہل بیت وغیر اہل بیت جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تمام عظمتوں کو تسلیم کرنا اور تمام کا احترام کرنا مذہب اہل سنت میں لازم اور ضروری ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ان کے مرتبہ ومقام کے خلاف کسی کے بارے میں بھی افراط یا تفریط کی رخصت ہرگز نہیں ہے جبکہ بعض لوگ محض خواہش نفس کی پیروی کو بھی سنیت کا حصہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے خلافِ شرع عقائد ونظریات کی تبلیغ شروع کر رکھی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

(الف)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جملہ صفاتِ الٰہیہ کے جامع ہیں ان میں تمام صفات الٰہیہ موجود ہیں۔جبکہ یہ نظریہ ضروریاتِ دین اور قطعیات اسلام کے خلاف ہے جس کی سنگینی دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی مخفی نہیں ہے۔

(ب)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کریم سے افضل ہیں اور ایسے ہی حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی جملہ اولاد بھی قرآن کریم سے افضل ہے۔جبکہ اسلام میں اس نظریہ کی گنجائش بھی قطعاً نہیں ہے اور یہ سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔

(ج)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی باقی تمام امت پر افضلیت قطعیاتِ اسلام سے ہے۔قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اجماع اُمت بھی ہے لیکن ان لوگوں نے بنو ہاشم کو ماسوائے

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پوری انسانیت سے افضل قرار دیا ہے اوران کے نزدیک ہر فاطمی تو درکنار قیامت تک ہونے والا ہر ہاشمی خواہ وہ علم وعمل کے میدان میں تہی دامن اورصفر ہی کیوں نہ ہووہ بھی حضرت ابوبکرصدیق وحضرت فاروق اعظم و جملہ غیر ہاشمی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔جبکہ یہ نظریہ اورعقیدہ قطعیاتِ اسلام کے خلاف ہے جس کی اسلام میں گنجائش قطعاً نہیں ہے۔

(د)

حضرات شیخین کریمین سیدنا ابوبکرصدیق وسیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کی حقانیت، قطعیاتِ اسلام سے ہے۔قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ اوراحادیث نبویہ کثیرہ سے ثابت ہے اوراس پراجماعِ صحابہ کرام بھی ہے جس کے انکار کی اسلام میں گنجائش قطعاً نہیں ہے۔جبکہ ان لوگوں کے نزدیک خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار سنیت کے منافی نہیں ہے حتی کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کوخلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا منکر قرار دیا ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ

(ھ)

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت، قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اوراس پر حضرات صحابہ کرام ومن بعدھم تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔اورحضرات صحابہ کرام ومن بعدھم اسلاف کرام کے نزدیک یہ افضلیت قطعی ہے جس کے انکار کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔اگرچہ بعض متاخرین

کو اس کی قطعیت میں کچھ شکوک وشبہات لاحق ہوئے ہیں تاہم اصل تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور اس کا انکار باجماع اہل سنت بدعت وگمراہی اور تشیع ہے۔

جبکہ ان لوگوں کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار اور افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنا عین سنیت ہے بلکہ افضلیتِ علی دراصل عقیدہ ہی اہل سنت کا ہے اس لیے کہ جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ اربعہ افضلیت علی کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور ان لوگوں نے مسئلہ افضلیت میں ایسی غلط بیانی کی ہے کہ اس مسئلہ میں اس سے قبل چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی حتی کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہونے پر جن اسلاف کرام کی تصریحات موجود ہیں انہیں بھی افضلیت کا منکر بتایا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(و)

بعض لوگوں نے حضرات خلفاء ثلاثہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم اور سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو صرف خلافت ظاہری اور اسلام کا سیاسی منصب اور عوام کے چناؤ کا مرہونِ منت قرار دیا ہے اور اس کا دائرہ صرف زمین کی حد تک محدود بتایا ہے اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافتِ باطنی اور خالصتاً روحانی منصب اور محض اللہ تعالیٰ کے چناؤ کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اس کا دائرہ فرش زمین سے عرش عظیم تک وسیع بتایا ہے۔ جبکہ خلافتِ نبوت کے بارے میں ایسی تقسیم والے نظریہ کی بھی سنیت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

(ز)

بعض لوگوں نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو صرف بحیثیت خلیفہ راشد افضل تسلیم کیا ہے اور پھر اس میں بھی اہل سنت کے اکابر و اصاغر کا اختلاف بتایا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد بھی مذہب جمہور بتایا ہے اور پھر اس کا بھی انکار کر دیا۔ جبکہ صرف بحیثیت خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق یا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل تسلیم کرنا اور روحانی مرتبہ و مقام کے اعتبار سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھنے کی گنجائش مذہبِ اہل سنت میں ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ سراسر بدعت اور گمراہی اور تشیع ہے۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما جیسے بحیثیت خلیفۂ راشد افضل ہیں بلا شبہ روحانی مرتبہ و مقام اور عنداللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور قرب و وجاہت میں بھی افضل اور ارفع و اعلیٰ ہیں۔

ضروری تنبیہ:

ان لوگوں نے تحقیق کے نام پر غلط بیانی اور علمی خیانتوں کی انتہاء کر دی ہے ان کی تحقیق کی حقیقی صورتحال بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے اور اس کتاب میں دلائل قاہرہ کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرات صحابہ کرام و من بعدھم تمام اہل سنت کا اجماع ہے اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت مذہبِ جمہور ہے اور حضرات صحابہ کرام و من بعدھم اسلاف کرام کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے۔ و للہ الحمد

(ح)

تمام حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت اور حسنِ عقیدت اور ان کا احترام قرآن کریم وسنت مبارکہ کی روشنی میں لازم اور ضروری ہے اس لیے کہ یہ ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت سے ہے۔ اور کسی بھی صحابی سے بغض اور اس کی بے ادبی اور گستاخی سراسر گمراہی ہے جس کی سنیت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ جبکہ بعض لوگوں کے سینوں میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بغض بھرا ہے اور ان صحابہ کرام کی گستاخی اور بے ادبی ان لوگوں کا معمول ہے اور ان صحابہ کرام کے گستاخ لوگ مزید تیار کرنے کی انہوں نے مہم جاری کر رکھی ہے۔ اس کے باوجود سینہ زوری سے اپنی سنیت منوانے پر بھی بضد ہیں۔ کیسی سنیت ہے جس میں ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔

تو فقیر راقم الحروف نے صرف دلائل حقہ کی زبان میں ایسے لوگوں کو دعوت حق دینے اور ان پر اتمام حجت اور ان کی و دیگر اہل اسلام عوام الناس کی خیر خواہی کے لیے صراط مستقیم، حقیقی مذہب اہل سنت، قرآن وحدیث اور علمائے ربانیین کے عقائد کی صورت میں سپرد قلم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ بجاہِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقیر کی اس سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اہل اسلام کے لیے نفع بخش بنائے۔ فقیر اور جملہ اہل سنت کو سنیت پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر دنیا سے اُٹھائے۔ آمین رب العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ① الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ② مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ③ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ④ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ⑤ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ⑦ آمین

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ و الصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیھم وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین لاسیما علی افضلھم بالتحقیق امیر المؤمنین و امام المتقین ابی بکر الصدیق الاکبر و امیر المؤمنین و امام المتقین عمر بن الخطاب الفاروق الاعظم و امیر المؤمنین و امام المتقین ذی النورین عثمان بن عفان و امیر المؤمنین و امام المتقین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی خیار امت ہیں:

اللہ رب العزت جل وعلا کا بے حد احسان اور کمالِ کرم ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو پیدا فرما کر اسے ابدی سعادتوں سے مالا مال کرنے اور اپنی بارگاہ کا قرب بخشنے کے لیے اس کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مربوط سلسلہ قائم فرمایا، جو دین حق کے ساتھ دنیا میں جلوہ گر ہوتے رہے۔ پھر ان نفوس قدسیہ اور دین حق کی نصرت کے لیے خوش نصیب لوگ منتخب فرمائے تاکہ وہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات وعادات سے آراستہ

ہوکران کی نیابت میں خلق خدا کی ہدایت وارشاد کا عظیم فریضہ سرانجام دیں اوراس کی فوز وفلاح کا سامان کریں۔

اور حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ سلسلہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر انتہاء پذیر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین کی شان سے موصوف ومتصف ہوکر مبعوث فرمائے گئے۔

چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد تا قیامت کسی نئے نبی اور رسول کے آنے کا امکان بھی باقی نہیں اور آپ کی شریعت مقدسہ تمام شرائع کے لئے ناسخ ہے اور آپ کا دین قیامت تک تمام جن وانس کے لیے واجب الاتباع ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور دین متین کی نصرت وحمایت اور تبلیغ کے لئے ایسے افراد واشخاص منتخب فرمائے جو بہترین لوگ تھے انہیں تاجدارِ انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر سایہ رکھ کر آیات الٰہیہ کی تلاوت اور کتاب وحکمت کی تعلیم اوران کے ظاہر وباطن کے تزکیہ کا اہتمام فرمایا۔

آیات قرآنیہ کی روشنی میں اس حقیقت کی تصدیق:

قرآن کریم نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

(سورہ ال عمران، آیت نمبر 164)

وہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (آل عمران)

اور انہیں اپنی اور اپنے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار فرما کر

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 165)

کا اولین مصداق ٹھہرایا۔

تقویٰ اور پرہیزگاری کا کلمہ انہیں لازم فرما کر

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ

(سورۃ الفتح آیت نمبر 26)

کے ساتھ اس انعام کا اعلان واظہار فرمایا۔

اور انکے ایمان کو معیارِ ایمان قرار دیا کہ ایمان ویسا ہی قبول ہوگا جیسا ان کا ہے

''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج''

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 137)

اس کی تصدیق اور شہادت کی برہان ہے۔

اور انہیں نفاق جیسی قلبی امراض سے محفوظ رکھا اور اخلاص کے مراتب عالیہ پر فائز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لیے انہوں نے مال واسباب وطن عزیز اور اعزہ واقرباء بلکہ اپنی جانوں تک کی قربانی سے بھی گریز نہیں کیا اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (الانفال آیت نمبر 4)

(یہی لوگ سچے مومن ہیں) کا تاج ان کے سروں پر سجایا گیا۔

اور اپنے رب کریم جل وعلا کی طرف سے ہدایت پر ہونے کی وجہ سے دارین میں کامیاب قرار دیئے گئے،

أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

(البقرۃ آیت نمبر 5)

وہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور وہی فلاح پانے والے

ہیں،

کا اولین مصداق وہی نفوس قدسیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا عظیم بنا دیا کہ صرف انہیں کے لئے ہی نہیں بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے لیے بھی اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۔ (التوبۃ آیت نمبر 100)

اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

میں اسی اعزاز کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اور

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ ۔ (الفتح آیت نمبر 29)

میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے بیان کے ساتھ انہی نفوس قدسیہ کی صفات حمیدہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ (المائدہ آیت نمبر 3)

کے نزول کے وقت وہی نفوس قدسیہ بالفعل موجود اور مخاطب تھے جن کے لیے اکمالِ دین اور اتمام نعمت اور اسلام بطورِ دین پسند کرنے کا اعلان فرمایا گیا اور باقی امت کے لئے یہ اعزاز بعد میں ہے۔

اور وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (النساء) لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال) لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (الحجرات) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (التوبہ)

یہ بشارات انہی کو سنائی گئی ہیں۔اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ (الحجرات آیت نمبر 15)

میں انہیں کی سچائی کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

(البقرۃ آیت نمبر 143)

اور

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران آیت نمبر 110)

کا اولین مصداق اور سب سے پہلے ان شانوں سے موصوف ومتصف وہی خوش نصیب ہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ (التوبۃ، الصّف)

میں دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ الٰہیہ جو فرمایا گیا ہے

اس کو اس طرح پورا فرمایا کہ انہیں نفوس قدسیہ کو دین متین کا سچا جان نثار بنا دیا اور انہوں نے دین اسلام کی حمایت وحفاظت اور تبلیغ واشاعت میں نیابتِ رسول کریم ﷺ کا حق ادا کر دیا کہ ایسا شاندار کردار ادا کیا جو کسی بھی نبی ﷺ کے خلفاء اور نائبین سے نہ ہو سکا۔ اور حکمت خداوندی کے مطابق ایسا ہونا بھی ایک لازمی امر تھا اس لیے کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی بعثت مقدسہ کے بعد کسی کے لیے اعطاء نبوت کا امکان بھی باقی نہیں ہے تو کتاب الٰہی اور ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کما حقہ حفاظت اور غلبہ دین متین کی سعادت کا اعزاز حضور نبی کریم ﷺ کے انہی سچے جان نثاروں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو عطا کرنا منشأ الٰہی تھا۔

ان نفوس قدسیہ کی عظمت پر قربان جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور رسول اکرم ﷺ کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان گھوڑوں کی بھی قرآن کریم میں قسم فرمائی ہے جنہیں جہاد فی سبیل اللہ میں ان قدسی صفات مقربین کی سواری بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا۔

(العادیات، آیت نمبر 1۔2۔3)

شرفِ صحابیت کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ علمائے حق کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ میں جس خوش نصیب کو حالت ایمان میں آپ ﷺ کے رخِ زیبا پر ایک نظر یا ایک لمحہ آپ کی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی (اور پھر ایمان پر ہی خاتمہ ہوا) اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں وہ مرتبہ ومقام اور عزت وکرامت عطا کردی گئی جو دوسروں کو ہزاروں سال عبادت وریاضت سے بھی نصیب نہیں ہوسکتی اس لیے کوئی ولی، غوث، قطب، ابدال، حتی کہ غوثیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہی کیوں نہ ہو وہ اس صحابیٔ رسول ﷺ کے مرتبہ ومقام کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(اور جس شخص نے اس نظریہ اور عقیدہ کے خلاف موقف اختیار کیا وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔) پھر جن خوش نصیبوں کو سالہا سال دربار رسالت کی حاضری نصیب ہوئی اور سفر وحضر میں آپ ﷺ کی رفاقت اور معیت میں اشاعتِ اسلام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کی سعادت میسر آئی ان کی عظمت کا اندازہ کیسے لگایا جاسکتا ہے۔

بالخصوص وہ نفوس قدسیہ جنہیں حضور سید المرسلین ﷺ کی نیابت تامہ اور خلافتِ نبوت کا اعزاز حاصل ہوا اور انہوں نے اشاعتِ اسلام میں بے مثال خدمات سرانجام دیں، جہاں قیصر وکسریٰ کا راج تھا وہاں بھی اسلامی پرچم لہرایا اور جو جہان کفر کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا وہ اسلام کے انوار وتجلیات سے جگمگانے لگا اور لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں لوگوں کے نعمت ایمان سے مالا مال ہونے کا ذریعہ اور سبب بنے اس لیے کہ بعد والی ساری امت پر ان حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا احسانِ عظیم ہے۔ انہیں کی وساطت سے قرآن وحدیث جیسے انعامات الٰہیہ سے امت مسلمہ مستفید ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی اور ارشادات وآثار صحابہ کرام سے ہدایت اور راہنمائی ایک الگ انعام ہے۔

اللہ تعالیٰ اور حضور سید المرسلین ﷺ کے معاملہ میں ان نفوس قدسیہ کے

کمالِ اخلاص اور صحبتِ رسول کریم ﷺ کی برکت سے انہیں وہ اعزازات نصیب ہوئے جو کسی کو میسر نہیں ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیہم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

ارشادات نبویہ کی روشنی میں حقیقت مذکورہ کی تصدیق:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اُمت مسلمہ کے سب سے بہترین لوگ قرار دیا ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خیر امتی قرنی الحدیث۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص 553)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے (سب سے) بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ (حضرات صحابہ کرم رضی اللہ عنہم) ہیں۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: خیر الناس قرنی، الحدیث (صحیح البخاری 515/1)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں سے بہترین اور افضل میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اکرموا اصحابی فانھم خیارکم، الحدیث۔ (مشکوٰۃ، ص 554)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے اصحاب کی تعظیم کرو اس لیے کہ بیشک وہ تمہارے بہترین لوگ ہیں

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تسبوا اصحابی فلو ان احد کم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم و لا نصیفه۔

(متفق علیہ، مشکوۃ، ص 553)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا بھلا نہ کہو اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد پہاڑ کے برابر سونا (فی سبیل اللہ) خرچ کرے تو ان کے ایک مد (تقریباً ایک کلو) کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔ (متفق علیہ)

فائدہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہ الٰہی میں ایسے مقبول ہیں کہ ان کا آدھا کلو غلہ صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام اور درجہ رکھتا ہے کہ دوسرے مسلمان اگر اُحد پہاڑ کے برابر (لاکھوں ٹن) سونا بھی فی سبیل اللہ خرچ کر دیں تو انہیں عند اللہ تعالیٰ وہ مرتبہ اور مقام اور عزت و کرامت حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور حضرات سابقین اولین صحابہ کرام تو وہ عظیم المرتبت نفوس قدسیہ ہیں کہ بعد والے صحابہ کرام کا بھی اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنا ان کے نصفِ مُد غلہ کے برابر نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ باقی اُمت کا صدقہ اسکی برابری کر سکے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: لا تمس النار مسلما رأنی اور اٰی من رأنی۔ (جامع الترمذی 225/2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

دوزخ کی آگ اس (خوش نصیب) مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے میری زیارت کی یا جس نے میری زیارت سے مشرف ہونے والے کی زیارت کی۔

(جامع الترمذی)

عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم و من اذاھم فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللہ و من اٰذی اللہ یوشك ان یاخذہ۔ (جامع الترمذی 225/2)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنا لینا۔ پس جس شخص نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے (دراصل) میرے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ایذا پہنچائی تو اس نے مجھے ضرور ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو ضرور ایذا پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے۔ (جامع الترمذی)

اخرج الدیلمی عن انس اذا اراد اللہ برجل من امتی خیرا القی حب

اصحابی فی قلبہ۔ (صواعق محرقہ، ص5)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ میری امت میں سے کسی شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔

ایک اہم وضاحت اور نصیحت:

بلا شبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجات متفاوت ہیں لیکن شرفِ صحابیت کے حوالے سے قرآن وحدیث میں مذکور کرامات و اعزازات میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شریک ہیں خواہ وہ نفوس قدسیہ اہل بیت اطہار سے ہوں یا ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام ہوں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ نیز اہل سنت و جماعت کی کتب عقائد سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ باجماع اہل سنت و جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حسنِ عقیدت اور محبت سنی ہونے کے لئے لازم اور ضروری ہے۔

کسی بھی صحابیِٔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت دل میں کدورت اور بغض رکھنے کی مذہب مہذب اہل سنت و جماعت میں ہرگز گنجائش نہیں ہے چہ جائیکہ زبان سے بے ادبی اور گستاخی کی جائے۔

سنیت، لوہے کی زنجیر کا نام نہیں ہے کہ بیشک قرآن وحدیث کے خلاف بھی نظریہ اپنا لیا جائے تو وہ زنجیر نہیں ٹوٹے گی۔ اور نہ ہی سنیت مومی تصویر کا نام ہے کہ

جیسے چاہیں اپنی پسند کے مطابق اسے تبدیل کرتے رہیں۔

سنیت تو "ماانا علیہ واصحابی" یعنی قرآن وحدیث کی حقیقی اتباع کا نام ہے۔اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف موقف اختیار کرنے کی سنیت میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے سب پر لازم اور ضروری ہے کہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

پر عمل کریں اور

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

کو مضبوطی سے تھام لیں اور اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اختلافات ختم کریں اور تمام عقائدِ اہل سنت و جماعت کو لازم پکڑیں، اہل اسلام کے لئے اتحاد واتفاق نہایت ہی ضروری ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مراتب ودرجات متفاوت ہیں:

اگرچہ شرفِ صحبت کے حوالے سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جو عزت وکرامت اور عظمت، قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے اس میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شریک ہیں لیکن شرف صحبت کے ساتھ دیگر صفات وخصال کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کے عند اللہ تعالیٰ مراتب ودرجات متفاوت اور مختلف ہیں۔

قرآن کریم میں اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔ (الحدید آیت نمبر 10)

''اس میں بتایا گیا ہے کہ تم میں سے جن خوش نصیبوں کو فتح مکہ مکرمہ سے پہلے حمایتِ اسلام کے لیے اپنے مال خرچ کرنے اور قتال کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے ان کا درجہ اور مقام ان حضرات کی نسبت بہت عظیم ہے جنہیں فتح مکہ کے بعد یہ سعادت میسر آئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔''

اس آیت مقدسہ سے خوب واضح ہے کہ فتح مکہ سے پہلے حمایت اسلام اور اشاعت دین حق کے لیے مذکورہ خدمات سرانجام دینے والے صحابہ کرام عند اللہ تعالیٰ

درجہ اور مرتبہ میں بعد والے حضرات سے اعظم اور ارفع ہیں۔

پھر فتح مکہ سے پہلے قتال و جہاد اور مال خرچ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی برابر نہیں ہیں بلکہ ان کے مراتب بھی مختلف ہیں۔ البتہ اس امر پر اہل سنت و جماعت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم دوسرے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور جو عزت و کرامت و وجاہت اور مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ نہ ہی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے کسی کو عطا ہوا ہے اور نہ ہی پہلی اُمتوں میں سے کسی کو، لہٰذا حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ نفوس قدسیہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

سیدنا ابو بکر الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین وامام المتقین ابو بکر الصدیق عبداللہ بن ابی قحافۃ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ، القرشی التیمی رضی اللہ عنہما۔ مرۃ میں جا کر آپ کا سلسلۂ نسب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص27)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب ومحاسن اس کثرت سے ہیں کہ ائمۂ اعلام نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔ آپ کے ذکر خیر سے برکات حاصل کرنے کے لیے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے کچھ فضائل و مناقب سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے دور میں بھی اپنی ذاتی خوبیوں اور محاسن کے باعث معاشرہ میں نہایت قابل اعتماد اور معزز ومحترم اور قد آور شخصیت تھی اسی لیے قریش نے دیت اور غرامت وتاوان کے فیصلوں کا اہم عہدہ آپ ہی کو سونپا ہوا تھا۔

آپ کے محاسن کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مظہر اور آپ کا کامل عکس بنا دیا تھا حتی کہ وحی جلی کے نزول کے آغاز پر سیدہ طیبہ طاہرہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات گنوائی ہیں، ''انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق۔ (صحیح البخاری 3/1)

''بیشک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جو چیز

لوگوں کے پاس نہیں ہے وہ انہیں حاصل کر کے دیتے ہیں اور آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثات میں حق کی مدد کرتے ہیں۔''

تو بعینہ یہی صفات ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گنوائی ہیں جبکہ مکی دور میں قریش کے مظالم سے تنگ آ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے تھے تو برک الغماد کے مقام پر ابن دغنہ سید القارۃ کی آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ سے کہنے لگا۔

''ان مثلك لا يخرج ولا يخرج فانك تكسب المعدوم و تصل الرحم و تحمل الكل و تقری الضيف و تعين على نوائب الحق''۔

(صحیح البخاری 307/1)

''بیشک آپ جیسے آدمی کو (اپنے وطن سے) نہ (خود) جانا چاہیے اور نہ ہی وطن اور شہر چھوڑنے پر مجبور کیا جانا چاہیے اس لیے کہ جو چیز لوگوں کے پاس نہیں ہے آپ وہ انہیں حاصل کر کے دیتے ہیں اور آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثات میں حق کی مدد کرتے ہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ صفات حمیدہ مشہور و معروف تھیں اسی لیے تو رئیس قارۃ نے آپ کو ان صفات کے ساتھ مخاطب کیا تھا۔ اس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کی ذات اقدس حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کا آئینہ اور کامل پرتو تھی۔

اخرج ابن عساکر بسند صحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا: واللہ ما

قال ابوبکر شعرا فی جاهلیة ولا اسلام ولقد ترک هو وعثمان شرب الخمر فی الجاهلیة۔ واخرج ابونعیم بسند جید عنها ،قالت: لقد کان حرم ابوبکر الخمر علی نفسه فی الجاهلیة۔ (تاریخ الخلفاء،ص31،32)

ابن عساکر نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: کہ بخدا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شعر نہیں کہا، نہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما نے جاہلیت میں (بھی) شراب پینا (سرے سے ہی) ترک کیا ہوا تھا۔

اور ابونعیم نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت (قبل از بعثت کے دور) میں ہی اپنی ذات پر شراب حرام کی ہوئی تھی۔''

شراب سے کلی طور پر اجتناب کرنے کی وجہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور وہ ہے اپنی عزت وناموس اور مروت کی حفاظت۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبل از بعثت کے دور میں بت پرستی نہیں کی۔

بعض صحابہ کرام کا اپنی کم عمری میں قبل از اسلام کے ماحول کی بے اعتدالیوں سے بچے رہنا ضرور فضیلت ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے شخص کا معاشرہ کی بے قاعدگی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اس سے بھی بہت بڑی فضیلت اور خوبی ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے پہلے بھی آپ کی ذات اقدس کے ساتھ الفت ومحبت اور دوستی کی سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت فرمانے کے بعد بغیر کسی تردد اور توقف کے آپ

نے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کردی حتی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین اور ان کے بعد ائمہ اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے جمہور کے نزدیک آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے مختلف روایات میں اس طرح تطبیق ذکر فرمائی ہے کہ: مردوں میں پہلے مسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں حضرت سیدہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

و قد قال: انه اول من اسلم خلائق من الصحابة والتابعين وغيرهم (الى ان قال) وجمع بين الاقوال بان ابابكر اول من اسلم من الرجال وعلى اول من اسلم من الصبيان وخديجة اول من اسلمت من النساء واول من ذكر هذا الجمع الامام ابوحنيفة رحمه الله۔ (تاريخ الخلفاء، ص34)

خلاصہ عبارت گزر چکا ہے۔

اور بعض اہل علم نے اس تطبیق میں مزید یہ کہا ہے کہ:

آزاد مردوں میں اول المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور موالی میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تا آخر۔ (البداية والنهاية)

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

اخرج الترمذى وابن حبان فى صحيحه عن ابى سعيد الخدرى قال: قال ابوبكر: الست احق الناس بها؟ اى الخلافة. الست اول من اسلم؟ الحديث (الى ان قال) واخرج ابن ابى خيثمة بسند صحيح عن زيد بن ارقم قال:

اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابو بکر الصدیق و اخرج ابن سعد عن ابی اروی الدوسی الصحابی رضی اللہ عنہ قال: اول من اسلم ابو بکر الصدیق۔

(تاریخ الخلفاء، ص 33)

''امام ترمذی نے اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا اخراج کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں سب لوگوں سے زیادہ، خلافت کا حقدار نہیں ہوں؟ کیا جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے ان سب میں اول اور سابق میں نہیں ہوں؟ الحدیث

اور ابن ابی خیثمہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کی، اُن سب میں اول اور سابق حضرت ابو بکر صدیق ہیں (رضی اللہ عنہ)۔

اور ابن سعد نے صحابی رسول حضرت ابو اروی دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے اُن سب میں اول اور سابق، حضرت ابو بکر صدیق ہیں (رضی اللہ عنہ)۔''

فائدہ:

ان اقوال سے ظاہر ہے کہ مطلقاً قبول اسلام اور تصدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اولیت مراد نہیں ہے بلکہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خدماتِ اسلام کی سعادت بھی میسر آئی ہے ان میں سے اول المسلمین مراد ہے ورنہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزولِ قرآن کریم کے آغاز کے بعد سب سے پہلے آپ کی

نبوت کی تصدیق حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے کی اور آپ پر ایمان لائے ہیں۔

اور اگر بحیرا راہب کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے بارے میں آگاہ کرنے کے وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مستقبل میں مبعوث ہونے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پختہ اعتقاد کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر حضرات صحابہ کرام میں سے مطلقاً پہلے مصدق آپ ہی ہیں۔ وللہ الحمد

خدمتِ اسلام اور نصرتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سعادت حاصل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کس ذات اقدس کو قبولِ اسلام اور تصدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اولیت کی سعادت اور اعزاز حاصل ہے، اس بارے میں بیشک مختلف اقوال ہیں (اور حضرات صحابہ کرام و من بعدہم علمائے امت کی بھاری اکثریت کے نزدیک یہ اعزاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے) لیکن اس امر میں کسی صاحبِ عقل وخرد کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام سب سے افضل تھا۔ ان کے اسلام نے ماحول کو متاثر کیا، ان کے اسلام ہی کی برکات اور تاثیر کا نتیجہ حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابوسلمۃ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا اسلام ہے۔

قبول اسلام کے بعد اسلام کی تبلیغ واشاعت اور نصرتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اعانتِ مسلمین میں آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو اہل علم قبولِ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت والے نظریہ سے اختلاف کرتے ہیں وہ بھی آپ کے اسلام کی افضلیت کے برملا معترف ہیں حتی کہ بعض اکابر صحابہ کرام و

تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے تصریح کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اخرج ابن عساکر بسند جید عن محمد بن سعد بن ابی وقاص انه قال لابیه سعد: اکان ابوبکر الصدیق اولکم اسلاما؟ قال: لا، ولکنه اسلم قبله اکثر من خمسة ولکن کان خیرنا اسلاما۔ (تاریخ الخلفاء، ص 34)

''امام ابن عساکر نے سند جید کے ساتھ محمد بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تم اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے پہلے اسلام لائے ہیں؟ توانہوں نے فرمایا: نہیں، اور لیکن ان سے پہلے پانچ سے زیادہ افراد نے اسلام قبول کیا ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ازروئے اسلام ہم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بہترین اور افضل تھے۔''

واخرج ابن ابی شیبة وابن عساکر عن سالم بن ابی الجعد قال: قلت لمحمد بن الحنفیة: هل کان ابوبکر اول القوم اسلاما؟ قال: لا، قلت فبم علا ابوبکر و سبق حتی لایذکر احد غیر ابی بکر؟ قال: لانه کان افضلهم اسلاما من حین اسلم حتی لحق بربه۔ (تاریخ الخلفاء، ص 34)

''امام ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے مسلم ہیں؟ توانہوں نے فرمایا: نہیں، تو میں نے کہا: پھر کس چیز کے بسبب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بلند ہو گئے اور سب سے سبقت لے گئے یہاں تک سبھی حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کا ذکر خیر کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس وقت سے اسلام قبول کیا ہے، از روئے اسلام تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں افضل تھے، یہاں تک کہ واصل بحق ہوئے۔''

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب اور پیارے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''فقلت ای الناس احب الیك ؟قال: عائشة ،فقلت من الرجال ؟ قال: ابوها۔''(صحیح البخاری 517/1)

''میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: سب لوگوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب اور پیارا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے عرض کیا: مردوں میں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے آپ کی امت پر سب سے زیادہ رحم دل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

''قال احمد والترمذی عن انس بن مالك قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارحم اُمتی بامتی ابوبکر ،الحدیث۔''(تاریخ الخلفاء، ص 47)

امام احمد اور امام ترمذی رحمہا اللہ تعالیٰ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں (رضی اللہ عنہ)

''اخرج الدار قطنی والحاکم عن ابی یحیی قال: لا احصی کم سمعت علیا یقول علی المنبر: ان اللہ سمی ابابکر علی لسان نبیہ صدیقا. و اخرجہ الطبرانی بسند جید صحیح عن حکیم بن سعد قال: سمعت علیا یقول و یحلف: لانزل اللہ اسم بکر من السماء الصدیق.'' (تاریخ الخلفاء، ص 30)

''امام دار قطنی اور حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے بے شمار مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بر سر منبر کہتے تھے: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا ہے۔

اور امام طبرانی نے عمدہ اور صحیح سند کے ساتھ حکیم بن سعد سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حلف اُٹھا کر کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا نام: الصدیق، ضرور نازل کیا ہے آسمان سے۔''

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صدیقین کا مرتبہ ہے اور صدیقین میں سب سے بلند مرتبہ صدیق اکبر کا ہے اور یہ امر خوب ظاہر ہے کہ صدیق اکبر وہی ذات اقدس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس پر شخصی طور پر صدیق کا لقب عطا فرمایا ہے اور جسے بے شمار مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق کہہ کر یاد فرمایا ہے اور جسے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صدیق کہتے تھے اور جسے آج تک ساری امت مبارک لقب: صدیق سے پکارتی ہے حتی کہ مطلق صدیق یا صدیق اکبر کہنے سے جس ذات کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے وہ صرف اور صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔ جب

آپ ہی صدیق اکبر ہیں تو لامحالہ آپ ہی بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں۔ وللہ الحمد

حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحبت میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے افضل ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''عن عائشة (رضی اللہ عنہا) قالت: رجع رسول الله ﷺ من البقیع ... ثم قال: ''ان عبدا من عباد الله خيره الله بين الدنيا وبين ما عنده فاختار ما عند الله''، قال ففهمها ابو بكر فبكى وعرف ان رسول الله ﷺ نفسه يريد.

قال: ''على رسلك يا ابا بكر. انظروا فى المسجد هذه الابواب اللاصقة فسدوها الا ما كان من بيت ابى بكر، فانى لا اعلم احدا كان افضل عندى فى الصحبة منه''۔ رواه ابو يعلى ورجاله ثقات۔''(مجمع الزوائد، 9/22-23)

''حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی طویل حدیث میں ہے:

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک ایک بندہ، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے، اسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے دنیا اور اس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو اس نے اسے اختیار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ راوی نے کہا: تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے کلام مبارک سے آپ کی مراد کو سمجھ گئے پس رونے لگے اور پہچان گئے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر آہستہ اور باوقار ہو، پھر حاضرین سے فرمایا: مسجد میں ان چپکے ہوئے دروازوں کو دیکھو پس انہیں بند کر دو مگر جو دروازہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے گھر کی طرف سے ہے (اسے کھلا رہنے دو) اس لیے کہ بیشک میں کسی

کونہیں جانتا جو میرے نزدیک صحبت میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہے۔،،

فائدہ: جو خوش نصیب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کے مطابق صحبت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے افضل ہے، یعنی افضل الصحابۃ ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔وللہ الحمد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس قدر نفع پہنچایا ہے اور کسی مال نے نہیں پہنچایا۔

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات کو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''اخرج احمد عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر،، فبکی ابوبکر، وقال: ھل انا ومالی الا لك یارسول اللہ۔،، (تاریخ الخلفاء، ص38)

''امام احمد قدس سرہ العزیز نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی مال نے ہرگز وہ نفع اور فائدہ نہیں پہنچایا جو ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (رضی اللہ عنہ) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے ہے۔،،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا مخلوق میں سے کسی نے بھی حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر احسان کیا تھا تو آپ نے دنیا میں ہی اسے اس کا بدلہ دے دیا سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے احسانات کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ اور صحبت و مال

سے سب لوگوں سے زیادہ حضور سید المرسلین ﷺ کی ذات اقدس کی خدمات کی سعادت حاصل کرنے والے بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ملاحظہ کریں:

"عن ابی سعید الخدری (رضی اللہ عنہ) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابابکر۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص 554)

عن ابی ھریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابابکر فان له عندنا یدا یکافیه اللہ بها یوم القیامة۔" (جامع الترمذی 207/2)

اظہارِ اسلام اور حضور نبی کریم ﷺ کے دفاع میں زبردست اذیتیں برداشت کرنے، اپنی جان کو خطرات میں ڈالنے، مشرکین کے مظالم کا نشانہ بننے میں اولیت کی سعادت بھی بالاتفاق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کے لیے ثابت اور مسلم ہے۔

امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں سے سب سے پہلے مبلغِ اسلام بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں جب مکہ مکرمہ پر کفار کا پورا تسلط اور قبضہ تھا اسلام وتوحید کا نام سننا بھی انہیں گوارا نہ تھا اور کمزور مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ گرائے جارہے تھے۔ ان حالات میں سب سے پہلے اسلام کی علانیہ تبلیغ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی تو کفار مشرکین نے ان پر تشدد کی انتہاء کردی حتی کہ آپ شدید زخمی اور بے ہوش ہوگئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کی خیریت دریافت کرنے لگے۔ اور شدید تکلیف کے باوجود آپ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور زیارت کی تو قرار آیا۔

قبول اسلام کی وجہ سے ستائے جانے والے غلاموں اور باندیوں کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرید کر آزاد کرنے کی سعادت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کے لئے ثابت ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے اپنے گھر کا سارا اثاثہ راہِ خدا میں قربان کرنے کا اعزاز بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

سفر وحضر میں حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت اور صحبت، بالخصوص سفر ہجرت میں معیت اور ثانی اثنین ہونے کا منفرد اعزاز بھی آپ کے لئے مسلم ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام وسائل اور مساعی جمیلہ فروغِ اسلام کے لئے وقف کر دی تھیں۔

زمین والوں میں سے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر ہونے کا اعزاز بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

فائدہ: حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے وزراء ہونے سے ان کا دربارِ رسالت میں مقام و مرتبہ خوب واضح ہے کہ انہیں دربار رسالت میں وہ عزت و کرامت اور وجاہت حاصل ہے جو دوسرے کسی بھی صحابی کو حاصل نہیں ہے۔

حجۃ الوداع سے پہلے سال میں امارتِ حج کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب اور خلیفہ منتخب کر کے اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ کسی بھی صحابی کو میسر نہیں ہے **حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اشجع الصحابۃ ہیں:**

ایسے ہولناک مناظر جن کا تصور کرنے سے ہی بڑے بڑے بہادروں کے دل کانپنے لگتے ہیں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں بھی جرأت وشجاعت اور استقلال واستقامت کا عظیم پہاڑ نظر آتے ہیں جسے کوئی جنبش نہ دے سکا جس کا ایک منظر سفرِ ہجرت میں حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت ہے جبکہ تمام مشرکین مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے پر اتفاق کر چکے تھے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں جس جرأت وشجاعت اور قوتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے چشمِ فلک نے وہ منظر کسی نبی کے خلیفہ میں نہیں دیکھا، حتی کے بڑے بہادر صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی نرمی کرنے کا مشورہ دے رہے تھے لیکن آپ نے کوئی ایسا مشورہ بھی قبول نہیں کیا۔

وللہ الحمد

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اعلم الصحابۃ ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اجود الصحابۃ ہیں۔

جود وسخا میں دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمات اور مساعی جمیلہ بھی بلاشبہ قابل صد تحسین ہیں اور اغنیاء صحابہ کرام کے انفاق فی سبیل اللہ کی انوکھی شان ہے اور رضائے الٰہی کے لئے خرچ کئے گئے ان کے اموال کی مقدار کی کثرت بھی موجب حیرت ہے لیکن گھر کا سارا اثاثہ پیش کرنے اور ''ابقیت لھم اللہ ورسولہ'' کا مظاہرہ کرنے کا منفرد اعزاز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کی ذات اقدس

کے لیے ہے۔

اتقی الصحابۃ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ کی مدح اور تصدیق اور عظمت کے بیان میں متعدد آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جس قدر عظمت وشان اور فضیلت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیان کی گئی ہے دوسرے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کی بیان نہیں کی گئی حتی کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر آپ ہی کی ذات اقدس کو قرار دیا گیا ہے۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

یہ محض دعاوی نہیں بلکہ حقائق واقعیہ ہیں جن کی حقانیت پر دلائل حقہ ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے (142) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ اور آپ کی صحبت کے تقدم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کے التزام (مگر یہ کہ کہیں جانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اجازت یا امر ہو) کے باوجود قلت روایت کا سبب بھی روز روشن کی طرح واضح ہے۔

(الف) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف دو سال اور چند ماہ گزرے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا، اور اس قلیل زمانہ میں بھی خلافت کی ذمہ داریوں میں آپ کی بے پناہ مصروفیات تھیں بالخصوص ان فتنوں کی وجہ سے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد ایک سیلاب اور جنگل کی

آگ کی طرح پھیل گئے تھے۔

(ب) آپ کے زمانہ خلافت میں بے شمار اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم موجود تھے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بکثرت ارشادات عالیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بنفس نفیس سماعت کئے ہوئے تھے اور بوجہ خدماتِ خلافت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب زیادہ تر اکابر حضرات ہی رہتے تھے جنہیں دوسروں سے احادیث نبویہ سننے کی ضرورت بہت کم پیش آتی تھی اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے روایت حدیث کے مواقع بہت کم ہوتے تھے۔

تنبیہ: بعض لوگوں کا کثرتِ روایت سے اعلم بالسنۃ ہونے پر استدلال کرنا ان کی سنگین غلطی ہے کیونکہ اس سے تو لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اعلم بالسنۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں اور ان کے بعد اعلم بالسنۃ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہوں حالانکہ اس نظریہ کی حمایت کرنے کے لیے اہل علم سے کوئی بھی تیار نہیں ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض حضرات کے اسماء مبارکہ:

''حضرت عمر بن الخطاب ،حضرت عثمان بن عفان،حضرت علی بن ابی طالب،حضرت عبدالرحمن بن عوف،حضرت عبداللہ بن مسعود،حضرت حذیفہ،حضرت عبداللہ بن عمر،حضرت عبداللہ بن زبیر،حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص،حضرت عبداللہ بن عباس،حضرت انس،حضرت زید بن ثابت،حضرت براء بن عازب،

حضرت ابو ہریرہ وغیر ہم رضی اللہ عنہم۔،، (تاریخ الخلفاء، ص 87)

بحیثیت خلیفہ راشد آپ کی عظمت کے حوالے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور لکھا جائے گا سرِ دست اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیھم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

سیدنا عمر بن الخطاب الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین و امام المتقین ومعز الاسلام عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ،

آپ قدیم الاسلام اورمرادِ رسول کریم ہیں۔حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ سوال دراز کر کے عمر مانگا:

''اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃ''۔(حاکم وطبرانی)

''یا اللہ! خاص طور پر عمر بن الخطاب کو اسلام کی سعادت سے مشرف فرما کر اسلام کو غلبہ عطا فرما۔عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت عطا فرما۔''

سبحان اللہ! کیسا مبارک ہے عمر جس کے اسلام قبول کرنے کے سبب اسلام کو بھی غلبہ اور عزت مل گئی۔فظھر الاسلام بمکۃ وفرح بہ المسلمون۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مکہ میں اسلام ظاہر ہوا (مسلمان علانیہ طور پر عبادت الٰہیہ کرنے لگے) اور آپ کے قبول اسلام کے سبب مسلمان نہایت خوش ہوئے۔(اس لیے کہ اب اسلام کے غلبہ اور عزت کا دور شروع ہو گیا)۔''

''اخرج ابن سعد والطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: کان اسلام عمر فتحا وکانت ھجرتہ نصرا وکانت امامتہ رحمۃ، ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی الی البیت حتی اسلم عمر فلما اسلم عمر قاتلھم حتی ترکونا فصلینا۔''(تاریخ الخلفاء، ص115)

''ابن سعد اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام فتح تھی اور ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امامت وخلافت رحمت تھی۔ میں نے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ہم بیت اللہ شریف کے پاس نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو وہ مشرکین سے لڑتے رہے یہاں تک مشرکین نے ہمارا تعرض چھوڑ دیا تو ہم نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھی۔''

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''واخرج ابن سعد عن صهيب قال: لما اسلم عمر رضی اللہ عنہ اظهر الاسلام و دعا اليه علانية، و جلسنا حول البيت حلقا وطفنا بالبيت و انتصفنا ممن غلظ علينا۔'' (تاریخ الخلفاء، ص115)

''اور ابن سعد نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو اسلام ظاہر کیا اور اسلام کی علانیہ دعوت دی اور ہم بیت اللہ شریف کے اردگرد حلقے بنا کر بیٹھتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے اور جو ہم پر سختی کرتا تو ہم اس سے اپنا حق پورا لے لیتے (بدلہ لے لیتے)۔''

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

اخرج البزار والحاكم وصححه عن ابن عباس رضی الله عنهما قال:

لما اسلم عمر قال المشركون :قد انتصف القوم اليوم منا، وانزل الله:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

(الانفال،8/64)(تاریخ الخلفاء، ص114)

''بزار اور حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا: آج قوم ہمارے برابر ہوگئی ہے (آدھی قوت مسلمانوں کے پاس ہے اور آدھی ہمارے پاس) اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔ (الانفال، 64/8)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو اللہ کافی ہے اور جو مؤمنین آپ کی اتباع کر چکے ہیں۔''

''اخرج ابونعیم فی الدلائل وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: سألت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لای شیء سمیت الفاروق؟ فقال: اسلم حمزۃ قبلی بثلاثہ ایام (الی ان قال) فتشھد عمر فکبر اھل الدار تکبیرۃ سمعھا اھل مکۃ۔ و قلت: یا رسول اللہ! السنا علی الحق؟ قال: بلی قلت: ففیم الاخفاء؟ فخرجنا صفین انا فی احدھما وحمزۃ فی الآخر حتی دخلنا المسجد، فنظرت قریش الی و الی حمزۃ فاصابتھم کابۃ شدیدۃ لم یصبھم مثلھا فسمانی رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الفاروق" یومئذ لانہ اظھر الاسلام وفرق بین الحق وباطل۔'' (تاریخ الخلفاء، ص114-113)

''عظیم محدث ابونعیم نے دلائل النبوت میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کا نام فاروق کس وجہ سے رکھا گیا؟

آپ نے فرمایا: (حضرت) حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے تین دن پہلے اسلام

قبول کیا (پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبولِ اسلام کا واقعہ بیان فرمایا، (تا) پس عمر نے توحید ورسالت کی شہادت دی تو دارِ ارقم میں موجود مسلمانوں نے ایک بار تکبیر بلند کی (اللہ اکبر کہا) جسے اہل مکہ نے سنا۔ (پھر) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں (بلاشبہ ہم حق پر ہیں)۔

میں نے عرض کی: تو پھر اخفاء اور چھپانا کا ہے میں ہے؟ تو ہم دوصفوں میں نکلے ایک صف میں، مَیں تھا اور دوسری میں حمزہ (رضی اللہ عنہ) تو قریش نے میری طرف اور حمزہ کی طرف دیکھا تو انہیں شدید غم اور رنج پہنچا کہ اس جیسا سخت غم اور رنج (اس سے پہلے) انہیں نہیں پہنچا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن میرا نام "الفاروق" رکھا۔ اس لئے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام کو ظاہر کیا اور حق وباطل کے درمیان فرق کردیا۔"

(تاریخ الخلفاء، ابونعیم وابن عساکر)

"اخرج ابن سعد والحاکم عن حذیفة قال: لما اسلم عمر کان الاسلام کالرجل المقبل لایزداد الاقربا فلما قتل عمر کان الاسلام کالرجل المدبر لایزداد الابعدا۔" (تاریخ الخلفاء، ص 115)

"ابن سعد اور حاکم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اسلام سامنے آنے والے شخص کی طرح ہوگیا کہ وہ زیادہ قریب ہی ہوتا چلا جاتا ہے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے تو اسلام واپس جانے والے شخص کی طرح ہوگیا جو زیادہ دور ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ (ابن سعد وحاکم)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سے اسلام قبول کیا تب سے فروغِ اسلام کے لیے بے مثال مساعی جمیلہ سرانجام دینے کا سلسلہ مسلسل اور مربوط جاری رکھا یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے کا وقت بالکل نزدیک آگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پیارے نے جس شان وشوکت سے ہجرت کی وہ کسی کو بھی میسر نہ آسکی چنانچہ آپ کی شانِ ہجرت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبانی سنیئے:

"اخرج ابن عساکر عن علی قال: ماعلِمتُ احدا هاجر الا مختفیا الا عمر بن الخطاب فانه لما هم بالهجرة تقلد سیفه وتنکب قوسه وانتضی فی یده اسهما و اتی الکعبة واشراف قریش بفنائها فطاف سبعا ثم صلی رکعتین عند المقام ثم اتی حلقهم واحدة واحدة فقال شاهت الوجوه، من اراد ان تثکله امه و ییتم ولده وترمل زوجته فلیلقنی وراء هذا الوادی فما تبعه منهم احد۔" (تاریخ الخلفاء، ص115-116)

"ابن عساکر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے چھپ کر ہجرت نہیں کی، پھر جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہجرتِ مدینہ کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار حمائل کی اور اپنی کمان کندھے پر رکھی اور تیر دان سے کچھ تیر نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لئے اور کعبہ معظّمہ کے پاس آئے اور اشرافِ قریش فناءِ کعبہ

میں (حلقے بنا کر) بیٹھے تھے۔تو آپ نے سات چکر طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر قریش کے ایک ایک حلقہ کے پاس آئے اور فرمایا ۔''شاھت الوجوہ الخ'' چہرے (مشرکین کے) بدصورت ہو جائیں، جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ اس کی ماں اسے گم کرے اور اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ اس وادی کے آگے آ کر مجھے ملے۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) تو مشرکین میں سے کوئی شخص بھی آپ کے پیچھے نہیں گیا۔''

''اخرج الترمذی والحاکم وصححه عن عقبة بن عامر قال :قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :''لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب''

واخرجه الطبرانی عن ابی سعید الخدری وعصمة بن مالك ،واخرجه ابن عساکر من حدیث ابن عمر۔'' (تاریخ الخلفاء ،ص117)

''امام ترمذی نے اور امام حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطاب ہوتا (رضی اللہ عنہ)

امام طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عصمة بن مالک رضی اللہ عنہما سے اس کو روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اس کا اخراج کیا ہے۔''

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تخریج کے مطابق چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث مرفوع، صحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایسی

عظمت اور فضیلت بیان کی گئی ہے جو ہزاروں فضائل ومناقب کا منبع اور مخزن ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)۔ اس لیے آپ کی بعثت مقدسہ کے بعد کسی انسان کا نبوت ورسالت سے مشرف ہونا قطعی طور پر ناممکن ہے اور اگر حضور نبی کریم ﷺ کے اعلانِ نبوت فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو عظمت نبوت سے مشرف فرمانا ہوتا تو حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ منصب نبوت سے سرفراز فرمائے جاتے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس میں وہ عظیم صلاحیتیں اور استعدادات اور علمی وعملی کمالات موجود تھے جن سے موصوف و متصف ہونا منصب نبوت سے مشرف ہونے سے پہلے، لازم وضروری ہوتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو نبوت سے مشرف فرمانا ہوتا تو آپ ضرور منصب نبوت پر فائز فرمادیئے جاتے۔ وللہ الحمد

"اخرج ابن ماجة والحاکم عن ابی ذر قال: سمعت النبی علیه الصلوٰة والسلام یقول: "ان الله وضع الحق علی لسان عمر یقول به"۔

واخرج احمد والبزار عن ابی هریرة قال: قال النبی علیه الصلوٰة والسلام "ان الله جعل الحق علی لسان عمر وقلبه"۔

واخرجه الطبرانی من حدیث عمر بن الخطاب وبلال ومعاویة بن ابی سفیان وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم واخرجه ابن عساکر من حدیث ابن عمر۔" (تاریخ الخلفاء، ص 118-117)

"امام ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد اور بزار نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی نے حضرت فاروق اعظم اور حضرت بلال اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور ان کے دل پر حق رکھ دیا ہے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر حق رکھ دیا ہے وہ اسی حق کے ساتھ قول کرتے ہیں۔،،

اللہ تعالیٰ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق رکھ دینے کی ہی برکات تھیں کہ خاصی تعداد ہے اُن مسائل کی جن میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی تو اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمائی۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز نے بیس کے قریب آیات مبارکہ نقل کی ہیں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئی ہیں۔

(تاریخ الخلفاء، ص 122 تا 124)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خداداد ہیبت کا یہ عالم تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اقدس کے مطابق جس راستہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گزر رہے ہوتے شیطان وہ راستہ چھوڑ کر کسی دوسرے راستہ میں چلتا۔

''اخرج الشیخان عن سعد بن أبی وقاص قال: قال النبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم "یا ابن الخطاب، والذی نفسی بیدہ مالقیك الشیطان سالكا فجاً قط الا سلك فجاً غیر فجك۔" (تاریخ الخلفاء، ص 117)

ترجمہ: امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، شیطان کسی راستہ میں چلتا ہوا تمہیں کبھی نہیں ملا مگر تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ میں چلا۔"

"اخرج البخاری عن ابی ھریرۃ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "لقد كان فیما قبلكم من الامم ناس محدثون فان یكن فی امتی احد فانہ عمر۔" (تاریخ الخلفاء، ص 117)

"امام بخاری حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم سے پہلی اُمتوں میں کچھ لوگ محدث ضرور ہوتے تھے۔ پھر اگر میری امت میں کوئی ہے تو بیشک وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"

محدث کی تشریح میں شارحین کے متعدد اقوال ہیں۔

صاحبِ الہام، جس کے قلب پر ملأ اعلیٰ سے فیضان ہو۔

صاحبِ فراست، ملہم بالصواب، جس کی زبان پر فرشتے کلام کریں، جس کی زبان ہمیشہ حق وصواب کے ساتھ نطق کرتی ہو۔

اور اس اُمت کے علمائے ربانیین بلاشبہ محدث ہیں اور اس مبارک اور مقدس گروہ کے سردار حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے زبانِ رسالت سے محدث کا لقب پایا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے منظور نظر ایسے کہ پوری اُمت مسلمہ کے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ پیارے اور محبوب تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”فقلت ای الناس احب الیك؟ قال: عائشة ۔فقلت من الرجال؟ قال: ابوھا فقلت ثم من؟ قال ثم عمر بن الخطاب. الحدیث-“

(صحیح البخاری، ص1/517)

”میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ سب لوگوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب اور پیارا کون ہے؟

تو آپ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)

تو میں نے عرض کی، مردوں میں سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا باپ۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

تو میں نے عرض کی: (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد) پھر کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) تا آخرِ حدیث“

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور سید المرسلین ﷺ سے (539) احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض کے اسماء مبارکہ:

حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، حضرت عمرو بن عبسۃ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت انس، حضرت ابوہریرۃ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ابوموسی اشعری، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (تاریخ الخلفاء ص 109)

صحیح بخاری اور اس کے علاوہ بکثرت کتب احادیث میں وارد شدہ حضور سید المرسلین ﷺ کے ارشاد مقدس کے مطابق امیر المؤمنین وامام المتقین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہل اسلام اور فتنوں کے درمیان باب مغلق (بند دروازہ) تھے۔ ان کا وجود مسعود اہل اسلام کے لیے امن وامان اور سلامتی کی ضمانت تھی، ان کی شہادت کے بعد فتنوں کا سلسلہ شروع ہوا جو تاحال جاری ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دورانیہ نہایت مختصر ہے اس کے باوجود اُن کے کارنامے اس قدر عظیم ہیں کہ چشم فلک نے ان جیسا خلیفہ نہیں دیکھا اور نہ ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا خلیفہ ہوا ہے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ اسلام کی اشاعت اور اسلام واہل اسلام کو نفع پہنچانے والے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ آپ کے زمانہ خلافت میں اسلامی سلطنت کی توسیع اور فتوحات کی کثرت اور وہ بھی اس سرعت اور تیزی کے ساتھ معرض وجود میں آئی کہ عقل انسانی محو حیرت ہے حتی کہ اس زمانہ میں دنیا کی دونوں سپر طاقتیں فارس اور روم بھی فتح ہوگئیں وہاں اسلامی پرچم لہرا رہا تھا

آپ کے زمانہ خلافت میں اسلامی فتوحات وافر تعداد میں معرض وجود میں آئی ہیں جن کے بیان سے اسلامی تاریخ کے اوراق چمک رہے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خداداد ہیبت اور رعب سے شاہانِ عالم لرزہ براندام تھے آپ کی ایمانی قوت اور سطوت کے آگے ٹھہرنے کی سکت کسی میں نہ تھی۔ اور لاکھوں مربع میل پر محیط وسیع وعریض اسلامی سلطنت میں نظامِ مصطفیٰ اپنی معنوی اور حقیقی صورت میں اپنے تمام تر محاسن کے ساتھ رائج تھا۔ اور اس کی برکات سے جہان مستفید ہو رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت فاروقی کے محاسن کی کماحقہ تفصیل بیان کرنا نہایت ہی مشکل امر ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا عالم تو یہ ہے کہ اہل اسلام تو درکنار، اسلام دشمن لوگ بھی ان کی عظمتوں اور خوبیوں کے معترف ہیں اور ان کی سیاسی بصیرت سے استفادہ کر کے کامیاب حکومتیں کر رہے ہیں۔ کاش مسلمانوں کو اپنے اس عظیم قائد کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔

آپ کی عظمتوں کا مختصر بیان یہ ہے کہ اُمت مسلمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بڑے فقیہ اور عالم اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں سب سے شدید اور سب سے بڑے عادل اور زاہد اور سب سے بڑے فاتح اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقتدا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مقدس (حدیث صحیح) ہے:

فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ (رضی اللہ عنہما)

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص 560)

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین

سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین وامام المتقین ابوعمرو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔

آپ سابقین اولین مہاجرین اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں جنہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت وتبلیغ پر قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔

ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد تا وقتِ وصال اسلام اور اہل اسلام کے لیے آپ کی عظیم خدمات ہیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے لئے آپ کا مالی ایثار منفرد شان کا ہے۔

”قال ابن اسحاق: وکان اول الناس اسلاما بعد ابی بکر وعلی وزید بن حارثۃ۔“ (تاریخ الخلفاء، ص 150)

”ابن اسحاق نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق وعلی مرتضیٰ وزید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد باقی لوگوں سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے۔“

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں جو مکمل قرآن کریم کے حفاظ کرام تھے۔

آپ نے دو ہجرتیں کی ہیں، پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف۔

غزوہ ذات الرقاع اور غطفان کی طرف تشریف لے جانے کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا۔غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ طیبہ طاہرہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کے اذن سے مدینہ منورہ میں ہی ٹھہرے رہے، اس کے باوجود آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ کرام میں شمار فرمایا ہے۔

فرمایا:''ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا و سهمه۔''

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص 562)

''بیشک آپ کے لیے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والے صحابی کا اجر وثواب ہے اوراس کے برابر مالِ غنیمت سے حصہ بھی۔''

الغرض جب حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کا اِذن ہوا تو ٹھہرے۔باقی تمام غزوات میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ساتھ شرکت کی سعادت پائی ہے۔

والد کی طرف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب تو عبدمناف پر حضور نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے لیکن والدہ کی طرف حضرت عثمان کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ان کی نانی ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سگی پھپھی ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ، اروٰی بنت کریز کی ماں ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبل از اسلام کے دور میں بھی اپنی خوبیوں کی وجہ سے

عظیم شخصیت کے مالک تھے۔اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی طیبہ طاہرہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اُن کی زوجیت میں دے دیں جو مدینہ منورہ میں غزوہ بدر کی راتوں میں واصل بحق ہوئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی مخلصانہ بے مثال خدمات کی وجہ سے حضور شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے منظور نظر تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی طیبہ طاہرہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے حبالۂ عقد میں دے دی اور سنہ ۹ ھ میں جب اُن کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”زوجوا عثمان لو کان لی ثالثۃ لزوجتہ وما زوجتہ الا بالوحی من اللہ،،

(طبرانی)

”عثمان کی شادی کرواگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان کی زوجیت میں دے دیتا اور میں نے (پہلے بھی) عثمان کے نکاح میں اپنی بیٹی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ساتھ دی ہے۔،،

اسلاف کرام علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ تاریخ انسانیت میں کوئی دوسرا انسان معلوم نہیں ہوسکا جسے یہ سعادت حاصل ہو کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اس کے نکاح میں آئی ہوں۔اور اسی سعادت اور اعزاز کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین ہے۔

حیادار ایسے کہ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرشتے بھی اُن سے حیا کرتے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''الا استحیی من رجل تستحیی منه الملائکة۔''

(رواہ الشیخان عن عائشة رضی اللہ عنہا)

''کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔''

آپ نے متعدد بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت خریدی ہے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بیعت رضوان دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بیعت سے بھی اعلیٰ شان کی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان عثمان بن عفان فی حاجة اللہ وحاجة رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخری۔'' (رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ عنہ)

''بیشک عثمان بن عفان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہے پھر اپنا ایک دست اقدس (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے قرار دے کر) دوسرے پر مارا (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت فرمائی)''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعثمان خیرا من ایدیھم لانفسھم'' (ترمذی)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے افضل تھا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے انکی اپنی ذوات کیلئے۔'' یعنی جن حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے ہاتھوں سے بیعت کی، اُن کی بیعت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت اعلیٰ تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف سے اپنے ہی ایک دست اقدس کو دوسرے پر رکھ کر بیعت فرمائی۔ وللہ الحمد

سیدنا علی بن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین وامام المتقین ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔

آپ سابقین اولین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ بچوں میں سے سب سے پہلے قبولِ اسلام کی سعادت آپ ہی کے لیے ثابت ہے آپ پروردۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے چچا زاد ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا شوہر ہونے کا اعزاز آپ کو حاصل ہے۔ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک کا باپ ہونے کا اعزاز بھی آپ کے لیے ہے

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں، آپ سے محبت علامتِ ایمان ہے اور آپ سے بغض نفاق ہے، آپ تمام مؤمنین کے محبوب ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے فیصلہ اور قضاء میں آپ کو امتیاز حاصل ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ میں غزوہ تبوک کے سوا تمام غزواتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ نے خوب دادِ شجاعت دی ہے۔

آپ ہی کثیر سلاسلِ طریقت کے فاتح ہیں۔ آپ عابدوں، زاہدوں کے پیشوا اور راہنما ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منظورِ نظر اور معتمد علیہ ہیں۔

آپ ہی کے نورِ نظر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں آپ بابِ مدینۃ العلم ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر آپ کو مدینہ منورہ پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد غزوات میں آپ کو پرچم عطا فرمایا۔

آپ کے فضائل ومناقب میں واردہ احادیث مبارکہ وروایات وافر تعداد میں ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بمنزلہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جاتے وقت مدینہ منورہ پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اتخلفنی فی الصبیان والنساء؟'' ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ مجھے پیچھے چھوڑے جاتے ہیں عورتوں اور بچوں میں؟''

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبی بعدی۔'' (صحیح البخاری 633/2)

''کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

یعنی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طور کی طرف جاتے وقت حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا جبکہ ان سے فرمایا:

''اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ'' (الاعراف آیت نمبر 142)

میری قوم میں میرا خلیفہ بن جائیں اور اصلاح کریں۔

تو جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں ان کی عدم موجودگی کی

مدت تک حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے خلیفہ تھے اسی طرح سفر تبوک سے واپسی تک ہماری عدم موجودگی میں آپ ہمارے خلیفہ ہیں مگر فرق یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم موجودگی میں صرف ان کے خلیفہ ہی نہ تھے بلکہ مستقل امام بھی تھے کیونکہ وہ خود بھی نبی اور رسول تھے جب کہ تم ہماری عدم موجودگی میں صرف ہمارے نائب اور خلیفہ ہی ہو بالاستقلال امام نہیں ہو اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ضروری وضاحت:

اس حدیث شریف کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ بلافصل ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بمنزلۃ ھارون من موسی، (علیہما الصلوٰۃ والسلام) ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیوی حیات میں ہی وصال فرما گئے تھے۔

نیز حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی عدم موجودگی کی اس مدت میں نماز کی امامت پر اپنا نائب اور خلیفہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا جس سے واضح ہوا کہ اس مدت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت مطلقہ نہ تھی ورنہ نمازوں کی امامت پر بھی آپ ہی خلیفہ ہوتے۔

بلکہ اسلامی ریاست کا نظم وضبط قائم رکھنے اور دشمن کی طرف سے امکانی

خطرات کے علاج اور دفاع کا بندوبست وغیرہ اُمور میں خلافت ونیابت تھی۔ لہٰذا اس حدیث شریف سے خلافت بلافصل پر استدلال سراسر باطل ہے۔ وللہ الحمد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی۔

"عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ۔ الحدیث۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص 563)

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یومِ خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پرچم کل ہم اس مرد کو عطا کریں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ مرد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے محبوب رکھتے ہیں۔" (متفق علیہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔"
تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال اٰخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ فقال اٰخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی و بین احد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔" (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص 564)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے درمیان مواخات قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، اُن کی آنکھیں اشکبار تھیں تو عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخات قائم کی ہے اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ (ترمذی)

افسوس کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ خلافت میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بالکل موقوف رہا جس کا سبب اہل اسلام کے باہمی اختلافات ہیں۔ تو آپس میں اختلاف اور تنازع کی وجہ سے کفار کے ساتھ جہاد کا سلسلہ موقوف اور معطل ہو کر رہ گیا۔ پھر جب حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور اُن کی بیعت کر کے اُن کو امیر المؤمنین تسلیم کر لیا تو اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی افواج جہاد کے لیے روانہ کر دیں تو فتوحات اسلامیہ کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ اور بکثرت فتوحات معرض وجود میں آئیں۔

ضروری تنبیہ:

اہل علم کے عام اطلاقات میں خلفاء راشدین سے مراد حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم ہوتے ہیں اور تیس سال تک خلافت نبوت والی حدیث کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تیس سال کا اختتام بتایا ہے۔ نیز حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مابین تفضیل کے مسئلہ میں حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین تفضیل مراد ہے اس امر میں دوسری کوئی رائے نہیں ہے

اس لیے فقیر راقم الحروف اس مسئلہ میں حضرات خلفاء راشدین کی باقی تمام صحابہ کرام پر افضلیت یا دوسری مباحث میں حضرات خلفاء راشدین کے الفاظ

استعمال کرے گا تو اس سے مراد حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں اور بلاشبہ حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلیفہ راشد ہیں اور بعض حضرات نے تیس سال زمانہ خلافت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دورانیہ بھی شامل کیا ہے۔ اس لئے فقیر راقم الحروف نے حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی کتاب میں شامل کرنا ضروری سمجھا تاکہ اُن کے ذکر پاک کی برکات بھی حاصل کی جاسکیں۔ وللہ الحمد

ریحانۃ الرسول سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

امیر المؤمنین خلیفہ راشد سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت نصف رمضان 3 سنہ ہجری میں ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شبیہ تھے جس قدر آپ کی صورت مبارکہ حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھی اور کسی کی نہ تھی۔ (صحیح البخاری)

بعض اہل علم نے فرمایا: حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں سے ہیں۔ عرب نے قبل از بعثت کے زمانہ میں ان دونوں ناموں کے ساتھ کسی کا نام نہیں رکھا۔

حضرت امام بخاری و حضرت امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی:

''اللّٰھم انی احبہ فاحبہ۔''

''اے اللہ بیشک میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو (بھی) اس سے محبت فرما۔''

حضرت امام بخاری قدس سرہ العزیز حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور

ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔'' (صحیح البخاری)

''بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔''

مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جماعت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ھما ریحانتای من الدنیا، یعنی الحسن والحسین۔''

''وہ دونوں (یعنی حسن وحسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''

حضرت امام ترمذی اور امام حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ۔''

''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

حضرت امام ترمذی قدس سرہ العزیز حضرت اُسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے حق میں فرمایا:

ھذان ابنای وابنا ابنتی۔

''یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں۔''

(اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے لیے دعا کی)

اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔،،

''اے اللہ بیشک میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو (بھی) ان سے محبت فرما اور جو اِن سے محبت کرے اس سے (بھی) محبت فرما۔،،

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: ''ایّ اھل بیتك احبّ الیك؟،،

''آپ کے اہل بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''الحسن والحسین ''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔،،

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں آپ سردار اور صاحبِ حلم اور سکینت ووقار اور حشمت والے تھے۔ جود وسخا میں بھی نہایت عظیم مقام کے مالک تھے۔ فتنوں اور جنگ وجدال کو ناپسند کرتے تھے۔

آپ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے ہیں۔ زبان مبارک اتنی پاکیزہ کہ اس پر فحش کلمہ بھی نہ آنے دیتے۔ قضائے الٰہی پر راضی رہنے میں بھی آپ کا مقام نہایت ہی بلند ہے۔ آپ فرماتے تھے جس حالت کو اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لیے اختیار کیا ہے بندے کو اس کے علاوہ دوسری حالت کی تمنا اور آرزو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کے آپ کی بیعت کرنے کے ساتھ آپ امیر المؤمنین اور خلیفہ ہو گئے اور چھ ماہ اور کچھ دن کوفہ میں مقیم رہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کی طرف چلے تو آپ نے انہیں پیغام بھیجا کہ اس شرط پر امرِ خلافت تمہیں سونپتے ہیں کہ تمہارے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ

ہوں گے اور آپ کے والد کریم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جو معاملات ہوئے ان کی وجہ سے تم اہل مدینہ اور اہل حجاز و عراق میں سے کسی شخص سے کسی چیز کا کوئی مطالبہ نہیں کرو گے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دیون اور قرض تم ادا کرو گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام شرائط قبول کرلیں تو دونوں حضرات نے صلح کرلی اور معجزہ نبویہ ظاہر ہو گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد مقدس:

''ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔'' میں غیبی خبر ارشاد فرمائی تھی۔

توحضرت حسن رضی اللہ عنہ نے 41 سنہ ھ ماہ ربیع الاول میں خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کردی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسلمانوں کو عظیم خونریزی سے بچالیا

امام حاکم نے حضرت جبیر بن نفیر سے آپ کا یہ پاکیزہ کلام روایت کیا ہے۔

''فترکتها ابتغاء وجه الله وحقن دماء امة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

''میں نے خلافت کو چھوڑا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے خونوں کی حفاظت کے لیے۔''

پھر آپ کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی اور مدینہ منورہ میں 49 سنہ ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا گویا کہ آپ کی آنکھوں کے درمیان ''قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ'' لکھا ہوا ہے، تو آپ کے گھر والے اس خواب کی وجہ سے خوش ہوئے۔ پھر انہوں نے یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا:

اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خواب سچا ہو تو پھر ان کی وفات کا وقت تھوڑا ہی باقی ہے۔ تو ایسا ہی ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد آپ کا وصال مبارک ہو گیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رفع درجاتہ وافاض علینا من برکاتہ واحیانا وتوفنا علی حبہ وحشرنا فی زمرتہ۔

مسئلۂ افضلیت کے بارے میں تمہیدی معروضات:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف)

افضل وہ ہے جسے عند اللہ عزت وکرامت اور قرب ومنزلت ووجاہت کا وہ درجہ حاصل ہے جو مفضول کے درجہ سے ارفع واعلیٰ ہے

(ب)

نجابت، علونسب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربِ قرابت اور اس طرح کی دوسری خوبیوں کا محل نزاع اور موضوع بحث افضلیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ج)

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا الآیۃ۔ (الحدید)

اس حقیقت کے بیان میں نص قطعی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کرنے اور قتال کرنے والوں کا درجہ اعظم اور ارفع ہے ان حضرات سے جنہوں نے یہ اعمال بعد میں کیے اگرچہ ان کا قتال اور انفاق مقدار اور کیفیت میں کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان باہمی تفضیل میں بموجب قرآن لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ الآیۃ، سبقت اور تقدم کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لیے کہ احتیاجِ اسلام کے زمانہ میں اس کی تقویت میں تقدم اور سبقت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

پس اس اعتبار سے جونفوس قدسیہ ہجرت سے پہلے اعمالِ اسلام بجالائے وہ بعدوالوں سے افضل ہیں جیسا کہ حضرات خلفاءراشدین اور بقیہ عشرہ مبشرہ اور حضرت حمزہ وجعفر وعبداللہ بن مسعود وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور جس شخص نے اسلام کے بالکل ابتدائی دور اور اہل اسلام کے فقر کے زمانہ میں اعانتِ اسلام اور اسکی اشاعت اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودیگر مؤمنین کا دفاع اور کفار کے مظالم روکنے کی سعی بلیغ کی اور فی سبیل اللہ مال خرچ کیا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جوقوتِ اسلام اور استغناء کے دور میں یہ اعمال کرتا ہے۔ نیز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک بار جہاد اور صدقہ ہزارہا درجہ افضل ہے ان اعمال سے جو آپ کی صحبت کے بغیر ہوں۔

اسی لیے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ان اعمال کو جوانہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کئے اپنے ان اعمال کے مساوی ہرگز نہیں سمجھتے تھے جوحضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کئے تھے۔

اور اسی وجہ سے یہ امر قطعی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں جوصحابی دوسروں سے افضل تھا تو مفضول اس افضل کے مرتبہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا خواہ بعد میں اس نے کتنی ہی عبادات اور حسنات کی ہوں۔

جیسا کہ حضرت انس بن مالک وابوامامہ باہلی وجابر بن عبداللہ وسہل بن سعد ساعدی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد

طویل عمر پائی ہے اور بہت سے اعمالِ صالحہ کیے ہیں لیکن بالیقین حضرات خلفاء راشدین ودیگر اکابر صحابہ کرام سابقین اولین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہونا تو درکنار انکے برابر بھی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

فائدہ:

حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کئے جانے والے عمل کی عظمت سے واضح ہے کہ کسی نبی ﷺ کے عمل کے مساوی کسی بھی غیر نبی کا عمل نہیں ہوسکتا۔ نبی کی ایک رکعت اوروں کی لاکھوں رکعات سے افضل ہے۔"

واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

(د)

ضروری تنبیہ:

صرف قبول اسلام اور ایمان لانے میں سبقت اور تقدم موجبِ افضلیت نہیں ہے ورنہ بعداز بعثت رسول کریم ﷺ سب سے پہلے آپ کی تصدیق کرنے اور آپ پر ایمان لانے والے اور مشکلات کے وقت زندہ ہونے کی صورت میں حضور نبی کریم ﷺ کی بھرپور مدد کرنے کا عزم ظاہر کرنے والے تو حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ ہیں حالانکہ اہل سنت وجماعت اور تفضیلیہ میں سے کسی نے ان کو افضل الامت تسلیم نہیں کیا۔ البتہ قبول اسلام میں سبقت کے ساتھ حضور سید المرسلین ﷺ کے مشن کی تکمیل میں ہر طرح کی قربانی اور خدمات پیش کرنے میں بھی سبقت اور تقدم موجب افضلیت ہے۔

(ھ)

یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ بعد از تعظیم خدا، شریعت مطہرہ میں تعظیم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جس قدر واجب اور ضروری ہے دوسرا کوئی شخص اس تعظیم کا ہر گز مستحق نہیں ہے۔اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے لیے اس قدر تعظیم کا استحقاق نص قرآنی سے ثابت ہے کہ دوسروں کے لیے ہر گز نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ،

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے حق میں منفرد شان کی فضیلت صحبت کے ساتھ حقِ اُمومیت (دینی اور روحانی ماں ہونے کا حق) بھی موجب تعظیم ہے۔یہ امر ملحوظ رہے کہ اُمہات المؤمنین کے لئے یہ فضیلت جزئیہ اور خاصہ ہے، فضیلت مطلقہ نہیں ہے۔

(و)

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس سے انتساب بلاشبہ باعث عزت و شرافت ہے اور آپ کے اہل بیت کی عظمت میں قرآن وحدیث کے ارشادات سر آنکھوں پر، کسی سنی سے ان کا انکار متصور نہیں ہوسکتا۔مگر قرآن وحدیث سے یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ حسب ونسب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد ہونا عند اللہ تعالیٰ افضلیت کا مدار نہیں ہے بلکہ اس کا مدار دین وتقویٰ میں فائق ہونا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات، آیت 13)

”اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں بڑی قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں قبائل کی صورت میں تقسیم کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ وہ باہمی پہچان ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادتِ عزت و کرامت (کسی نسب اور قبیلہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ) تقویٰ کی زیادتی کی بنیاد پر ہے۔

اور احادیث مبارکہ میں بھی اس حقیقت کو خوب واضح کر دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

”عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای الناس اکرم؟ قال: ”اکرمھم عند اللہ اتقاھم۔“

(صحیح البخاری، تفسیر ابن کثیر 333/4)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: لوگوں میں سے کون زیادہ بزرگی والا ہے؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں زیادہ بزرگی اور کرامت والا وہ ہے جو ان میں زیادہ تقوی والا ہے۔“

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔ "ان اللہ لاینظر الی صور کم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم ۔،، (صحیح مسلم ،تفسیر ابن کثیر ج 334/4)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے اموال نہیں دیکھتا اور لیکن تمہارے دل اور تمہارے اعمال دیکھتا ہے۔،،

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہ: انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقویٰ۔،،

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر ج 334/4)

''دیکھ لے بیشک تو کسی سرخ اور سیاہ سے بہتر نہیں ہے مگر یہ کہ تو اس سے تقویٰ میں زیادہ ہو۔،،

''عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان انسابکم ھذہ لیست بمسبۃ علی احد کلکم بنو آدم (الی ان قال) لیس لاحد علی احد فضل الا بدین وتقوی۔،،

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر 335/4)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک تمہارے یہ نسب کسی کے لیے عار نہیں ہیں تم سب اولادِ آدم ہو (تا) کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے مگر دین اور تقویٰ کے ساتھ۔،،

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان ربکم واحد وابا کم واحد فلا فضل لعربی علی اعجمی ولا احمر

علی اسود الا بالتقوی۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار بنحوہ الا انہ قال: ان اباکم واحد و ان دینکم واحد ابو کم آدم وآدم خلق من تراب۔،،

ورجال البزار رجال الصحیح۔(مجمع الزوائد 8/160)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، پس نہ کسی عربی کے لیے فضیلت ہے کسی عجمی پر اور نہ کسی سرخ کے لیے کسی سیاہ پر مگر بسبب تقوی کے۔

اسے امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور امام بزار نے بھی اس کی مثل روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

''ان اباکم واحد۔،، الحدیث

''بے شک تمہارا باپ ایک ہے اور تمہارا دین ایک ہے تمہارا باپ آدم ہے (علیہ السلام) اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔،،

اور بزار کی سند کے تمام رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

''عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال لما بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الیمن (الی ان قال) فقال ان اولی الناس بی المتقون من کانوا وحیث کانوا۔،،

(الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی 21/215)

سندہ جید ورجالہ ثقات (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی 21/215)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

یمن بھیجا (تا) تو فرمایا: بیشک سب لوگوں میں سے زیادہ قریب مجھ سے متقی اور پرہیز گار ہیں وہ جو (بھی) ہوں اور جہاں ہوں۔،،

ضروری تنبیہ:

حسب ونسب کو دلیل افضلیت بتانے والے حضرات، قرآن وحدیث کے مذکورہ ارشادات سے اپنی اصلاح کرلیں، اس لیے کہ سنیت اور صراط مستقیم اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا نام ہے۔ کتاب وسنت کے خلاف محض خواہش نفس کی پیروی کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

اگر نسب اور جزئیت کو مدارِ افضلیت تسلیم کرلیا جائے پھر تو حضور نبی کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن اور حضور کے بیٹے اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ان تمام حضرات کا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ کی ابوت صرف ابوت جسمانی میں محدود اور محصور نہیں ہے بلکہ اس کی دوسری قسم ابوت روحانی ہے جو جسمانی سے بھی اعلیٰ اور اکمل ہے۔

قرآن کریم میں فرمان باری تعالیٰ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔

کے بعد قراءت شاذہ میں ہے۔ "وھو اب لھم"۔

ملاحظہ فرمائیں:

و قد روی عن ابی بن کعب وابن عباس رضی اللہ عنہما انہما قرءا "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُہُمْ و ھو اب لھم۔

(تفسیر ابن کثیر ص 746/3)

"حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ضرور روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے (اس کلام پاک کو یوں) پڑھا ہے:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُہُمْ و ھو اب لھم۔"

"یہ نبی مومنوں کے زیادہ قریب اور زیادہ حقدار ہیں ان کی جانوں سے اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور وہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے باپ ہیں۔"

لہٰذا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد ہیں اور نسبتِ صحبت، نسبتِ قرابت سے بھی اکمل ہے۔ اس لیے کہ نسبت قرابت نسبتِ صوریہ ہے اور نسبتِ صحبت نسبت معنویہ ہے۔ اسی لیے اہل علم کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں قرابتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے صحابیٔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا حوالہ اکمل اور اعلیٰ ہے۔

(ز)

کسی ذات اقدس سے زیادہ سلاسل طریقت کا جاری ہونا ایک فضیلت ضرور ہے لیکن موجبِ افضلیت مطلقہ نہیں ہے۔

(ح)

ملکات نفسانیہ اور کمالات خلقیہ جیسے شجاعت وقوت، قضا اور فیصلہ کرنے

میں افکار کی متانت وغیرہ میں تفوق اور برتری بھی مدارِ افضیلت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایسے اُمور میں تو اہل اسلام کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہیں اس لیے ساداتِ امت نفوس قدسیہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے باہمی تفاضل میں یہ مدارِ افضلیت کیسے ہو سکتے ہیں؟

اسی طرح بیوی اور اولاد کی خوبی بڑی سعادت ہے اور حضور نبی کریم ﷺ سے مصاہرت ایک عظیم شرف ہے لیکن موجبِ افضلیت مطلقہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ اُمور خارجیہ ہیں محاسن ذاتیہ نہیں ہیں۔ اسی لیے آج تک کسی نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل قرار نہیں دیا باوجودیکہ ان کی ازواج خاندان نبوت سے نہ تھیں جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضور نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں طیبہ طاہرہ سیدہ رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما تھیں۔

جس سے واضح ہوا کہ اگر دامادِ رسول کریم ﷺ ہونا موجب افضلیت ہوتا تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اس اعزاز کے زیادہ مستحق تھے۔

(ط)

مذہب حق اہل سنت و جماعت میں افراط وتفریط کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

اس لیے حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سب عظمتیں تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے اور ان نفوس قدسیہ میں سے کسی کے بارے میں قرآن وحدیث کی ہدایات کے خلاف محض نفسانی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے افراط وتفریط میں مبتلا ہونا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضلیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے من کل الوجوہ افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی خصائص کثیرہ ثابت ہیں ان کو تسلیم کرنا بھی لازم اور ضروری ہے۔ لیکن ان خصائص کی بنا پر آپ کی افضلیت مطلقہ کا قول کرنا آپ کے حق میں سراسر افراط اور غلو ہے، مذہب اہل سنت میں اس کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فضل کلی وفضیلت مطلقہ اور فضیلت جزئیہ وخاصہ

افضلیت مطلقہ وافضلیت جزئیہ کے معانی کا بیان:

فضائل دو قسم پر ہیں:

نمبر 1: فضائل مطلقہ وکلیہ، نمبر 2: فضائل خاصہ وجزئیہ

نمبر 1: فضائل مطلقہ وکلیہ:

وہ صفات وکمالات ہیں جن کی رو سے ان کے موصوف ومتصف پر افضل کا اطلاق کرتے وقت کسی قید خاص اور حیثیت وجہت سے مقید کرنے کی حاجت اور ضرورت ہرگز نہیں ہوتی۔ اس صورت میں وہ موصوف افضل علی الاطلاق ہے۔ فضل کلی اور فضیلت مطلقہ سے موصوف ومتصف ہونا افضیلت مطلقہ ہے۔

نمبر 2: فضائل خاصہ وجزئیہ:

وہ صفات وکمالات ہیں جن کی رو سے ان کے موصوف پر افضل کا اطلاق کرتے وقت، خاص اس صفت وکمال کی قید وحیثیت سے مقید کرنا لازم اور ضروری

ہے۔

اس لیے کہ اس صورت میں وہ موصوف، خاص اس صفت کی حیثیت سے افضل ہے اسے مطلقاً افضل کہنا جائز نہیں ہے اور ایسی فضیلت سے موصوف ومتصف ہونا افضلیت جزئیہ ہے۔ مثلاً زید متبحر عالم وفاضل ہے اور عمرو فوجی اور فنون حرب میں ماہر ہے۔ اب اگر سوال کیا جائے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ تو جواب روز روشن کی طرح واضح ہے کہ زید افضل ہے۔ اور اس وقت اس وضاحت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کہ زید عالم ہونے کی حیثیت سے افضل ہے۔

اور اگر عمرو کی فضیلت خاصہ کو بیان کرنا ہو تو کہا جائے گا عمرو فنون حرب میں ماہر ہونے کی حیثیت سے افضل ہے۔ اس صورت میں اس کی فضیلت خاصہ کی حیثیت اور قید کا حوالہ دیئے بغیر عمرو کو زید سے مطلقاً افضل کہنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فضائل وکمالات درجات شرف میں برابر نہیں ہیں بلکہ متفاوت ہیں۔ لہٰذا جب ایک شخص اعلیٰ درجہ کی فضیلت وکمال سے موصوف ومتصف ہوگا تو افضل مطلق وہی ہے۔ اور دوسرے کو افضل کہیں گے تو اس فضیلت خاصہ کی قید لگا کر نہ کہ مطلقاً۔

اس سے واضح ہوا کہ ایک جماعت میں سے افضل مطلق وہ شخص ہے جو ایسی فضیلت سے موصوف ومتصف ہو جو دوسروں کے فضائل سے اشرف واعلیٰ ہے۔ جیسا کہ مثال مذکور میں علم دین فنون حرب سے اشرف واعلیٰ ہے۔ اور اگر اس فضیلت میں ایک جماعت شریک ہو تو افضل مطلق وہ شخص ہے جو اس فضیلت میں باقی جماعت پر فائق ہے۔ یعنی جس کمال درجہ کی وہ فضیلت اس میں پائی جاتی ہے دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔

تو علمائے اعلام نے ایسی فضیلت کا نام فضل کلی اور فضیلت مطلقہ رکھا ہے اور جن فضائل کی رو سے حیثیت کی قید کے بعد افضل کہنا صحیح ہوتا ہے انہیں فضائل جزئیہ اور خاصہ کہتے ہیں۔ اب اگر ایسے افراد و اشخاص میں مفاضلہ واقع ہو جن میں سے ہر ایک خصوصیات خاصہ (وہ خصوصیات جو دوسروں میں نہیں پائی جاتیں) رکھتا ہے پھر ان میں سے ایک کو کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر افضل کہا جائے تو اس کا یہی معنی ہے کہ وہ شخص بقیہ جماعت پر فضل کلی اور فضیلت مطلقہ رکھتا ہے۔ یعنی وہ ایسی فضیلت کے ساتھ مختص ہے کہ دوسروں کی کوئی فضیلت، شرف میں اس کے برابر نہیں ہے۔

اور اگر وہ فضیلت مشترکہ ہے تو اس کے لیے جس اعلیٰ درجہ کی یہ فضیلت ثابت ہے دوسروں کے لیے ہرگز نہیں ہے۔

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے کثیر افراد کے لیے فضائل جزئیہ و خاصہ ثابت ہیں لہٰذا ان میں ہر ایک کو اس فضیلت خاصہ میں افضل کہہ سکتے ہیں لیکن اس صورت میں فضیلت خاصہ کا حوالہ دینا ضروری ہے مطلقاً افضل کہنا جائز نہیں ہے، اور یہ فضیلت محل نزاع اور موضوع بحث ہرگز نہیں ہے بلکہ محل نزاع افضلیت مطلقہ ہے جو فضل کلی اور فضیلت مطلقہ سے ثابت ہوتی ہے۔

بیان محل نزاع میں حاصل کلام:

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں کون وہ ذات اقدس ہے جو ایسی فضیلت اور بزرگی سے موصوف و متصف ہے جس کی رو سے بغیر کسی جہت اور حیثیت کی قید کے اس ذات اقدس کو علی العموم والاطلاق

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل کہیں اور اسے فضل کلی وافضلیت مطلقہ کا موصوف مانیں؟

باقی رہا یہ امر کہ وہ کونسی فضیلت اور بزرگی ہے جس میں سب پر فائق ہونا فضل کلی اور افضلیت مطلقہ ہے اوراس سے موصوف ومتصف ذات افضل علی الاطلاق ہے؟

تو جواب واضح ہے کہ چونکہ اہل اسلام کے نزدیک سب سے عظیم مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب اوراس کی معرفت ورضا کا حصول اور عند اللہ عزت وکرامت وجاہ ہے لہٰذا ان اُمور میں سب پر فائق ہونا فضل کلی اور افضلیت مطلقہ ہے اور جس ذات اقدس کو یہ اعزاز حاصل ہے وہ سب سے افضل ہے۔

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو ذات اقدس ایسی خوبیوں میں فائق ہو جو اسے اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب کریں اور اس کی رضا کا بیشتر باعث بنیں اوراس کے حضور عزت وکرامت پانے کا سبب بننے میں اشرف واعلیٰ ہوں، وہی افضل عند اللہ اور اقرب الی اللہ اور ارضی للہ واکرم عند اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کہ محل نزاع میں افضل سے یہی مراد ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ عزت وکرامت اور قرب ورضا حاصل ہے اور روحانی اعتبار سے عند اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ ومقام دوسروں سے ارفع واعلیٰ ہے۔

موضوع بحث افضلیت کے معنی پر علمائے اعلام کی تصریحات

حضرت علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ان الکلام فی الافضیلة بمعنی الکرامة عند اللہ و کثرت الثواب''

(شرح المقاصد 523/3)

علامہ قاضی عضد الدین اور محقق شریف علی بن محمد جرجانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(ومرجعها) ای مرجع الافضلیة التی نحن بصددها (الی اکثر الثواب) والکرامة عند اللہ۔''(مواقف وشرح المواقف 372/8)

امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

مولانا ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ العزیز فقہ اکبر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شرح فارسی میں فرماتے ہیں۔

بدانکہ مراد از افضلیت اکثریت ثواب واعظمیت مرتبہ است نزد اللہ تعالیٰ۔

(مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین، ص 110)

ان عبارات میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ افضلیت سے مراد، اکثریت ثواب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت وکرامت اور مرتبہ ومقام کا اعظم ہونا ہے۔

ازالۂ شبہ: بعض اہل علم نے جو کہا ہے کہ افضلیت بمعنی اکثریت ثواب، موضوع بحث اور محل کلام ہے۔

اس میں اور گزشتہ عبارات میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لیے کہ قرآن وحدیث کی متعدد نصوص سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ بندہ جب شریعت مطہرہ کی

پابندی کا التزام اور اعمال صالحہ بکثرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قرب ووجاہت اور عزت وکرامت بخشتا ہے اور زیادتِ انعام کے لیے جنت کے مقامات رفیعہ بھی عطا فرمائیگا۔

اور ثواب اس جزا کو کہتے ہیں جو بندہ اپنے عمل صالح پر پائے۔علامہ عبد العزیز پرہاروی قدس سرہ العزیز نے شرح العقائد کی عبارت: ''ان ارید بالافضلیة کثرۃ الثواب'' کے تحت فرمایا:

''ای کثرۃ الجزاء علی اعمال الخیر من الدرجات الرفیعة فی الجنان و کثرۃ التقرب الی الرحمن'' (نبراس ص 490)

یعنی کثرتِ ثواب سے مراد ہے: کثرتِ جزاء اعمالِ خیر پر، جنت میں درجاتِ رفیعہ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب زیادہ ہونا۔،،

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب ووجاہت اور عزت وکرامت کو ثواب کہنا بالیقین درست ہے۔اس سے واضح ہوا کہ عند اللہ عزت وکرامت اور قرب ووجاہت زیادہ ہونا اور کثرتِ ثواب، دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔لہٰذا جن علمائے اعلام نے اکثریت ثواب کو مدارِ افضلیت قرار دیا ہے تو ثواب سے ان کی مراد، عند اللہِ تعالیٰ عزت وکرامت اور قرب ووجاہت کا زیادہ ہونا ہے اور زیادتِ انعام کے لیے جنت کے درجات رفیعہ بھی۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے خوب عیاں ہوگیا کہ معنی افضلیت کے بیان میں عباراتِ علماء اعلام میں صرف عنوان اور تعبیر مختلف ہے مقصود ومراد ایک ہی ہے۔و للہ الحمد

البتہ محض زیادتِ اجر، افضلیت مطلقہ کے ثبوت کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ علمائے اعلام نے تصریح کی ہے۔

مسئلہ افضلیت کے بارے میں ایک نئی تحقیق کا بیان:

بحمد اللہ تعالیٰ افضلیت مطلقہ کے معنی کی وضاحت سے تفضیلیہ کی ایک نئی تحقیق کی حقیقت بھی بے نقاب ہوگئی ہے۔ تفضیلیہ نے یہ دھوکا دہی اور دھاندلی شروع کررکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عزت وکرامت اور روحانی مرتبہ ومقام کے لحاظ سے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور بحیثیتِ خلیفہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما افضل ہیں اس لیے کہ انہوں نے خدماتِ خلافت نہایت خوش اُسلوبی سے سرانجام دی ہیں۔

اور بعض یوں کہہ رہے ہیں کہ روحانی اور باطنی خلافت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور دنیاوی اور ظاہری خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

ایسے لوگوں کی اصلاح کے لیے مزید گزارشات ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔ سردست صرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ یہ کوئی تحقیق نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی غلطی ہے، جس کی سنیت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

کیونکہ جب اختلاف ہی صرف اس امر میں ہے کہ عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور روحانی مرتبہ ومقام میں کون افضل ہے؟ تو اہل سنت وجماعت کے نزدیک بالاجماع افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد جمہور اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

روافض اور تفضیلیہ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں۔

جبکہ تفضیلیہ کی اس نئے رائے کے مطابق تو سرے سے نزاع اور اختلاف ہی ختم ہو گیا۔

ان محققین سے جواب طلب سوال یہ ہے:

کیا فریقین (اہل سنت و جماعت اور شیعہ وغیرہ) صدیوں سے خواہ مخواہ ہی مسئلہ افضلیت میں اختلاف اور نزاع میں پڑے ہوئے ہیں۔ جبکہ متنازع فیہ امر، امر واحد اور متعین ہی نہیں ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا یہ فریقین کی تجہیل نہیں ہے؟

مسئلہ افضلیت میں بیانِ مذاہب:

مذہب اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ بعد از انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور ان حضرات میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اِجماع اہل سنت ہے۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ باقی تمام سے افضل ہیں۔

البتہ بعض اہل علم کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عثمان ذوالنورین سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما اور بعض ان دونوں حضرات میں توقف کے قائل ہیں جبکہ روافض

اور تفضیلیہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں۔

افضل علی الاطلاق کے تعین کا طریقہ:

بیان محل نزاع اور موضوع بحث کے بعد اثبات مدعیٰ کا مختصر بیان یہ ہے کہ افضل علی الاطلاق کے تعین کے لیے دو طریقے ہیں:

نمبر 1: نصوص شرعیہ میں اس امر کی تصریح ہو کہ فلاں افضل و اعلیٰ اور اکرم ہے۔ یہ طریقہ قطع نزاع کے لیے زیادہ مفید ہے کیونکہ شارع کی نص اور تصریح کے بعد کسی کے لئے انکار کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

نمبر 2: استدلال و استنباط و تالیف مقدمات اور تتبع احوال و اعمال کے ذریعے افضل کا تعین۔

دوسرے طریقہ کے بارے میں امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

پس ما نحن فیہ میں طریقۂ استدلال یہ ہے کہ مدعی لہ کا ایک فضیلت میں نصاً خواہ استنباطاً اپنے ماوراء سے امتیاز، پھر اس خاصہ کا تمام مفضولین سے زیادتِ قرب و کثرتِ وجاہت عند اللہ کا موجب ہونا ثابت کیا جائے۔ اگر یہ دونوں مقدمے حسب مراد منزلِ ثبوت تک پہنچ گئے دلیل تمام ہو کر احقاق حق والزام خصم کر دے گی۔ اس میدان میں آ کر سنیہ و تفضیلیہ دو راہ ہو گئے۔ اہل تفضیل قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال ہوائے تخیل میں بے پر کی اڑانے لگے کہیں مجرد بعض صفات سے اختصاص کو فضل کلی کا مدار ٹھہرایا، کہیں کثرتِ فضائل (تا) کبھی شرفِ نسب و علوِ حسب و کرامتِ

صہر ونفاستِ عیال پر نظر ڈالی (تا) سنیوں کا مرجع ماویٰ ہر بات میں حدیث شریف و قرآن اشرف اور مقامِ شرح وتفسیر میں پیشوا ومقتدا کلماتِ اکابر سلف۔

اب ہم گلچین نظر کو ان باغوں میں اجازت گلگشت دیتے ہیں تو اشیائے متعددہ کو اس دائرہ کا مرکز پاتے ہیں آیۃ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تو نص جلی ہے کہ مدارِ افضلیت زیادتِ تقویٰ ہے اور بیشتر احادیث واخبار بھی اسی کے مثبت اور آیۃ کریمہ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ میں سبقت الی الخیرات اور آیۃ کریمہ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اور بعض احادیث واکثر محاوراتِ صحابہ میں سوابق اسلامیہ اور زمانۂ غربت وشدتِ ضعف میں دین کی اعانت اور احادیث کثیرہ مرفوعہ وموقوفہ میں فضل صحبت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بعض اقوالِ علماء میں کثرت نفع فی الاسلام اور مواضع اُخر میں ان کے سوا اور اُمور کو بھی مناطِ تفضیل ومابہ الافضلیت قرار دیا (تا) لیکن غور کامل وفحص بالغ کو کام فرمائیے تو درحقیقت کچھ اختلاف نہیں۔ اصل مدار ونقطۂ پرکار ان سب امور کا واحد ہے جس منبع سے یہ سب نہریں نکل کر پھر اسی کی طرف لوٹ جاتی ہیں، وہ کیا ہے؟ یعنی کمالِ قوت ایمان کہ ایک صفت مجہولۃ الکیفیت ہے جو قلب مومن پر کنوزِ عرش سے فائض ہوتی ہے (تا) پس لاجرم جسے اس صفت میں مزیت ہوگی وہی کمالِ خوف وخشیت الٰہی وامتثالِ اَوامر واجتناب نواہی میں گوئے سبقت لے جائے گا، اور یہی روح معنی وصورتِ تقویٰ ہے اور پُر ظاہر کہ ایسے شخص کا بسبب قوتِ انبعاث داعیۂ خیر کے سابق الی الخیر ہونا لازم، اور جب سباق الی الخیر ہوا تو اسلام کو نفع بھی اسی سے زیادہ پہنچے گا اور حکمتِ الٰہی تقاضا کرے گی کہ ایسے ہی لوگوں کو سلطانِ

رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا مونس ورفیق ووزیر ومشیر کیا جائے اور ابتدائے اسلام میں جو وقت نہایت ضعف وکثرتِ اعداء ومزلتِ اقدام وتراکم آلام اور دلوں کے ہل جانے اور جگروں کے کانپ اٹھنے کا تھا۔۔۔اسلام کے حفظِ ناموس کو گلہائے ''نحن انصار اللہ'' کا سہرا انہیں کے۔۔۔سوابق اسلامیہ کا بھی یہی منشا اور سوابق اسلامیہ پھر کثرتِ نفع فی الاسلام ہی کی خبر دینگے بالجملہ یہ سب اُمور ایک دوسرے سے دست وبغل ہیں۔(مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین،ص116 تا118)

حضرت نے عبارت مذکورہ میں جس لطیف انداز میں اس مقام کو بیان کیا ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔

استدلال واستنباط کے ذریعے افضل علی الاطلاق کے تعین کے بارے میں تفضیلیہ کی سینہ زوری اور محل نزاع وموضوع بحث سے خروج ایک حقیقت واقعیہ ہے جیسا کہ ان کی کتب سے خوب واضح ہے۔جبکہ اس کے برعکس اہل حق کا نصب العین قرآن وحدیث ہے۔حضرت نے مدارِ افضلیت کے بارے میں مختلف اقوال کے درمیان نفیس تطبیق وتوفیق بیان کی ہے۔زیادتِ تقویٰ کا مدارِ افضلیت ہونا چونکہ نص قرآنی:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ۔

اور بہت ساری احادیث مبارکہ میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے اس لیے اکثر علمائے اعلام کے کلام میں افضل الامت وافضل الصحابۃ کا تعین اسی مدارِ افضلیت پر ہے،لیکن عبارت منقولہ میں زیادت تقویٰ ودیگر صفات کمال کی اساس وبنیاد اور منبع ومخزن کو بھی بیان کردیا ہے۔جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

نوٹ: فقیر راقم الحروف نے تمہیدی معروضات میں بدر المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز اور امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا قادری رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحقیق سے کافی استفادہ کیا ہے۔ رفع اللہ درجاتہما وافاض علینا من برکاتہما۔

مسئلۂ افضلیت کا اجمالی بیان:

افضلیتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ اور احادیثِ نبویہ متواترۃ المعنیٰ سے ثابت ہے اور اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ومن بعدھم تمام اہلسنت کا اجماع بھی ہے اور حضرات اکابر و مجتہدین تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک زیر بحث افضلیت یعنی روحانی مرتبہ ومقام اور عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور قرب ووجاہت میں باقی تمام امت مسلمہ پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت قطعی ہے جیسا کہ بحیثیت خلیفۂ راشد بھی ان کی افضلیت قطعی ہے، تفصیلی دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ البتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسکی قطعیت اور وجوہِ افضلیت کا بیان ملاحظہ کریں چنانچہ رقمطراز ہیں:

نکتہ اُولیٰ:

مسئلۂ افضلیت شیخین در ملت اسلامیہ قطعی است واینجا قطع حاصل می شود بدو وجہ یکی تعدد طرق حدیث تا آنکہ اصل مسئلہ متواتر بالمعنی شود مانند سخاوت حاتم وشجاعت رستم دیگر حفوف قرائن زیرا کہ خبر واحد بسبب حفوف قرائن بسر حد یقین می رسد (تا) ہمچنیں احادیثِ افضلیتِ شیخین محفوف است بقرائن بسیار وایں قرائن دونوع تواند بود یکی ادلہ ظنیہ وخطابیہ کہ موافق باشند در اصل مقصد ہایں خبر واحد ازانجملہ عمومات کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در فضیلت مہاجرین

ومجاہدین (تا) دیگر فروع افضلیت کہ امت مرحومہ قولا وفعلا باآں آشنا شدہ اند ودر ہر محل وہر موطن افضل ہذہ الامۃ وخیر ہذہ الامۃ گفتہ اند (تا)

نکتہ ثانیہ:

چوں استقراکنیم احادیث راکہ در افضلیت شیخین وارد شدہ مدار افضلیت چہار خصلت رامی یابیم:

یکی: در مرتبہ علیا از مراتب امت بودن صدیقیت وشہیدیت عبارت ست ازآں۔

دوم: اعانتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وترویج اسلام در وقت غربت او امن الناس علی ابوبکر واسانی بمالہ ونفسہ، وعزتِ اسلام کہ از خصائص عمر ست اشارہ است باآں۔

سوم: اتمامِ کارہای مطلوب از نبوت بدست ایں ہر دو عزیز رؤیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در قصہ مقالید وقصۂ آب کشیدن از بیر نمایشی ست ازآں۔

چہارم: علو درجات ایشاں در معاد سیدا کھول اھل الجنۃ واقامت درغرف عالیہ (تا) بیانی ست ازاں۔ وایں خصلت ہرگز جدانمی تواند شد از یکی از خصال ثلثہ زیراکہ اکثریت ثواب یابسبب صفات نفسانی است یابسبب اعزاز اسلام ونصرت او یابسبب اتمام کارہای نبوت۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج اول ص 301-302)

نکتہ اُولیٰ: مسئلۂ افضلیت شیخین ملت اسلامیہ میں قطعی ہے اور

اس جگہ قطع اور یقین دو وجہ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

ایک وجہ: تعدد طرقِ حدیث یہاں تک کہ اصل مسئلہ متواتر بالمعنی ہو جاتا ہے سخاوتِ حاتم اور شجاعتِ رستم کی مانند۔

دوسری وجہ: احاطۂ قرائن، اس لیے کہ خبر واحد بسبب احاطۂ قرائن کے یقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے (تا) اسی طرح افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی احادیث کا بہت سارے قرائن نے احاطہ کیا ہوا ہے اور یہ قرائن دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔

ایک قسم: ادلہ ظنیہ وخطابیہ جو اصل مقصد میں اس خبر واحد کے موافق ہوں، انہیں سے ہیں عمومات کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فضیلتِ مہاجرین ومجاہدین میں ہیں۔ (تا)

دوسری قسم: فروع افضلیت کہ اُمت مرحومہ قولاً اور فعلاً ان سے آشنا اور واقف ہو چکی ہے اور امت مرحومہ نے (بوقت ضرورتِ بیان، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں) ہر محل اور مقام میں "افضل ھذہ الامۃ وخیر ھذہ الامۃ" کہ اس امت کے سب سے افضل اور اس امت کے سب سے بہترین فرد، کہا ہے۔ (تا)

نکتہ ثانیہ: جب ہم ان احادیث مبارکہ کا استقراء اور تتبع کرتے ہیں جو افضلیتِ شیخین کریمین میں وارد ہوئی ہیں تو مدارِ افضلیت چار خصال کو پاتے ہیں۔

اول: مراتبِ اُمت میں سے مرتبہ علیا میں ہونا۔ صدیقیت اور شہیدیت اسی سے عبارت ہے۔

دوم: حضور نبی کریم ﷺ کی اعانت اور ترویج اسلام اس کی غربت کے وقت میں ''امن الناس علی ابوبکر واسانی بمالہ ونفسہ'' مجھ پر سب لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں انہوں نے اپنے مال اور جان کے ساتھ میری غمخواری اور مدد کی ہے۔ اور عزتِ اسلام (غلبۂ اسلام) جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خصائص سے ہے اسی مرتبہ علیا کی طرف اشارہ ہے۔

سوم: نبوت سے جو کام مطلوب ہیں ان کا اتمام (پورا کرنا) انہیں دونوں عزیزوں کے ہاتھ کے ساتھ ہے۔ قصہ ء مقالید ومفاتیح اور کنویں سے پانی کھینچنے والے قصہ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کا خواب، اسی کا اظہار ہے۔

چہارم: معاد اور آخرت میں ان کے درجات کا بلند ہونا، سیدا کھول اھل الجنۃ (حضرات) ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ماسوائے انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام جنتی بزرگوں (اور جوانوں، جیسا کہ دوسری روایت میں صراحت ہے) کے سردار ہیں اور جنت کے بلند بالاخانوں میں اقامت (تا) اسی کا بیان ہے۔ اور یہ خصلت خصالِ ثلثہ مذکورہ میں سے ایک سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتی اس لیے کہ اکثریتِ ثواب یا تو بسبب صفات نفسانی کے ہے یا بسبب اعزازِ اسلام اور اس کی نصرت کے یا بسبب اتمامِ کارہائے نبوت کے ہے۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء)

عبارت منقولہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ملت اسلامیہ میں قطعی مسئلہ ہے اور یہی حق وصواب ہے جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے کی تصریح کی ہے جو کہ ثقہ راویوں کی روایت سے آپ سے مروی ہے۔

پھر اس مسئلہ کے قطعی ہونے کی دو وجہ بیان کی ہیں اور دوسرے نکتہ میں بیان کیا ہے کہ اس مسئلہ سے متعلقہ احادیث مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مدارِ افضلیت چار خصلتیں ہیں جبکہ یہ بھی ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ مجموعی طور پر یہ چاروں خصال جس قدر نمایاں شان سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی ذوات مقدسہ میں پائی جاتی ہیں دوسرے کسی صحابی میں نہیں پائی جاتیں۔

بالخصوص غربتِ اسلام کے زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ اعانت اور ترویجِ اسلام اور اعزازِ اسلام، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں، شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے وہ خصائص ہیں جن کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جسے اوائل دور اسلام کی خبر ہی نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے اور بعد میں اسلام اور اہل اسلام کے حال میں تفاوت کون نہیں جانتا؟ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے اور بعد میں ہر دور میں بے مثال رہی ہیں اور اتمامِ کارہائے نبوت، بالخصوص اپنے زمانہ خلافت میں، یہ بھی وہ اعزاز ہے کہ جس شان سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے ثابت ہے دوسرے کسی صحابی کے لیے ثابت نہیں ہے۔

جبکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تو اہل اسلام کے باہمی اختلافات میں گزرا اور ہجرت سے قبل بالخصوص اسلام کے ابتدائی ادوار میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر ہی تھوڑی تھی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت میں تھے اور ہجرت

کے بعد مالی خدمات تو بوجہ مالی وسعت نہ ہونے کے نمایاں نہیں ہیں لیکن جانی خدمات عظیم الشان ہیں جبکہ اسلام کے اس دور میں بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی جانی اور مالی دونوں طرح کی خدمات عظیم الشان ہیں تو ان حقائق کے ہوتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی افضل اور اعلیٰ قرار دینا اہل انصاف کے لئے تو ممکن نہیں ہے۔

اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا امت مرحومہ کے روحانی مراتب کے اعتبار سے مرتبہ علیا پر فائز ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس پر تمام اہل حق کا اجماع اور اتفاق ہے اس لیے کہ آخرت میں ماسوائے حضرات انبیاء کرام و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام اہل جنت بزرگوں اور جوانوں کا سردار ہونا متعدد احادیث مبارکہ مرفوعہ میں بیان کیا گیا ہے اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف کسی صوفی کے خیالات اور اوہام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے انحراف کی گنجائش مذہب اہل سنت میں ہرگز نہیں ہے۔

ضروری تنبیہ:

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے ثبوت پر قرآنی آیات کے ساتھ بلاشبہ احادیث متواترۃ المعنیٰ تو ہیں ہی، بفضلہٖ تعالیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر بعض احادیث متواترۃ اللفظ بھی ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین

باب اول

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ثبوت قرآن کریم سے

پہلے افضل الامت علی الاطلاق کی افضلیت کا بیان پھر دونوں نفوس قدسیہ کی افضلیت کا بیان:

امیر المؤمنین امام الصدیقین سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ سے ثابت ہے۔

پہلی آیت مبارکہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلیل:

قال اللہ تعالیٰ:

''وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَى ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ﴿٢١﴾''

(سورۃ اللیل)

''اور (جہنم سے) دور رکھا جائے گا وہ بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے مگر اپنے برتر پروردگار کی رضا کی طلب اور بیشک عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔ (سورۃ اللیل)''

حضرت امام فخر الدین رازی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابوبکر رضی اللہ عنہ۔''

(تفسیر کبیر 32/204)

''ہم تمام مفسرین اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ (مذکورہ آیات مقدسہ حضرت امام الصدیقین والمتقین سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔اور) ''اتقی'' سے مراد حضرت سیدنا امام المتقین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

جبکہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط۔'' (الحجرات)

''بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا (وہ ہے جو) تمہارا بڑا پرہیز گار ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں زیادہ کرامت اور بزرگی والا وہ شخص ہے جو تم سب میں زیادہ تقویٰ والا ہے

جب اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ تم میں سے جو تقویٰ میں سب سے فائق اور اعلیٰ مقام پر فائز ہے وہ عند اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کرامت اور بزرگی والا ہے۔

تو نتیجہ خوب واضح ہے کہ جب باجماع مفسرین اہل سنت قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں الاتقی کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری آیت کے مطابق جو اتقی ہے وہ اکرم عند اللہ ہے لہٰذا اُمت مرحومہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکرم عند اللہ تعالیٰ ہے۔

اور یہ بات تو دین متین کا ادنیٰ خادم بھی جانتا ہے کہ اکرم عند اللہ اور افضل عند اللہ میں صرف عنوان اور تعبیر میں فرق ہے کیونکہ جو اکرم عند اللہ ہے وہی افضل ہے اور جو افضل ہے وہی اکرم عند اللہ ہے۔

توقرآن کریم کی دونوں آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت مرحومہ میں اکرم عند اللہ تعالیٰ اور افضل عند اللہ تعالیٰ ہیں۔ وللہ الحمد

نوٹ: آیت مذکورہ میں اتقی کا اپنے معنی تفضیلی میں ہونا اور اس سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہونا اور اس آیت سے ان کے افضل الامت ہونے پر استدلال کے خلاف بعض معاصرین کے شبہات اور مغالطات کا ازالہ، ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں کیا جائے گا۔

فائدہ:

ارشاد باری تعالیٰ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ افضلیت: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت وکرامت وقدر ومنزلت اور وجاہت زیادہ ہونا ہے۔

لہٰذا بعض لوگوں کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو صرف بحیثیت خلیفہ راشد ہونے کے افضل ماننا، باطل اور مردود ہے اور ایسے لوگ درحقیقت افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر ہیں کیونکہ وہ عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور قدر ومنزلت کی زیادتی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے ہیں۔

اور اس ارشاد باری تعالیٰ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو لوگ حسب ونسب اور اس طرح کے دوسرے اُمور کو دلیلِ افضلیت قرار دیتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ حسب ونسب کا عالی ہونا ایک شرف ضرور ہے لیکن عند اللہ افضلیت کا مدار نہیں ہے۔

دوسری آیت مبارکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر دلیل:

’’قال اللہ تعالیٰ: ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ۔،، (سورۃ فاطر آیت نمبر 32)

’’پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں اپنے بندوں میں سے ہم نے چن لیا تو کوئی ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی اعتدال پسند اور ان میں بعض لوگ نیک کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں اللہ کے حکم سے،، یہی بڑا فضل ہے۔،، (سورۃ فاطر)

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تین قسمیں فرمائی ہیں یعنی یہ امت تین گروہوں میں تقسیم ہے بعض ظالم لنفسہ، بعض مقتصد اور بعض سابق بالخیرات۔ ان میں سے تیسرا گروہ اعلیٰ مرتبہ ومقام والا ہے فضل کبیر انہی کا حصہ ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بنسبت باقی امت کے اسی قسم میں داخل ہیں اور بلا شک وشبہ باقی ساری امت سے وہ افضل واعلیٰ ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے افضل اور عند اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عزت وکرامت ووجاہت اور مرتبہ ومقام والے کون ہیں؟ تو یہ جاننا کچھ مشکل نہیں ہے اس لیے کہ اس تیسری جماعت کی افضلیت کی علت تو آیت مبارکہ ہی سے واضح ہے وہ ہے سبقت بالخیرات تو جو ذات اقدس حسنات اور نیکی کے کاموں میں سب سے سبقت لے گئی وہی سب سے افضل ہے اور وہ حضرت امام الصدیقین والمتقین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے حتی کہ اس جماعت قدسی

صفات صحابہ کرام میں ان کا لقب سباق بالخیر ہے۔اور کسی بھی منصف مزاج انسان کے لیے اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سباق بالخیر حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلامی تاریخ سے باخبر انسان بخوبی جانتا ہے کہ نبوت سے مطلوب کاموں کا اتمام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جس شان سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے دوسرا کوئی نہ کرسکا۔قبول اسلام کے فوراً بعد انتہائی نازک حالات میں غلبۂ اسلام و اہل اسلام اور حمایتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کی مساعی جمیلہ وہ خیرات وحسنات ہیں جولاکھوں حسنات کا منبع ہیں اور جس شان سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان خیرات وحسنات کی طرف سبقت کی ہے وہ ان کے خصائص سے ہے اور اس مرحلہ کے بعد بھی عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور اس کے بعد بھی ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کارنامے سب سے عظیم ہیں۔

لہٰذا آیت مذکورہ سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الصحابۃ اور افضل الامت علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا افضل الصحابۃ اور افضل الامت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

وللہ الحمد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سباق بالخیر ہیں:

جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سباق بالخیر ہونے کا مسئلہ ہے تو حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس شان کا برملا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

وہ ذات اقدس جن کی رائے کو وحی الٰہی سے موافقت کی سعادت بار بار حاصل ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اقدس کے مطابق جن کی زبان مبارک پر اللہ تعالیٰ نے حق رکھ دیا ہے یعنی امیر المؤمنین امام المتقین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یوں مخاطب ہوئے:

"انك لسباق بالخیر۔" (مسند ابی یعلی)

"بیشک آپ سباق بالخیر (نیکیوں میں بہت سبقت لے جانے والے) ہیں"

اور سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں ایک طویل حدیث میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان مبارک بھی ہے۔

"ان اولی الناس بامر رسول الله صلی الله علیه وسلم بعده ثانی اثنین اذهما فی الغار ابوبکر السباق المبین۔ (کنز العمال)

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ مستحق ثانی اثنین ہیں جب وہ دونوں غار میں تھے، ابوبکر سباقِ مبین (ابوبکر رضی اللہ عنہ نیکیوں میں بہت سبقت کرنے والے جن کا اس شان سے موصوف ومتصف ہونا واضح اور روشن ہے۔)

امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت امام

الصدیقین سیدنا صدیق اکبر کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے: ''السباق یذکرون السباق،،
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سباق (نیکیوں میں خوب سبقت لے جانے والے) ہیں، وہ
(حاضرین مجلس) سباق کا ذکر کر رہے ہیں۔

نیز امیر المؤمنین حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا الیہ ابو بکر''

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد 29/9)

''اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم نے
جب بھی کسی نیکی اور خیر کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کرنا چاہی تو حضرت
ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اس کی طرف ہم سب سے سبقت لے گئے۔،،

فائدہ:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام مبارک میں صرف اپنی ذات یا کسی
دوسرے مخصوص صحابی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خیر کی طرف سبقت کرنے کا
تذکرہ نہیں کیا بلکہ جمع متکلم کے صیغے بولے ہیں جن سے تمام جماعت صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مراد ہے یعنی جماعت صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ ہمیشہ ہر خیر کی طرف سبقت لے گئے۔

اور یہ امر واضح ہے کہ جو نیکی کے کاموں میں سے سبقت لے گئے وہی سب
سے افضل ہیں لہٰذا افضل الامت اور افضل الصحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور
ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ وللہ الحمد

تیسری آیت مبارکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر دلیل:

قال اللہ تعالیٰ:

''لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۗ أُولٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۗ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔'' (الحدید، آیت نمبر 10)

''برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے مال خرچ کیا فتح (مکہ) سے پہلے اور قتال کیا وہ لوگ ان مومنین سے درجہ میں بہت عظیم ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد اپنے مال خرچ کیے اور قتال و جہاد کیا، اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب خبر دار ہے۔'' (الحدید)

یہ آیت مقدسہ نہ صرف افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر روشن دلیل ہے۔

وہ اس طرح کہ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ (تا) وَقٰتَلُوْا فرمان باری تعالیٰ نے عبارۃ النص اور اپنے منطوق اور صریح مفہوم کے اعتبار سے فتح مکہ سے پہلے اسلام اور اہل اسلام کی مدد کے لیے اپنے مال خرچ کرنے اور قتال و جہاد کرنے والے صحابہ کرام کے درجات کا فتح مکہ کے بعد قتال و جہاد اور مال خرچ کرنے والوں کے درجات سے بہت عظیم ہونا بیان کیا ہے اور اس کلام پاک سے فریقین کے درجات میں تفاوت اور پہلے مقدس گروہ کے درجات کی بلندی کی وجہ بھی خوب واضح ہے جس سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہے۔ وہ اس طرح کہ فتح مکہ سے پہلے کا دور بہ نسبت بعد والے دور کے اسلام کے ضعف اور اہل اسلام کے لیے قلت

اسباب اور تنگی کا دور تھا اس لیے اس وقت فی سبیل اللہ مال خرچ کرنا اور اسلام کے دشمنوں سے قتال و جہاد کرنا، قوت اسلام اور اہل اسلام کے لیے وسعتِ اسباب اور کثرت مال کے دور میں مال خرچ کرنے اور قتال و جہاد کرنے سے بداہۃً افضل ہے بایں وجہ فتح مکہ سے پہلے جہاد و قتال اور اسلام کی سربلندی و اہل اسلام کی اعانت کے لیے مال خرچ کرنے والے صحابہ کرام بعد کے زمانہ میں یہ اعمال کرنے والوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ کیونکہ ضرورت اور حاجت کی شدت کے زمانہ میں اسلام اور اہل اسلام کی نصرت اور مدد کرنا قطعاً اور یقیناً افضل ہے بہ نسبت کم ضرورت اور حاجت کے زمانہ میں یہ اعمال کرنے سے، تو اس مدارِ افضلیت کی روشنی میں یہ حقیقت خوب واضح ہے کہ فتح مکہ سے پہلے قتال و جہاد کرنے اور اموال خرچ کرنے والوں میں سے جس نے جس قدر زیادہ ضرورت اور حاجت کے زمانہ میں قتال و جہاد اور اموال خرچ کیے ہیں وہ زیادہ مرتبہ اور مقام اور عظمت و فضیلت والا ہے۔

تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما نے صرف فتح مکہ سے پہلے ہی نہیں بلکہ ہجرت سے بھی بہت پہلے اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ بے بسی کی انتہاء تھی، عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا ہے اور اسلام کے سب سے پہلے مبلغ ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت فرمانے کے ساتھ ہی جب تمام کفار و مشرکین آپ کے دشمن بن گئے اور جو شخص اسلام قبول کرتا اس پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی جاتی تو بعثت کے بالکل اوائل دور میں ایسے سنگین حالات میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع اور کمزور مسلمانوں کی اعانت اور اسلام کی تبلیغ میں جانی و مالی ایسی بے مثال خدمات سرانجام

دی ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں کفار ومشرکین کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر ایسا عظیم صبر کیا ہے جو جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں انکی امتیازی شانیں ہیں۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے سات سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے سے قبول اسلام کے ساتھ ہی دین حق کی اعانت اور اس کا اظہار واعلان اور اسلام واہل اسلام کی نہایت کمزوری کے زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر اہل اسلام کا دفاع اور کفار کا مقابلہ بے مثال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پہلے کی طرح بے بسی کا دور نہ رہا اگر کوئی کافر مسلمانوں پر زیادتی کرتا تو بدلہ لے لیتے۔ بیت اللہ کے پاس نمازیں علانیہ پڑھتے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مولا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا ہی غلبۂ اسلام کے لئے کی تھی۔

تو آیت مذکورہ میں قائم کردہ مدارِ افضلیت کی روشنی میں بلاشک وشبہ حضرات صحابہ کرام رضوان للہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ افضل الصحابۃ اور افضل الامت ہیں۔ وللہ الحمد

چوتھی آیت مبارکہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر دلیل:

قال اللہ تعالی:

''فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔''(سورۃ التحریم)

''پس بیشک اللہ ان کا مولیٰ (مددگار) ہے اور جبریل اور نیک ایماندار اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔'' (سورۃ التحریم)

حضرات صحابہ کرام و من بعدہم میں سے جلیل القدر مفسرین کرام کے نزدیک آیت مذکورہ میں ''صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' سے مراد حضرات شیخین کریمین سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرات صحابہ کرم سے حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت بریدہ اسلمی، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین عظام سے حضرت سعید بن جبیر، حضرت عکرمہ، حضرت میمون بن مہران، حضرت حسن بصری، حضرت مقاتل بن سلیمان وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ (اور یہ حضرات ہمیں مقتدا کافی ہیں) بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت یہ روایت کی ہے۔

''وصالح المؤمنین ابوبکر و عمر'' یعنی ''صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کے بعد ابوبکر و عمر، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں داخلِ قرآن ہے۔ (قرآن کریم کا حصہ ہے)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

در سورۃ تحریم قراءۃ ابی بن کعب ایں بود کہ ''وصالح المؤمنین ابوبکر و

عمر ‘‘عن ابن عباس قال كان ابی یقرأھا ’’وصالح المؤمنین ابوبکر و عمر’’۔

وسواد اعظم از مفسرین صالح المومنین را بایں ہر دو بزرگ تفسیر کردہ اند

’’قال ذلك من الصحابة ابن مسعود و ابن عباس و بریدة الاسلمی و ابو امامة و من التابعین سعید بن جبیر و عکرمة و میمون بن مهران والحسن البصری و مقاتل بن سلیمان و کفی بهم قدوة۔’’

(ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، ج1 ص 300)

وجہ استدلال خوب واضح ہے کہ بلاشبہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صلاح اور نیکی والی شان سے موصوف و متصف ہیں لیکن اس کے باوجود خصوصیت سے حضرت سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو ’’صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ‘‘ کے وصف کے ساتھ ذکر کرنا اس حقیقت کو روشن کر رہا ہے کہ اس وصف میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضلیت حاصل ہے۔

اور بندۂ مومن میں صلاح والی صفت، عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت کا سبب ہے، تو جن نفوس قدسیہ کو اس صفت میں افضلیت حاصل ہے اُن کے لیے عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور وجاہت میں افضلیت ثابت ہے۔ وللہ الحمد

دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں مولیٰ بمعنی ناصر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور مدد افضل اعمال سے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنا ذکر فرمایا پھر حضرت جبریل علیہ السلام کا پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا، تو اس سے واضح ہوا کہ حضرات صحابہ کرام میں جس شان کی نصرتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے وہ کسی کو میسر نہیں ہے۔ لہٰذا وہ نفوس قدسیہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

افضل ہیں۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ نمبر 1:

بعض مفسرین نے "صالح المومنین" کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے تو قطع نظر اس سے کہ اس قول کی فنی حیثیت کیا ہے، تفضیلیہ نے اس آیت سے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر استدلال کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ (مواقف وشرح مواقف 369/8)

جبکہ سوادِ اعظم کے نزدیک "صالح المؤمنین" کا مصداق حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ لہٰذا اس آیت مبارکہ سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر استدلال میں اہلسنت و جماعت حق بجانب ہیں۔

ضروری تنبیہ نمبر 2:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مولیٰ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو صاحبِ زبدہ نے خارجی قرار دیا ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیا ہے (زبدہ، ص 150) امام سیوطی قدس سرہ العزیز کی اصل عبارت اور اس دھاندلی کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں آئے گی۔ سردست صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ ائمہ اعلام نے حضرت عکرمہ پر کیے جانے والے اس طعن کی بڑے اہتمام سے تردید کی ہے۔ ملاحظہ کریں: ہدی الساری از شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز۔ لہٰذا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بلاشک وشبہ سنی العقیدہ ائمۂ ہدیٰ سے ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین

پانچویں آیت مبارکہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر دلیل:

قال اللہ تعالیٰ:

''یَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ۔ (سورۃ المجادلۃ)

اللہ بلند فرمائے گا درجات ان کے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے۔(سورۃ المجادلۃ)

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علم بھی ایمان کی طرح رفعِ درجات کا سبب ہے۔اور زیادتِ سبب، زیادتِ مسبب کا باعث ہوتی ہے تو لامحالہ جس قدر علم زیادہ ہوگا تو درجات کی رفعت کا باعث بنے گا۔

جبکہ احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرات صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔جس سے نتیجہ واضح ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔و للہ الحمد

ضروری تنبیہ:

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیات کثیرہ سے ثابت ہے ۔لیکن فقیر راقم الحروف اختصار کے پیش نظر صرف انہیں آیات مقدسہ پر اکتفاء کرتا ہے۔

شبہات و مغالطات اور وساوس کا ازالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں کیا جائے گا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

باب دوم

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ثبوت احادیث مبارکہ سے:

پہلے افضل الامت علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت، پھر دونوں نفوس قدسیہ کی بالترتیب افضلیت پر احادیث پیش کی جائیں گی۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر احادیث مبارکہ متواترۃ المعنی ہیں۔

فقیر راقم الحروف اثباتِ مدعی کے لیے ان میں سے بعض احادیث مبارکہ سپرد قلم کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق

حدیث نمبر 1:

"حدثنا احمد قثنا وھب بن بقیۃ الواسطی قثنا عبداللہ بن سفیان الواسطی عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء قال:

رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امشی امام ابی بکر فقال:

یا ابا الدرداء اتمشی امام من ھو خیر منک فی الدنیا والآخرۃ؟

ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر۔" (فضائل الصحابۃ 1/188)

"وعن ابی الدرداء قال:

رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال:

لا تمش امام من ھو خیر منک، ان ابابکر خیر ممن طلعت علیہ

الشمس اوغربت"۔

رواہ الطبرانی وفیہ: بقیۃ وھو مدلس، وبقیۃ رجالہ وثقوا۔"
(مجمع الزوائد 24/9)

"حدثنا جعفر بن محمد الفریابی قثنا محمد بن مصفی الحمصی قثنا بقیۃ بن الولید عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء قال:

رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال:

لم تمشی امام من ھو خیر منک؟ ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت"(فضائل الصحابۃ 190,189/1)

"و اخرج عبدالرحمن بن حمید فی مسندہ و ابو نعیم وغیرھما من طرق عن ابی الدرداء "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"ماطلعت الشمس ولاغربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی" وفی لفظ: "علی احد من المسلمین بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر "(الی ان قال) ولہ شواھد من وجوہ اخر تقضی لہ بالصحۃ او الحسن، وقد اشار ابن کثیر الی الحکم بصحتہ"(تاریخ الخلفاء، ص46)

"حدثنا علی قال: ناعبداللہ بن عبدالمؤمن ناعمر بن یونس الیمامی ابوحفص قثنا ابوبکر عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء قال:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ماطلعت الشمس علی احد افضل من ابی بکر الاان یکون نبی"(فضائل الصحابۃ 431/1)

"حدثنا عمر بن یونس الیمامی، ثنا ابوسعید البکری عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل ۔او: خیر ۔من ابی بکر الا ان یکون نبی "(المنتخب من مسند عبد بن حمید، الجزء الاول، ص 200)

ترجمہ: "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا ہوں، تو فرمایا: اے ابوالدرداء! کیا تو اس شخص کے آگے چل رہا ہے جو دنیا اور آخرت میں تجھ سے بہترین اور افضل ہے؟ سورج طلوع نہیں ہوا اور نہ ہی غروب ہوا ہے کسی شخص پر جو ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو ماسوائے حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔،، (فضائل الصحابۃ)

"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا ہوں تو فرمایا: تو اس ذات کے آگے نہ چل جو تجھ سے بہترین اور افضل ہے، بیشک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ان تمام سے افضل ہیں جن پر سورج طلوع ہوا ہے یا غروب ہوا ہے (ماسوائے حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے)۔

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں بقیۃ بن ولید راوی، مدلس ہے اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔،، (مجمع الزوائد)

"محدث عبدالرحمن بن حمید نے اپنے مسند میں اور محدث ابونعیم اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے متعدد اسانید اور طرق سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل کسی شخص پر سورج

نہ طلوع ہوا ہے اور نہ ہی غروب ہوا ہے مگر یہ کہ نبی ہو۔ اور ایک روایت میں ہے حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص پر سورج طلوع اور غروب نہیں ہوا جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو۔ (تا)

اور دوسری متعدد وجوہ سے اس حدیث کے لیے شواہد موجود ہیں جو اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کا فیصلہ دیتے ہیں اور علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کی صحت کے حکم کی طرف ضرور اشارہ کیا ہے۔،، (تاریخ الخلفاء)

’’حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص پر (بھی) سورج طلوع نہیں ہوا جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو مگر یہ کہ نبی ہو۔،، (فضائل الصحابۃ)

’’یعنی صرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذوات مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں جن پر سورج طلوع ہوا ہے ان کے علاوہ کسی انسان پر بھی سورج طلوع نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔،،

بالفاظ دیگر: بجز انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، کائنات میں کوئی انسان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے جس پر سورج طلوع ہوا ہو۔

’’حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل، یا فرمایا: (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بہترین کسی شخص پر سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے سوائے نبی کے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)،، (المنتخب من مسند عبد بن حمید)

حدیثِ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی فنی حیثیت کا بیان:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

حدیث مذکور کی فنی حیثیت کے بارے میں کچھ معروضات پیش خدمت ہیں، ملاحظہ کریں:

نمبر1: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مذکور کے راوی مشہور صحابی حضرت ابوالدرداء عویمر انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے اور عویمر لقب ہے، یوم بدر قبولِ اسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

''قال ابوشهر عن سعيد بن عبدالعزيز :مات ابوالدرداء و كعب الاحبار لسنتين بقيتا من خلافة عثمان -،،

(الاصابة فى تمييز الصحابة,4/622-621)

''ابوشہر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی جبکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال باقی تھے، (یعنی ۳۳ سنہ ھ کے آخری ایام میں)۔،، (الاصابة)

محدث ومؤرخ حافظ الحدیث ابن کثیر رقمطراز ہیں:

انه قتل يوم الجمعة لثمانى عشرة خلت من ذى الحجة سنة خمس وثلاثين على الصحيح المشهور (الى ان قال) فكانت خلافته ثنتى عشرة سنة الا اثنى عشر يوما لانه بويع له فى مستهل المحرم سنة اربع وعشرين۔

(البداية والنهاية,7/344)

''اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ صحیح مشہور قول کے مطابق اٹھارہ ذوالحج بروز جمعہ ۳۵ سنہ ھ شہید کئے گئے (تا) آپ کی خلافت بارہ دن کم بارہ سال تھی۔ اس لیے کہ ۲۴ سنہ ھ محرم شروع ماہ میں آپ کی بیعت کی گئی۔،، (البدایۃ والنہایۃ)

نمبر 2: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیثِ مذکور کے راوی جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضائل الصحابۃ ودیگر کتب مذکورہ کی روایات منقولہ کی اسانید میں اگرچہ عطاء کے ساتھ ابن ابی رباح ہونے کی تصریح نہیں ہے لیکن دوسری متعدد کتب میں تصریح موجود ہے جیسے عظیم محدث خیثمۃ بن سلیمان کی فضائل الصحابۃ اور امام ابن عساکر کی تاریخ دمشق وغیرہ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تعارف:

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں دوسو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد سے روایتِ حدیث کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے جن میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وقال خالد بن ابی نوف عن عطاء ادرکت مائتین من الصحابۃ۔،،

(تہذیب التہذیب 181/7)

عطاء بن ابی رباح واسمہ اسلم القرشی مولاھم ابو محمد المکی روی عن ابن عباس وابن عمرو، وابن عمر وابن الزبیر ومعاویۃ واسامۃ بن زید (الی

ان قال) وابی الدرداء الخ،، (تھذیب التھذیب 7/ 179-180)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ فقیہ عالم کثیر الحدیث تھے۔

فقہ، علم اور ورع وتقوی اور فضل وکمال کے اعتبار سے ساداتِ تابعین سے تھے۔

ثبت، رضی، حجت، امام کبیر الشان تھے۔،،

''وکان ثقة فقیھا عالما کثیر الحدیث،، (تھذیب التھذیب 7/180)

''وکان من سادات التابعین فقھا وعلما وورعا وفضلا،،

(تھذیب التھذیب 7/182)

''ھو ثبت رضی حجة امام کبیر الشان،، (تھذیب التھذیب 7/183)

''اہل مکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس مسائل اور دینی معلومات کے لیے جمع ہوتے تو وہ فرماتے:

اے اہل مکہ تم ہمارے پاس جمع ہو رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس عطاء موجود ہیں (ان کے ہوتے ہم سے پوچھنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے)

''عن ابن عباس انه کان یقول تجتمعون الی یا اھل مکة وعند کم عطاء وکذاروی عن ابن عمر،، (تھذیب التھذیب 7/181)

امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''عطاء ابن ابی رباح اسلم، الامام شیخ الاسلام مفتی الحرم ابو محمد القرشی مولاھم المکی الخ،، (سیر اعلام النبلاء، 5/78-79)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام ابوجعفر محمد الباقر رضی اللہ عنہ کے پاس

لوگ جمع ہو گئے تھے تو وہ کہنے لگے:

''علیکم بعطاء ھو واللہ خیر لکم منی''

''عطاء بن ابی رباح کو لازم پکڑو، اللہ کی قسم وہ تمہارے لیے مجھ سے بہتر ہیں''

مزید فرمایا:''خذوا من عطاء ما استطعتم''(سیر اعلام النبلاء 81/5)

''جہاں تک تم سے ہو سکے علم دین عطاء سے اخذ کرو''

مختصراً یہ ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے محاسن اس کثرت سے ہیں کہ اس مختصر تحریر میں ان کا احاطہ نہایت ہی مشکل ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کا سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے سماع:

''قال عمر بن قیس: سألت عطاء متی ولدت؟ قال لعامین خلوا من خلافة عثمان''

(سیر اعلام النبلاء 87/5)(تھذیب التھذیب 182/7) والنظم من الاول۔

''عمر بن قیس نے کہا: میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز سے سوال کیا کہ آپ کی ولادت کب ہوئی؟

انہوں نے فرمایا: حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال گزرے تھے کہ میری ولادت ہوئی۔''

جبکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ سنہ ھ یا تین محرم ۲۴ سنہ ھ کو ہوا۔(البدایة والنھایة 269/7)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲۶ سنہ ھ

کے بالکل آغاز میں ہے۔جبکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۳ سنہ ھ کے آخری ایام میں ہوئی جیسا کہ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سے تصریح گزر چکی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال باقی تھے تو حضرت ابوالدرداء اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی اور خلافت عثمانی کا اختتام ۳۵ سنہ ھ کے آخری ایام میں ہوا جیسا کہ اسلامی تاریخ کے طلباء پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اس پر تمام مؤرخین اسلام کا اجماع اور اتفاق ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس بیان سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح کی عمر کچھ دن کم آٹھ سال تھی۔اور ان کی جائے پیدائش جند ہے اور نشوونما کا محل مکہ مکرمہ ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال میں صراحت ہے۔

امام شمس الدین ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

”کان من مولدی الجند ونشأ بمکۃ“ (سیر الاعلام النبلاء 79/5)

اور حج وعمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا ورود اور نزول جس کثرت سے ہوتا تھا یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے اور زمانہ تابعین میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرفِ ملاقات وزیارت اور احادیث نبویہ سننے کا شوق اور جذبہ بھی اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے اور ایسے مواقع میں اکابر کا اپنے ساتھ اصاغر اور بچوں کو بھی لانا تاکہ وہ بھی اس عظیم اعزاز سے مشرف ہوسکیں، یہ عام معمول تھا۔

حدیث کے سماع اور تحمل کے لیے کتنی عمر شرط ہے؟

حضرت امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"یصح التحمل قبل وجود الاهلية فتقبل رواية من تحمل قبل الاسلام و روى بعده و كذلك رواية من سمع قبل البلوغ و روى بعده (الى ان قال) لان الناس قبلوا رواية احداث الصحابة كالحسن بن على وابن عباس وابن الزبير والنعمان بن بشير واشباههم من غير فرق بين ما تحملوه قبل البلوغ ومابعده و لم يزالوا قديما و حديثا يحضرون الصبيان مجالس التحديث والسماع و يعتدون بروايتهم لذلك والله اعلم.

(الى ان قال) اختلفوا فى اول زمان يصح فيه سماع الصغير (الى ان قال) عن احمد بن حنبل رضى الله عنه انه سئل متى يجوز سماع الصبى الحديث فقال اذا عقل و ضبط (الى ان قال) عن القاضى الحافظ عياض بن موسى السبتى اليحصبى قال قد حدد اهل الصنعة فى ذلك ان اقله سن محمود بن الربيع، و ذكر رواية البخارى فى صحيحه بعد ان ترجم متى يصح سماع الصغير باسناده عن محمود بن الربيع قال: عقلت من النبى صلى الله عليه وسلم مجة مجها فى وجهى و انا ابن خمس سنين من دلو و فى رواية اخرى انه كان ابن اربع سنين (قلت) التحديد بخمس هو الذى استقر عليه عمل اهل الحديث المتأخرين فيكتبون لابن خمس فصاعدا سمع و لمن لم يبلغ خمسا حضر او احضر، والذى ينبغى فى ذلك ان يعتبر فى كل صغير حاله على الخصوص فان وجدناه مرتفعا عن حال من لا يعقل فهما للخطاب و ردا للجواب و نحو ذلك صححنا سماعه وان كان دون خمس وان لم يكن كذلك لم نصحح سماعه وان

کان ابن خمس بل ابن خمسین (الی ان قال) وعن القاضی ابی محمد عبداللہ بن محمد الاصبہانی قال حفظت القران ولی خمس سنین وحملت الی ابی بکر بن المقری لا سمع منہ ولی اربع سنین (الی ان قال) اما حدیث محمود بن الربیع فیدل علی صحۃ ذلك من ابن خمس مثل محمود ولا یدل علی انتفاء الصحۃ فیمن لم یکن ابن خمس ولا علی الصحۃ فیمن کان ابن خمس ولم یمیز تمییز محمود رضی اللہ عنہ. واللہ اعلم ،، (مقدمۃ ابن الصلاح ،ص 163-164-165)

''حاصل عبارت یہ ہے کہ حدیث کا تحمل اور سماع روایتِ حدیث کی اہلیت کے پائے جانے سے پہلے (بھی) صحیح ہوتا ہے۔ پھر جس شخص نے قبولِ اسلام سے پہلے حدیث کا سماع کیا اور قبول اسلام کے بعد اسے روایت کیا تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔

اسی طرح جس شخص نے بلوغ سے پہلے حدیث کا سماع کیا اور بالغ ہونے کے بعد اسے روایت کیا تو اس کی روایت بھی قبول کی جائے گی۔ (تا) اس لیے کہ لوگوں (علمائے اسلام) نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی روایت کو قبول کیا ہے جنہوں نے کم عمری میں شرف صحابیت پایا ہے جیسا کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت نعمان بن بشیر اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ بلوغ سے پہلے ان کی سماع کردہ احادیث اور بلوغ کے بعد کی سماع کردہ احادیث کے درمیان فرق کیے بغیر، ان کی تمام احادیث کو قبول کیا ہے۔

اور ہر زمانہ میں مجالس تحدیث وسماع (یعنی حدیث بیان کرنے اور حدیث

سننے کی مجالس) میں بچے حاضر ہوتے رہے ہیں اور ان کے مجالس تحدیث وسماع میں حاضر ہونے کی وجہ سے علمائے امت ان کی روایت کا اعتبار کرتے رہے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تا) کم از کم کتنی عمر میں بچے کا سماع صحیح اور معتبر ہوتا ہے اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے (تا) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بچے کا سماعِ حدیث کب جائز ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب سمجھ لے اور ضبط کرلے۔

(تا) حضرت حافظ قاضی عیاض بن موسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محدثین نے اس بارے میں یہ حد مقرر کی ہے کہ کم از کم وہ زمانہ، حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی عمر ہے (جو حدیث میں مذکور ہے) اور انہوں نے بخاری کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت امام بخاری قدس سرہ العزیز نے اپنی صحیح میں عنوان قائم کیا ہے "متی یصح سماع الصغیر" بچے کا سماع کب صحیح ہوتا ہے؟ اس کے بعد اپنی سند کے ساتھ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ کلی مجھے یاد ہے جو آپ نے ڈول سے (پانی) لیکر میرے منہ پر ماری تھی اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ چار سال کے تھے۔

(تا) میں کہتا ہوں پانچ سال کی تحدید پر متاخرین اہل حدیث (محدثین) کا عمل ثابت وبرقرار ہے کہ پانچ سال یا اس سے زیادہ عمر کے بچے کے لیے لکھتے ہیں "سمع" اس نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور جو پانچ سال کی عمر کو نہیں پہنچا اس کے لیے لکھتے ہیں "حضر" مجلس تحدیث وسماع میں وہ حاضر ہوا۔ یا لکھتے ہیں "احضر"

مجلس تحدیث وسماع میں اسے حاضر کیا گیا۔ اور اس بارے میں لائق اور مناسب یہ ہے کہ ہر بچے کے بارے میں خصوصی طور پر اس کے حال کا اعتبار کیا جائے۔

پھر اگر ہم کسی بچے کو ایسے بچے کے حال سے بالاتر پائیں جو نہ ہی تو خطاب کو سمجھتا ہے اور نہ ہی جواب دینا جانتا ہے اور اس کی مثل، تو ہم اس کے سماع کو صحیح قرار دیں گے اگرچہ وہ پانچ سال سے کم عمر کا ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم اس کے سماع کو صحیح قرار نہیں دینگے اگرچہ پانچ سال کا ہو بلکہ پچاس سال کا بھی ہو تو۔

(تا) قاضی ابو محمد عبداللہ بن محمد اصبہانی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

میں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور چار سال کی عمر میں مجھے ابو بکر بن المقری کی طرف اٹھا کر لے جایا گیا تا کہ میں ان سے سماع کروں

(تا) اور حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی حدیث، حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی مثل پانچ سال عمر کے بچے کے سماع کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور جو پانچ سال کا نہ ہو اس کا سماعِ حدیث صحیح نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی اور نہ ہی جو پانچ سال والا حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی طرح عقل وتمیز نہ رکھتا ہو اس کے سماع کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مقدمہ ابن صلاح)

حضرت شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز کی تحقیق سے یہ حقیقت خوب عیاں ہوگئی کہ بچے کا سماعِ حدیث، صحیح اور معتبر ہونے کے لیے پورے پانچ سال عمر ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ شرط عقل وتمیز اور ضبط ہے جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے۔ لہٰذا بچہ جب کلام کو سمجھے اور ضبط کر لے تو اس کا سماعِ حدیث معتبر ہے۔ ہمارے بعض اسلافِ کرام نے تو پانچ سال کی عمر میں پورا

قرآن کریم حفظ کرلیا تھا جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"من المهم معرفة (سن التحمل والاداء) والاصح اعتبار سن التحمل بالتمييز هذا في السماع۔" (شرح نخبة الفكر، ص 189)

حضرت محدث علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں فرمایا:

"(و من المهم ايضا معرفة سن التحمل) اى سماع الحديث واخذه سواء كان بنفسه او غيره (والاداء) اى سن اداء مسموعه و روايته واختلف فى سن التحمل فقال الجمهور اقله خمس سنين۔۔۔ (والاصح اعتبار سن التحمل بالتمييز) وهو من فهم الخطاب و رد الجواب على وجه الصواب و نحو ذلك بحيث ارتفع عن حال من لايعقل مثله .قال النووى والعراقى ان فهم الخطاب و رد الجواب كان مميزا صحيح السماع وان كان له دون خمس و الا فلايصح سماعه وان كان ابن خمسين سنة (هذا فى السماع) اى دون الحضور للبركة والاجازة بعد الاهلية۔" (شرح شرح نخبة الفكر، ص 259)

"حاصل عبارت یہ ہے کہ سماعِ حدیث اور اخذِ حدیث کے لیے عمر کی معرفت بھی اہم امور سے ہے برابر ہے کہ سماع حدیث بنفسہ ہو یا اپنے غیر کے ساتھ، اور اداء یعنی جو کچھ اس نے سنا ہے اسے اداء کرنے اور روایت کرنے کے لیے کتنی عمر ہونا ضروری ہے؟ اس کی معرفت بھی اہم امر ہے:

سماعِ حدیث کے لیے کم از کم کتنی عمر ہونا ضروری ہے؟ اس میں اختلاف

ہے۔ جمہور کا موقف یہ ہے کہ کم از کم پانچ سال عمر ضروری ہے (تا) اور زیادہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ سماع حدیث کی عمر کا اعتبار تمیز کے ساتھ ہے اور صاحب تمیز وہ ہے جو خطاب کو سمجھے اور درست طریقہ پر جواب دے اور اس کی مثل، اس حیثیت کے ساتھ کہ جو اس کی طرح نہیں سمجھتا اس کے حال سے یہ بالاتر ہو جائے۔

امام نووی اور امام زین الدین عراقی رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اگر خطاب سمجھے اور جواب دے تو وہ صاحب تمیز اور صحیح السماع ہے اگرچہ اس کی عمر پانچ سال سے کم ہو۔ اور اگر خطاب نہ سمجھے اور درست طریقہ پر جواب نہ دے سکے تو اس کا سماع صحیح اور معتبر نہیں ہے اگرچہ اس کی عمر پچاس برس ہو۔ عمر کی یہ شرط کہ تمیز کی عمر کو پہنچ چکا ہو، حدیث کے سماع اور تحمل میں ہے صرف برکت کے لیے حاضر ہونے اور اہلیت کے بعد اجازت کے لیے شرط نہیں ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر)

بحمدہ تعالیٰ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور محدث علی القاری رحمہا اللہ تعالیٰ نے بھی اس حقیقت کی وضاحت کر دی ہے کہ حدیث کے سماع اور تحمل کے صحیح اور معتبر ہونے کے لیے پانچ سال عمر ہونا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر بچہ کلام اور خطاب کو سمجھتا ہے اور جس بات کا اسے جواب دینا چاہیے اس کا درست طریقہ سے جواب دیتا ہے یعنی تمیز کی عمر کو پہنچ چکا ہے تو اس کا سماع حدیث، صحیح اور معتبر ہے اگرچہ پانچ سال سے کم عمر ہو اور اگر خطاب نہیں سمجھتا اور جواب نہیں دے سکتا تو اس کا سماع صحیح اور معتبر نہیں ہے اگرچہ کافی اور وافر عمر کا ہو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نتیجہ کلام:

جب علمائے اعلام کے ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہوچکی کہ اصح یہ موقف ہے کہ بچہ جب خطاب اور کلام کو صحیح طور پر سمجھ لے اور ضبط بھی کرلے اور درست جواب دے تو اس کا سماعِ حدیث صحیح اور معتبر ہے اگرچہ اس کی عمر پانچ سال سے بھی کم ہو، جبکہ یہ حقیقت حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے ثابت ہوچکی ہے کہ ان کی عمر حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت کچھ دن کم آٹھ سال تھی اور حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کا ذہین فہیم اور کمال درجہ کا ذکی ہونا ان کے تبحر علمی سے ہی روشن اور واضح ہے جیسا کہ حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے علمائے اعلام کے تاثرات آپ ملاحظہ کرچکے ہیں حتی کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مارأیت فیمن لقیت افضل من عطاء'' (تھذیب التھذیب 181/7)

''(حضرات تابعین میں سے) جن لوگوں سے میری ملاقات ہوئی ہے ان میں عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے افضل میں نے نہیں دیکھا۔''

اور حضرت امام ابوجعفر باقر رضی اللہ عنہ کے تاثرات بھی آپ ملاحظہ کرچکے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا:

''مابقی علی ظھر الارض احد اعلم بمناسك الحج من عطاء۔''

(سیر اعلام النبلاء، 81/5)

''روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہیں رہا جو مناسکِ حج کے متعلق عطاء بن ابی رباح (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ علم والا ہو۔''

اور حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی بود و باش اور نشو ونما بھی مکہ مکرمہ میں تھی جو مدینہ منورہ کے بعد دوسرا اسلامی مرکز ہے۔ اور حج وعمرہ کے لیے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بکثرت آمد ورفت اور جلوہ گری اس مقدس شہر میں ہونا بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور حضرات تابعین کرام میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت اور احادیث نبویہ سننے کا شوق اور جذبہ بھی ایک حقیقت مسلمہ ہے۔

تو ان حقائق واقعیہ کی روشنی میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ کے سماع کے انکار کا کوئی جواز ہی نہیں ہے تاوقتیکہ ثابت کیا جائے کہ نفس الامری اور واقعی طور پر عطاء ابن ابی رباح قدس سرہ العزیز کے بچپن کے زمانہ میں ان میں عقل وتمیز اور ضبط کی اہلیت وصلاحیت آنے کے وقت سے ان کی عمر آٹھ سال ہونے تک کے چند سالوں میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات نہ ہونا قطعی ہے جبکہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا تو پھر قطعی اور جزمی طور پر انکارِ سماع کا کیا جواز ہے؟

اس عرصہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا حج وعمرہ یا کسی دوسرے مقصد کے لیے بھی اس سرزمین پر نہ آنا اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے شرف ملاقات نہ پانا اور سماع حدیث نہ کرنا کیسے ثابت ہو گیا؟

نیز اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ بعض اکابر محدثین کے نزدیک غیر مدلس راوی کا بطریق عن فلان روایت کرنا، اتصال اور سماع پر محمول ہونے کے لیے راوی کی مروی عنہ سے ملاقات کا صرف امکان ہی کافی ہے جبکہ یہاں تو متعدد دواعی بھی

موجود ہیں لہذا یہی صحیح اور حق ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا سماع ثابت ہے۔اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے بھی ''تہذیب التہذیب ''میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے مبارکہ گنواتے ہوئے جن سے حضرت عطاء بن ابی رباح نے حدیث روایت کی ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔وللہ الحمد

ایک اہم شبہ کا ازالہ:

شبہ:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال:مولدہ بالجند سنة (۲۷) وکان من سادات التابعین فقھا وعلما وورعا وفضلا۔''

(تہذیب التہذیب 182/7)

''عظیم امام ومحدث ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔اور کہا ہے:ان کی ولادت سنہ ۲۷ ہجری میں بمقام جند ہوئی اور وہ فقہ اور علم اور ورع وتقویٰ اور فضیلت کے اعتبار سے ساداتِ تابعین سے تھے۔''

عبارت منقولہ کے تحت علامہ ابن حجر قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے:

''قلت: فعلی تقدیر مولدہ لایصح سماعه من ابی الدرداء و لا من الفضل بن عباس۔''(تہذیب التہذیب 182/7)

''میں کہتا ہوں سنہ ۲۷ ہجری میں حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ

العزیز کی ولادت ہونے کی تقدیر پر حضرت ابوالدرداء اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے ان کا سماع صحیح نہیں ہے۔"

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی ولادت سنہ ۲۷ میں ہونے کی تقدیر پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کی سماع کی نفی کرنا علامہ ابن حجر قدس سرہ العزیز کا تسامح ہے۔

اولاً: سنہ ۲۷ ہجری میں ولادت کا قول اگرچہ بعض علمائے اعلام نے نقل کیا ہے جیسا کہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کیا ہے۔لیکن جب خود حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے "متی ولدت" آپ کی ولادت کب ہوئی؟ کے جواب میں فرمایا:

"لعامین خلوا من خلافۃ عثمان"۔(تہذیب التہذیب 182/7)

"کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال گزر چکے تھے تو میری ولادت ہوئی۔"

جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بقلم خود نقل کیا ہے۔

اور حضرت عطاء بن ابی رباح کے اپنے قول کے مطابق ان کی ولادت سنہ ۲۶ ہجری کے ابتدائی ایام میں بنتی ہے،لہٰذا سنہ ۲۷ ہجری والا قول غیر معتبر ہے۔

ثانیاً: اگر سنہ ۲۷ ہجری میں ولادت والے قول کو معتبر تسلیم کرلیا جائے

تب بھی بشمول ۲۷ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات تک حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی عمر تقریباً سات سال بنتی ہے کیونکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ یعنی سنہ ۳۳ ہجری کے آخری ایام میں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابۃ'' میں سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔

اور دوسرا قول واقدی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ۳۲ سنہ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تو اس کے مطابق بھی ۲۷ سنہ والے قول کی رو سے تقریباً چھ سال عمر بنتی ہے جبکہ ۳۳ سنہ ھ کے آخر میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کی صورت میں حضرت عطاء بن ابی رباح کے اپنے قول کے مطابق ان کی عمر تقریباً آٹھ سال بنتی ہے۔

اور ۳۳ سنہ ھ میں وفات کا قول ہی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار اور اصح ہے کیونکہ فصیح و بلیغ شخص کا ایک قول کو ترتیب ذکری میں مقدم کرنا اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کرتا ہے جب تک اس کے خلاف پر قرینہ موجود نہ ہو۔

اور ۳۲ سنہ ھ میں وفات کی صورت میں ان کی عمر تقریباً سات سال بنتی ہے جبکہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سماع کے صحیح اور معتبر ہونے کے لیے پانچ سال عمر ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ تمیز کی عمر شرط ہے یعنی جب بچہ خطاب اور کلام کو سمجھ لے اور ضبط کر لے اور درست طریقہ پر جواب دے سکے تو اس کا سماع صحیح اور معتبر ہے اگرچہ اس کی عمر پانچ سال سے بھی کم ہو۔ جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر کی عبارت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور ابن حجر قدس سرہ العزیز نے اسی موقف اور نظریہ کو اصح قرار دیا ہے۔ اور یہ نظریہ واقعی طور پر اصح ہے اور محققین علمائے اعلام کا مختار ہے۔

توان حقائق واقعیہ کے باوجود حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی ولادت ۲۷ سنہ ھ میں ہونے کی وجہ سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کی نفی کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

ثالثاً: شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق لکھا ہے:

''والاصح عند اصحاب الحدیث انه مات فی خلافة عثمان۔''

(الاصابة,4/662)

''کہ محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرما گئے۔''

اور اس عبارت کے ساتھ علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا رد کیا ہے جو انہوں نے کہا ہے: ''انه مات بعد صفین۔''

''کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے بعد فوت ہوئے ہیں۔''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے کونسے سال میں ان کی وفات ہے؟ تو اس بارے میں دو قول نقل کئے ہیں:

(1) ۳۳ سنہ ھ کے آخری ایام میں، (2) ۳۲ سنہ ھ میں۔

(الاصابة،4/622)

اصل عبارت گزر چکی ہے۔ اور اس تاریخ تک حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی عمر کا بیان آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جبکہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات خلافت صدیقی میں ہونے کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''و قال ابن سعد: مات بناحية الاردن فی خلافة عمر ۔والاول هو المعتمد و بمقتضاه جزم البخاری،فقال: مات فی خلافة ابی بکر رضی اللہ عنہ''

(الاصابة فی تمییز الصحابة 288/5)

''اور ابن سعد نے کہا ہے: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اردن کے نواح میں وصال فرما گئے۔ اور پہلا قول (یعنی خلافت صدیقی میں وفات ہونا) معتمد علیہ ہے اور اسی کے مقتضیٰ کے مطابق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جزم کیا ہے۔ پس فرمایا: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئے۔''

اقول: مقام حیرت ہے کہ یہ تمام حقائق شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بقلم خود بیان کیے ہیں لیکن اس کے باوجود توجہ ہٹ جانے سے وہ کچھ لکھ دیا جو سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جب معتمد علیہ قول کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات خلافت صدیقی میں ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی ولادت ان کے اپنے قول کے مطابق خلافت عثمانی کے دو سال گزرنے پر ہوئی ہے جبکہ ۲۷ھ والے قول کے مطابق خلافت عثمانی کے تیسرے سال میں ہوئی ہے تو اس سے واضح ہوا کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے وصال سے بارہ سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ کی ولادت ہوئی ہے بالفاظ دیگر حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے بارہ سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا وصال ہو چکا تھا۔

جبکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت عطاء بن ابی رباح

قدس سرہ کی عمر تاریخ ولادت میں صحیح قول کے مطابق ۳۳ ـنہ ھ میں وفات کی صورت میں تقریباً آٹھ سال ہے اور ۳۲ ـنہ ھ میں وفات کی صورت میں تقریباً سات سال ہے۔ اور ۲۷ ـنہ ھ میں ولادت کی صورت میں پہلے قول پر تقریباً سات سال تھی اور دوسرے قول پر تقریباً چھ سال تھی۔

اب حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ناممکن ہونے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ناممکن ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟ جبکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز بالیقین عقل وضبط اور تمیز کی عمر میں تھے۔ لہٰذا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عطاء بن ابی رباح کا سماع ہرگز نہیں ہے لیکن حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کے انکار کا کوئی جواز نہیں۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے حدیث مذکور کا راوی:

حضرت عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو اپنے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے ساتھ کثیر الملازمۃ ہیں کم از کم سترہ سال ان کی خدمت میں رہے ہیں۔

''قال عبدالوھاب بن ھمام عن ابن جریج لزمت عطاء سبع عشرۃ سنۃ۔،، (تھذیب التھذیب 6/358)

''عبدالوہاب بن ہمام، ابن جریج سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے سترہ سال عطاء بن ابی رباح کو لازم پکڑے رکھا۔،،

اور اپنی عظیم استعداد و صلاحیت اور طویل زمانہ تک اپنے استاذ سے اقتباس علم کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی نظروں میں سب تلامذہ سے زیادہ لائق اعتماد ہو گئے۔

"قال طلحة بن عمر المکی قلت لعطاء من نسأل بعدك قال هذا الفتی ان عاش وقال عطاء شاب اهل الحجاز ابن جریج۔"

(تهذیب التهذیب,358/6)

"طلحہ بن عمر مکی نے کہا میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز سے کہا: آپ کے (وصال کے) بعد ہم (دینی مسائل کے بارے میں) کس سے سوال کریں تو انہوں نے کہا: اس جوان (عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج) سے اگر وہ (میرے بعد) زندہ رہے۔

اور حضرت عطاء نے فرمایا: اہل حجاز کا جوان، ابن جریج ہے۔"

وقال علی بن المدینی نظرت فاذا الاسناد تدور علی ستة فذکرهم ثم قال فصار علم هؤلاء الی من صنف فی العلم منهم من اهل مکة عبدالملك بن جریج (الی ان قال) وقال علی بن المدینی عن یحیٰی بن سعید القطان ابن جریج اثبت فی نافع من مالك وقال احمد ابن جریج اثبت الناس فی عطاء۔" (تهذیب التهذیب358/6)

حضرت علی بن مدینی نے فرمایا: میں نے نظر کی تو اچانک اسناد چھ اشخاص پر دائر ہوتا ہے پھر ان کا ذکر کیا پھر فرمایا: ان چھ کا علم ان کی طرف منتقل ہوا جنہوں نے علم دین میں کتب تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے اہل مکہ سے عبدالملک بن جریج ہیں

(تا) اور حضرت علی بن مدینی نے حضرت یحییٰ بن سعید القطان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابن جریج حضرت نافع (کی روایات) میں امام مالک سے (بھی) اثبت ہیں اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن جریج، عطاء بن ابی رباح (کی روایات) میں تمام لوگوں سے اثبت ہے۔

''و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال کان من فقہاء اھل الحجاز و قرائھم و متقنیھم و کان یدلس۔'' (تہذیب التہذیب 360/6)

''اور امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن جریج کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور فرمایا ہے: ابن جریج اہل حجاز کے فقہاء اور قراء اور متقنین سے ہیں اور تدلیس (بھی) کرتے تھے۔''

''عن ابن معین ثقۃ فی کل ماروی عنہ من الکتاب و جعفر بن عبد الواحد عن یحیی بن سعید کان ابن جریج صدوقا فاذا قال حدثنی فھو سماع و اذا قال اخبرنی فھو قراءۃ و اذا قال قال فھو شبہ الریح۔ و قال سلیمان بن النضر بن مخلد بن یزید ما رأیت اصدق لھجۃ من ابن جریج۔''

(تہذیب التہذیب 359/6)

''حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابن جریج ان تمام روایات میں ثقہ ہے جو کتاب سے ان سے مروی ہیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید نے فرمایا: ابن جریج صدوق ہے جب حدثنی کہے تو وہ سماع ہے اور جب اخبرنی کہے تو وہ قراءت ہے اور جب قال کہے تو ہوا کے مشابہ ہے۔ اور سلیمان بن نضر نے کہا: میں نے ابن جریج سے بڑھ کر زبان کا سچا آدمی نہیں

دیکھا۔''

''وقال الذهلی وابن جریج اذا قال حدثنی وسمعت فھو محتج بحدیثه داخل فی الطبقة الاولی من اصحاب الزهری۔(تهذیب التهذیب 360/6)

''اور امام ذہلی نے کہا: ابن جریج جب حدثنی اور سمعت کہے تو اس کی حدیث کے ساتھ حجت اور دلیل پکڑی جائے گی۔اس صورت میں وہ اصحاب زہری سے طبقہ اولیٰ میں داخل ہے۔''

علمائے اعلام اور ائمہ کرام کے یہ اقوال بطور نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ابن جریج کی تعدیل اور اس پر ثنا میں دیگر ارشاداتِ علماء کرام بھی کافی ہیں۔حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ اعلام کے نزدیک ابن جریج ثقہ صدوق اصدق لہجۃ قاری فقیہ متقن اور حضرت نافع کی مرویات کے حوالے سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اثبت اور بالخصوص حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کی مرویات کے حوالے سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق تمام لوگوں سے اثبت ہے۔اور حضرت عطاء ابن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی نظر میں ان کے تمام تلامذہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں اس لیے انہوں نے اپنے بعد دینی مسائل میں ابن جریج کی طرف رجوع کرنے کی لوگوں کو ہدایت کی تھی،حجاز مقدس کے مشاہیر فقہاء کرام سے ہیں۔

البتہ بعض اوقات تدلیس کی ہے اور بعض اوقات ضعیف راویوں سے روایت لی ہے۔اس لیے بعض ائمہ کرام نے فرمایا: جب ابن جریج ''حدثنی اور سمعت کے ساتھ روایت کریں تو ان کی حدیث حجت اور دلیل ہے۔بخلاف اس کے کہ

جب ''عن فلان'' یا ''قال فلان'' کے ساتھ روایت کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدلس جب ''عن فلان'' یا ''قال فلان'' کے ساتھ روایت کرے تو اس میں انقطاع کا احتمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے اتصال پر محمول نہیں کیا جاتا۔

امام شمس الدین ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''وقد کان شیخ الحرم بعد الصحابة: عطاء و مجاهد و خلفهما، قیس بن سعد و ابن جریج ثم تفرد بالامامة ابن جریج فدون العلم و حمل عنه الناس۔'' (سیر اعلام النبلاء 332/6)

''اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد شیخ الحرم حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما تھے اور ان کے بعد حضرت قیس بن سعد اور حضرت ابن جریج رحمہما اللہ تعالیٰ تھے پھر حضرت ابن جریج امامت کے ساتھ متفرد ہو گئے۔ پھر انہوں نے علم کو کتابی صورت میں مدون کیا اور لوگوں نے یہ عظیم نعمت ان سے حاصل کی۔''

''قال ابو عاصم النبیل: کان ابن جریج من العباد کان یصوم الدهر سوی ثلاثة ایام من الشهر۔'' (سیر اعلام النبلاء 333/6)

''ابو عاصم نبیل نے کہا: ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ عبادت گزار لوگوں سے تھے ہر ماہ میں تین دن چھوڑ کر ہمیشہ روزہ رکھتے۔''

''وروی اسماعیل بن عیاش عن المثنی بن الصباح وغیرہ عن عطاء بن ابی رباح قال: سید شباب اهل الحجاز ابن جریج۔''

(سیر اعلام النبلاء 328/6)

''حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل حجاز کے جوانوں کا سردار

ابن جریج ہے۔"

امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"قلت: و کان ابن جریج یروی الروایة بالاجازة والمناولة و یتوسع فی ذلك و من ثم دخل علیه الداخل فی روایته عن الزہری لانه حمل عنه مناولة (الی ان قال) قلت: الرجل فی نفسه ثقة حافظ لکنه یدلس بلفظة "عن" و "قال"۔" (سیر اعلام النبلاء 6/331-332)

"میں کہتا ہوں: ابن جریج اجازت اور مناولہ (محدثین کی اصطلاحات ہیں) کے ساتھ (بھی) روایت کرتے تھے اور اس میں توسع کرتے تھے اسی وجہ سے زہری سے ان کی روایات میں ضعیف راوی (بھی) داخل ہو گئے ہیں اس لیے کہ وہ روایات انہوں نے زہری سے مناولۃً لی ہیں (تا) میں کہتا ہوں: یہ مرد فی نفسہ ثقہ، حافظ ہے لیکن لفظ "عن" اور "قال" کے ساتھ تدلیس کرتا ہے۔"

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"حدث عن عطاء بن ابی رباح فاکثر وجود۔"

(سیر اعلام النبلاء 6/326)

"عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ سے احادیث بیان کی ہیں تو بکثرت بیان کی ہیں اور جید اور عمدہ بیان کی ہیں۔"

"و روی عبدالرزاق عن ابن جریج قال: اختلفت الی عطاء ثمانی عشرة سنة۔" (سیر اعلام النبلاء 6/327)

''قال علی بن عبداللہ: لم یکن فی الارض احد اعلم بعطاء من ابن جریج۔'' (سیر اعلام النبلاء 331/6)

''عظیم محدث عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اٹھارہ سال حاضر ہوتا رہا

علی بن عبداللہ نے کہا: روئے زمین پر کوئی شخص ابن جریج سے زیادہ عطاء ابن ابی رباح کو جاننے والا نہیں۔''

''عن ابن جریج قال: لزمت عطاء ثمانی عشرۃ سنۃ۔''

(سیر اعلام النبلاء 87/5)

''ابن جریج نے فرمایا:

اٹھارہ سال میں نے عطاء بن ابی رباح کو لازم پکڑے رکھا۔''

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز جو نقدِ رجال میں بہت محتاط ہیں ان کے قلم سے ابن جریج قدس سرہ العزیز کے بارے میں دیگر علماء اعلام اور خود ان کے اپنے تاثرات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عابد وزاہد ہونے کے ساتھ عظیم فقیہ اور شیخ حرم ہونے کا اعزاز بھی اِنہیں حاصل ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح کے ساتھ کثیر الملازمۃ تھے حتی کہ اٹھارہ سال ان کے ساتھ رہے۔ تہذیب التہذیب سے سترہ سال کی روایت گزر چکی ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ سال کی روایت بھی نقل کی ہے۔ فی نفسہٖ ان کے ثقہ اور حافظ ہونے کی تصریح بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ امام زہری سے اخذ کردہ روایات میں ضعیف راوی داخل ہونے کا سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی

رباح قدس سرہ العزیز کو سب سے زیادہ جاننے والے اور ان سے کثیر الروایت ہیں۔

وللہ الحمد

شبہ عظیمہ اور اس کا جواب:

شبہ: افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرفوع جو متعدد طرق سے نقل کی جا چکی ہے اسے ابن جریج قدس سرہ العزیز نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ''عن'' کے ساتھ روایت کیا ہے اور ''عن فلان'' کے ساتھ روایت کی گئی ابن جریج کی حدیث حجت اور دلیل نہیں ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

اولاً: ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ جب صفاتِ مذکورہ سے موصوف و متصف ہیں تو لفظ ''عن'' کے ساتھ روایت کی ہوئی ان کی ہر حدیث کے حجت اور دلیل ہونے کی نفی علی الاطلاق کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے ابن جریج کے ترجمہ میں اپنی سند کے ساتھ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے ایک حدیث روایت کی ہے جسے ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''عن'' کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے باوجود امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تحت لکھا ہے: هذا حديث جيد الاسناد۔ ملاحظہ فرمائیں:

''قرأت على عمر بن عبد المنعم (الى ان قال) حدثنا محمد بن بكر

البرسانی عن ابن جریج عن ابن المنکدر عن ابی ایوب عن مسلمة بن مخلد قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "من ستر مسلما سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ و من فك عن مکروب فك اللہ عنه کربة من کرب یوم القیامة ومن کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجته۔

هذا حدیث جید الاسناد۔" (سیر اعلام النبلاء 334/6)

ثانیا: امام ذہبی قدس سرہ العزیز حضرت سلیمان بن مہران کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

"سلیمان بن مهران الکاهلی الکوفی الاعمش ابو محمد احد الائمة الثقات عداده فی صغار التابعین۔ مانقموا علیه الا التدلیس (الی ان قال) فالاعمش عدل صادق ثبت صاحب سنة و قرآن یحسن الظن بمن یحدثه و یروی عنه ولا یمکننا ان نقطع علیه بان علم ضعف ذلك الذی یدلسه فان هذا حرام (الی ان قال)

قلت: و هو یدلس وربما دلس عن ضعیف ولا یدری به۔ فمتی قال حدثنا فلا کلام ومتی قال: "عن" تطرق الیه احتمال التدلیس الا فی شیوخ له اکثر عنهم: کابراهیم وابن ابی وائل وابی صالح السمان فان روایته عن هذا الصنف محمولة علی الاتصال۔" (میزان الاعتدال 316/3)

"سلیمان بن مہران کاہلی کوفی اعمش ابومحمد، ائمہ ثقات میں سے ایک ہیں ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ نقاد علماء نے ان پر صرف تدلیس کا طعن کیا ہے (تا) پس اعمش عدل، صادق، ثبت، صاحبِ سنت وقرآن ہیں۔ اس شخص کے بارے میں

حسنِ ظن رکھتے جوانہیں حدیث بیان کرتا اور اس سے روایت کرتے۔اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم ان کے بارے میں قطعی اور یقینی یہ موقف اور رائے رکھیں کہ انہیں اس راوی کا ضعف معلوم تھا جس سے تدلیس کی ہے۔

اس لیے کہ راوی کے ضعف کا علم ہونے کے باوجود اس سے تدلیس کرنا تو حرام ہے (تا) میں کہتا ہوں: وہ تدلیس کرتے تھے اور بعض اوقات انہوں نے ضعیف راوی سے تدلیس کی ہے اور اسے نہ جانتے تھے۔ پس جب حدثنا کہیں تو اس حدیث کے مقبول اور معتبر ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور جب ''عن'' کہیں تو تدلیس کا احتمال اس کی طرف راستہ پائے گا مگر ان کے ایسے شیوخ میں جن سے انہوں نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں جیسے ابراہیم اور ابن ابی وائل اور ابوصالح سمان۔اس لیے کہ اس قسم کی شیوخ سے سلیمان بن مہران کی (لفظ عن کے ساتھ) روایت (بھی) اتصال پر محمول ہے۔''

حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز کے اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جو راوی ثقات سے ہے عدل، صادق، ثبت، صاحبِ سنت وقرآن ہے اور اس پر طعن صرف تدلیس کرنے کا ہے تو وہ اپنے جن ثقہ شیوخ میں سے کثرت سے احادیث روایت کرتا ہے ان میں سے کسی سے ''عن'' کے ساتھ روایت کرے اسے اتصال پر محمول کیا جائے گا (تاوقتیکہ دلائل کے ساتھ اس کا خلاف ثابت ہو)۔

اور امام ابن جریج قدس سرہ العزیز جو مشاہیر فقہاء حجاز مقدس سے ہیں اور اپنے وقت میں شیخ الحرم ہونے کا اعزاز انہیں حاصل ہے ثقہ ثبت عدل، صاحبِ سنت وقرآن ہیں۔عبادت وریاضت میں بھی عظیم انسان تھے اور اہل مکہ میں سے سب

سے پہلے کتابی صورت میں تدوین علم کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے اور ان کے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز وہ عظیم شخصیت ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد شیخ الحرم تھے اور ان کے ساتھ دوسرا صرف ایک بزرگ اس اعزاز سے مشرف ہے وہ ہیں حضرت مجاہد قدس سرہ العزیز۔ اور ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کثیر الملازمۃ مع الشیخ تھے حتی کہ انہوں نے سترہ یا اٹھارہ اور بعض روایات کے مطابق بیس سال اپنے عظیم شیخ اور استاذ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑے رکھا اور انہوں نے حضرت عطاء قدس سرہ العزیز سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں اور خوب اور جید بیان کی ہیں۔

تو حضرت سلیمان بن مہران قدس سرہ العزیز کے حق میں حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کی رو سے صفات میں اشتراک کی وجہ سے حضرت ابن جریج نے جو اپنے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث مذکور لفظ ''عن عطاء'' کے ساتھ روایت کی ہے وہ بھی اتصال پر محمول ہے جیسا کہ عن ابن جریج عن ابن المنکدر والی حدیث مذکور۔

وللہ الحمد۔

ثالثا: شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وقال ابوبکر بن ابی خیثمۃ حدثنا ابراھیم بن عرعرۃ عن یحی بن سعید عن ابن جریج قال اذا قلت قال عطاء فانا سمعتہ منہ و ان لم اقل سمعت۔'' (تہذیب التہذیب 6/360)

''عظیم محدث ابوبکر بن ابی خیثمۃ بواسطہ ابراہیم بن عرعرہ حضرت یحییٰ بن

سعید قدس سرہ العزیز سے راوی ہیں اور وہ اپنے شیخ اور استاذ حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جب میں کہوں: "قال عطاء" کہ عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے (تو اس کے بعد جو حدیث یا اثر روایت کروں) تو میں نے عطاء بن ابی رباح سے وہ سنا ہے اگرچہ روایت کرتے وقت "سمعت" کہ میں نے سنا ہے، نہ کہوں۔"

ضروری تنبیہ: (الف)

اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ مدلس کا "عن فلان" اور "قال فلان" کے ساتھ روایت کرنا، دونوں کا ایک ہی حکم ہے جیسا کہ کتب اصول حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ اگر "قال عطاء" کے ساتھ روایت کریں تو وہ "سمعت عطاء" کہ میں نے عطاء سے سنا ہے، کی طرح ہے۔ اس لیے کہ ابن جریج نے خود تصریح کر دی ہے۔ تو لامحالہ ابن جریج اگر "عن عطاء" کے ساتھ روایت کریں تو وہ بھی "سمعت عطاء" کے حکم میں ہے۔ جبکہ ابن جریج سمعت عطاء یا حدثنی یا اخبرنی عطاء کے ساتھ روایت کریں تو اس کے حجت اور دلیل ہونے پر اتفاق ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام ابن جریج قدس سرہ العزیز نے حدیث مذکور جو "عن عطاء" کے ساتھ روایت کی ہے وہ "سمعت عطاء بن ابی رباح" کے حکم میں ہے جو بلاشبہ حجت و دلیل ہے۔

وللہ الحمد۔

(ب)

لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن جریج کی اس تصریح کے راوی ان کے قابل صد فخر وہ شاگرد ہیں جن کی جلالت علمی، امانت، دیانت، صداقت وامامت پر تمام علمائے اعلام کا اجماع اور اتفاق ہے۔ یعنی حضرت یحییٰ بن سعید القطان رضی اللہ عنہ چند کلمات ان کی عظمت کے بارے میں،

"عن علی بن المدینی قال مارأیت اعلم بالرجال من یحیی القطان۔"

حضرت علی بن مدینی نے فرمایا:

"راویانِ حدیث کو یحییٰ بن سعید القطان سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔"

"قال عبداللہ بن احمد سمعت ابی یقول حدثنی یحیی القطان و ما رأت عینای مثله۔"

حضرت عبداللہ بن احمد نے فرمایا: میں نے اپنے والد کریم حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ العزیز سے سنا وہ فرمار ہے تھے مجھے یحییٰ القطان نے حدیث بیان کی ہے اور میری آنکھوں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔

"وقال احمد ایضا کان الیه المنتهی فی التثبت بالبصرة۔"

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: بصرہ میں یحییٰ بن سعید القطان کی طرف تثبت میں منتہیٰ ہے۔

"فاذا تکلم انصت له الفقهاء۔"

"جب یحیی بن سعید کلام کرتے تو ان کا کلام سننے کے لیے فقہاء کرام

خاموش ہو جاتے۔،،

’’و قال ابوداؤد عن یحیی بن معین اقام یحیی القطان عشرین سنة یختم القران فی کل لیلة۔،،

’’امام ابوداؤد نے حضرت یحییٰ بن معین قدس سرہ العزیز سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ مسلسل بیس سال ہر رات قرآن کریم ختم کرتے رہے۔،،

’’قال ابن سعد کان ثقة مامونا رفیعا حجة۔،،

’’ابن سعد نے فرمایا: یحییٰ بن سعید ثقہ مامون، رفیع الشان، حجت ہیں۔،،

’’زاد ابن حبان و منہ تعلم احمد و یحیی و علی و سائر ائمتنا۔،،

’’عظیم امام اور محدث ابن حبان نے فرمایا: حضرت یحییٰ بن سعید القطان سے حضرت امام احمد، حضرت امام یحییٰ بن معین اور حضرت امام علی بن مدینی اور ہمارے باقی ائمہ کرام نے علم حاصل کیا ہے۔،،

’’قال الخلیلی ھو امام بلا مدافعة۔،،

’’امام خلیلی نے فرمایا: حضرت یحییٰ بن سعید وہ امام ہیں کہ ان کی امامت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔،،

’’واحتج به الائمة کلھم وقالوا من ترکه یحیی ترکناہ۔

’’اور تمام ائمہ کرام نے انہیں حجت تسلیم کیا ہے اور فرمایا ہے جس راوی کو حضرت یحییٰ بن سعید القطان نے چھوڑ دیا اور اس سے روایت نہیں لی اسے ہم نے بھی ترک کر دیا۔،، (تہذیب التہذیب 11/191-192)

حضرت یحییٰ بن سعید القطان قدس سرہ العزیز کی جلالت علمی و عملی کی یہ ایک جھلک ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اور یہ عظیم امام اپنے شیخ حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے ان کے قول مذکور کے راوی ہیں۔

اور شیخ بھی وہ عظیم انسان ہیں جن کے ترجمہ کا آغاز امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے یوں فرمایا ہے۔

''ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الامام العلامة الحافظ شیخ الحرم ابو خالد و ابوالولید القرشی الاموی المکی صاحب التصانیف واول من دون العلم بمکة۔،،(سیر اعلام النبلاء 6/325-326)

بفضلہٖ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور امام ابن جریج کے ''عن عطاء'' کے ساتھ روایت کرنے کی وجہ سے اس کے حجت ودلیل ہونے کی نفی کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرة۔

فائدہ جلیلہ نمبر 1:

امام ابن جریج قدس سرہ کے قول مذکور: اذا قلت :قال عطاء فانا سمعته منه وان لم اقل سمعت۔

میں عطاء سے مراد صرف اور صرف حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ ہی متعین ہیں عطاء خراسانی ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عطاء خراسانی سے ابن جریج کا مشافہۃً سماع نہیں ہے بلکہ عطاء نے انہیں کتاب دی تھی (اور روایت کی اجازت دی) (تھذیب التھذیب)

اور نہ ہی عطاء بن السائب مراد ہیں بلکہ صرف وہی شیخ مراد ہیں جن کی خدمت میں سترہ اٹھارہ سال رہے ہیں۔ اس امر میں اہل علم سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ والحمدللہ

فائدہ جلیلہ نمبر 2:

جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز تک اصول روایت کی روشنی میں حدیث مذکور پر طعن کی کوئی وجہ ثابت نہ ہوسکی تو بحمدہ تعالیٰ حدیث مذکور کا حجت اور دلیل ہونا واضح ہوگیا اس لیے کہ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے والے رجال تو کافی تعداد میں ہیں اور اس طرح نیچے ہر مرحلہ اور ہر درجہ میں راویوں میں مزید اضافہ ہے جیسا کہ کتب احادیث میں ائمہ اعلام کی اسانید سے واضح ہے۔

لہٰذا ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے والوں میں اگر کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو کثرت طرق اور تعدد اسانید کی وجہ سے اس ضعف کا تدارک اور تلافی ہوجانا اصول حدیث کے ضوابط کے مطابق فی الجملہ ایک ضروری امر ہے۔ جبکہ نفس الامری صورتحال یہ ہے کہ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے والوں میں متعدد ثقہ راوی ہیں۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

شبہ:

ابن جریج اباحت متعہ کے قائل تھے۔

جواب:

ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اباحت متعہ کے موقف سے رجوع کرلیا تھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رجوع کرلیا تھا۔ملاحظہ کریں:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

وقد نقل ابو عوانة فی صحیحه عن ابن جریج انه رجع عنها بعد ان روی بالبصرة فی اباحتها ثمانیة عشر حدیثا (فتح الباری، ج 9ص216)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں ابن جریج سے ضرور نقل کیا ہے کہ انہوں نے اباحتِ متعہ کے موقف سے رجوع کرلیا تھا،اس کے بعد کہ انہوں نے بصرہ میں اس کی اباحت میں اٹھارہ احادیث روایت کرنے کا حوالہ دیا۔،،

عظیم امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۱۶ھ رقمطراز ہیں:

حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی ویحیی بن ابی طالب قالا حدثنا عبد الوهاب بن عطاء قال انبأ عبد الملك بن جریج (الی ان قال) حتی اذا كان یوم الترویة قام النبی ﷺ بین الحجر والركن فقال الا انی كنت امرتكم بهذه المتعة وان الله قد حرمها الی یوم القیامة الحدیث

قال ابن جریج یومئذ اشهدوا انی قد رجعت عنها بعد ثمانیة عشر حدیثا اروی فیها لا بأس بها

(حدیث 4087 ۔مسند ابی عوانۃ 31/3۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، لبنان)

(حدیث 3313 ۔مسند ابی عوانۃ، 279/2 ۔دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

امام ابوعوانہ قدس سرہ العزیز نے نقل فرمایا ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کیساتھ حضرت سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے متعہ کے بارے میں ایک موقع پر رخصت کا ذکر ہے پھر اسی حدیث کی آخر میں صراحت ہے کہ: حتی کہ جب یوم الترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اور رکن کے درمیان کھڑے ہوئے پس فرمایا: خبردار بے شک میں نے تم کو اس متعہ کا امر کیا تھا (یعنی رخصت دی تھی) اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور حرام کر دیا ہے قیامت کے دن تک، تا آخر۔

(اس حدیث کو مکمل بیان کرنے کے بعد) ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کہا: تم گواہ ہو جاؤ کہ بے شک میں نے ضرور رجوع کر لیا ہے اباحتِ متعہ (کے موقف اور نظریہ) سے، اٹھارہ احادیث کے بعد جو میں اس کی اباحت کے بارے میں روایت کرتا ہوں۔،،

ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس تصریح کے بعد قول مذکور کی بنیاد پر طعن کا کوئی جواز نہیں ہے۔ وللہ الحمد

شبہ:

عن مالك بن انس قال: كان ابن جريج حاطب ليل

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن جریج حاطب لیل یعنی رطب و یابس جمع کرنیوالے تھے۔

جواب:

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کے بارے میں جلیل القدر ائمہ اعلام کے ارشادات سے روز روشن کیطرح واضح ہے کہ اس طرح کے اقوال نفس الامری طور پر ثابت نہیں ہیں یا غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

حضرت یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ابن جریج کو مرویاتِ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اثبت قرار دیا ہے۔تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں حاطب لیل کیسے قرار دے سکتے ہیں، ملاحظہ کریں، امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

قال علی: سألت یحیی بن سعید: من اثبت من اصحابِ نافع ؟قال: ایوب، وعبیداللہ، ومالك، وابن جریج اثبت من مالك فی نافع۔

(سیر اعلام النبلاء ج6،ص328)

حضرت علی بن مدینی نے فرمایا: میں نے حضرت یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: اصحاب نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے اثبت کون لوگ ہیں تو انہوں نے فرمایا: ایوب اور عبیداللہ اور (امام) مالک، اور ابن جریج حضرت نافع (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (کی مرویات کے بارے) میں (امام) مالک سے بھی اثبت ہیں۔

"روی صالح ابن احمد بن حنبل عن ابیہ قال: عمرو بن دینار، وابن جریج اثبت الناس فی عطاء" (سیر اعلام النبلاء ج6،ص328)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت عمرو بن دینار قدس سرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عطاء بن ابی رباح (کی مرویات کے بارے) میں ابن جریج تمام لوگوں سے اثبت ہیں۔" وللہ الحمد

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث مذکور کا راوی عبداللہ بن سفیان الواسطی ہے:

فضائل الصحابۃ سے منقول حدیث مذکور کی پہلی روایت میں حضرت ابن جریج سے حدیث مذکور کا راوی عبداللہ بن سفیان الواسطی ہے۔

اس کے بارے میں امام ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''عبداللہ بن سفیان الخزاعی الواسطی، عن یحیی بن سعید الانصاری قال العقیلی: لا یتابع علی حدیثہ۔'' (میزان الاعتدال، 109/4)

اور شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی نقل کیا ہے۔

ملاحظہ کریں (لسان المیزان 291/3)

''عبداللہ بن سفیان خزاعی واسطی، یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کرتا ہے، امام عقیلی نے فرمایا: اس کی حدیث پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔''

اس پر جرح کے بیان میں دونوں نقاد ائمہ کرام نے اس کے علاوہ جرح کا کوئی دوسرا سبب نقل نہیں کیا جس سے ظاہر یہی ہے کہ عبداللہ بن سفیان واسطی میں یہی ضعف ہے۔

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے امام عقیلی کا قول: لا یتابع علی حدیثہ، عبداللہ بن سفیان واسطی کے غالب حال کا بیان ہے۔ اس لیے کہ حدیث مذکور پر بلاشبہ متابعت تامہ بلکہ متابعات تامہ موجود ہیں کیونکہ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے حدیث مذکور متعدد راویوں نے روایت کی ہے جن میں ثقہ راوی بھی موجود ہیں جبکہ متابعت میں تو راوی کا ثقہ ہونا بھی شرط نہیں ہے، کما لا یخفی علی خادم الکتب۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حدیث مذکور کے حجت اور دلیل ہونے پر عبداللہ بن سفیان واسطی کا ضعف اثر انداز نہیں ہے اس لیے کہ اس کے ضعف کی علت اس مقام پر نہیں پائی گئی۔ اس کے ضعف کی وجہ سے جو کمی اور قصور تھا اس کی تلافی ہوگئی ہے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

<u>حدیث مذکور کا پانچواں راوی:</u>

عبداللہ بن سفیان واسطی سے حدیث مذکور کا راوی وہب بن بقیہ واسطی ابو محمد المعروف بوہبان ہے۔ یہ ثقہ راوی ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رقمطراز ہیں:

''قال ھاشم بن مرثد عن ابن معین وھبان ثقة الا انه سمع وھو صغیر وقال الخطیب کان ثقة ذکرہ ابن حبان فی الثقات (الی ان قال) قلت: وقال مسلمة واسطی ثقة۔'' (تھذیب التھذیب 11/140-141)

''ہاشم بن مرثد نے حضرت امام یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہبان ثقہ ہے مگر یہ بات ہے کہ اس نے سماع اس حال میں کیا کہ چھوٹے تھے۔

اور خطیب بغدادی نے فرمایا:

وہب بن بقیہ ثقہ ہے ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تا) اور میں کہتا ہوں: مسلمہ نے فرمایا: وہب بن بقیہ واسطی ثقہ ہے۔''

حدیث مذکور کا چھٹا راوی:

وہب بن بقیہ واسطی سے حدیث مذکور کا راوی احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی ہے جو کہ ثقہ راوی ہے۔ دارقطنی، خطیب بغدادی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

امام ذہبی اور ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی، مشهور۔ وثقه الدار قطنی"

(میزان الاعتدال 226/1)

احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی، مشهور، وثقه الدار قطنی قال (الیٰ ان قال) قال الخطیب: احمد بن الحسن بن عبد الجبار بن راشد ابو عبد الله الصوفی (الی ان قال) و کان ثقة۔" (لسان المیزان 1/151-152)

"احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی، مشہور ہے۔ امام دارقطنی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے

(تا) خطیب بغدادی نے فرمایا: احمد بن حسن بن عبدالجبار بن راشد ابوعبداللہ صوفی (تا) ثقہ تھے۔"

حدیث مذکور کا ساتواں راوی

احمد بن حسن بن عبدالجبار سے حدیث مذکور کا راوی ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی ہے، جو امام بن امام حضرت عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ سے "فضائل الصحابۃ" کا راوی ہے جو کہ صدوق، ثقہ، مامون مقبول ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"احمد بن جعفر بن حمدان ابو بکر القطیعی، صدوق فی نفسه مقبول،

تغیر قلیلا۔

قال الخطیب: لم نر احدا ترک الاحتجاج بہ۔ و قال الحاکم: ثقۃ مامون،، (میزان الاعتدال 221/1)

''احمد بن جعفر بن حمدان ابوبکر القطیعی، فی نفسہ صدوق اور مقبول ہے۔ آخری عمر میں معمولی سی تبدیلی آئی (کہ استحضار کچھ متاثر ہوگیا تھا)۔ خطیب بغدادی نے فرمایا: ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے احمد بن جعفر کے ساتھ حجت پکڑنا ترک کردیا ہو۔ اور حاکم نے فرمایا: احمد بن جعفر ثقہ مامون ہے۔،،

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کی ایک سند کی فنی حیثیت آپ ملاحظہ کرچکے ہیں کہ ایک کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور بعض تو مشاہیر فقہاء اور ائمہ اعلام اور شیوخ حرم سے ہیں۔ اور ایک راوی جس میں ضعف ہے اس کے ضعف کی علت اس حدیث کی روایت میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

''اور احمد بن جعفر اور احمد بن حسن اور وہب بن بقیہ نے حدثنا کے ساتھ روایت کی ہے اور عبداللہ بن سفیان نے اگرچہ لفظ عن کے ساتھ روایت کی ہے لیکن وہ مدلس نہیں ہے۔ اور ابن جریج نے عن عطاء کے ساتھ روایت کی ہے جو ''قال عطاء،، کے ساتھ روایت کرنے کی مثل ہے اور ابن جریج کا ''قال عطاء،، کے ساتھ روایت کرنا ''سمعت عطاء،، کے ساتھ روایت کرنے کے حکم میں ہے جیسا کہ ابن جریج کی تصریح گزر چکی ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح کا ''عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ،، کے ساتھ روایت کرنا ہرگز موجب طعن نہیں ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ اس حدیث

کے تمام راوی متصل ہیں کہیں انقطاع ہرگز نہیں ہے۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

حدیث مذکور کی دوسری روایت کی سند پر اجمالی نظر:

فضائل الصحابۃ سے منقول حدیث مذکور کی دوسری روایت کے راویوں میں سے تین حضرات سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، ابن جریج رحمہما اللہ تعالیٰ کا تعارف پیش کیا جاچکا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ تو صرف تحصیل برکت کے لیے تھا ورنہ اہل سنت کے نزدیک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت میں کلام نہیں ہے بلکہ باجماع اہل سنت تمام صحابہ کرام عدول ہیں۔

اور ابن جریج قدس سرہ العزیز تک سند درج ذیل ہے:

"حدثنا جعفر بن محمد الفریابی قثنا محمد بن مصفی الحمصی قثنا بقیۃ بن الولید عن ابن جریج۔"

اور شروع میں راویٔ کتاب ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان القطیعی ہے۔ راوی کتاب کے بارے میں ائمہ اعلام کی توثیق کا بیان قریب ہی گزر چکا ہے۔

جعفر بن محمد الفریابی بھی ثقہ، امین، حجت ہے۔ محمد بن مصفی الحمصی حافظ صدوق ثقہ مشہور ہے۔ بعض اہل علم نے انہیں مدلس کہا ہے لیکن تدلیس اس مقام پر اثر انداز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے اس لیے کہ اس نے پہلے دونوں راویوں کی طرح حدثنا کے ساتھ روایت کی ہے۔

بقیہ بن ولید کے بارے میں کثیر ائمہ اعلام ماہرین نقاد حضرات امام ابو زرعہ

امام یحییٰ بن معین امام ابن حبان وابن سعد وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات ہیں کہ بقیہ بن ولید جب ثقات سے روایت کرے تو ثقہ مامون ہے۔

(تہذیب التہذیب 1/416تا418)

شبہ: اہل علم نے اس کے مدلس ہونے کی تصریح بھی کی ہے لہٰذا جب ''عن'' کے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت میں انقطاع کا احتمال ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے حجت اور دلیل نہیں ہے۔

الجواب:

اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ:

جب سند مذکور کے باقی تمام راوی ثقہ اور متصل ہیں (عن عطاء عن ابی الدرداء کی وضاحت گزر چکی ہے) اور بقیہ بن ولید بھی ثقات اور معروفین سے روایت کرنے کی صورت میں ثقہ مامون ہے۔تو اس جگہ اس کا ''عن ابن جریج'' کے ساتھ روایت کرنا اصل متن حدیث کے حجت اور دلیل ہونے پر اثر انداز ہرگز نہیں ہوسکتا اس لیے کہ حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے میں بقیہ بن ولید متفرد نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص نے روایت کی ہے جن میں ثقہ غیر مدلس بھی ہیں۔

اور اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک حدیث جو متعدد طرق اور اسانید کے ساتھ مروی ہے اس کی کسی سند میں ضعف آنے سے متن حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا بلکہ یہ سند بھی دیگر اسانید کے لیے تائید وتقویت کا موجب ہوگی۔

وللہ الحمد۔

حدیث مذکور کی تیسری روایت کی سند پر اجمالی نظر:

فضائل الصحابۃ سے منقول حدیث مذکور کی تیسری روایت کی سند درج ذیل ہے:

''حدثنا علی قال: نا عبداللہ بن عبدالمؤمن نا عمر بن یونس الیمامی ابو حفص قثنا ابو بکر عن ابن جریج الخ،، (فضائل الصحابۃ 431/1)

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

سند مذکور میں حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے راوی ''ابو بکر،، متعین نہیں ہو سکا، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

پہلا راوی علی بن الحسن القطیعی ہے، دوسرا عبداللہ بن عبدالمؤمن الواسطی ہے، تیسرا عمر بن یونس الیمامی ہے۔

علی بن الحسن القطیعی کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

''کان ثقہ'' (تاریخ بغداد)

عبداللہ بن عبدالمؤمن الواسطی کے ترجمہ میں شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔،، (تہذیب التہذیب 266/5)

اور حضرت امام ذہبی نے بھی انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

اور عمر بن یونس الیمامی کے ترجمہ میں ابن حجر قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے:

قال احمد ثقۃ ولم اسمع منہ وقال ابن معین والنسائی ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات (الی ان قال) وقال اسماعیل بن اسحاق القاضی فی کتاب

احکام القرآن ثنا علی ھو ابن المدینی ثنا عمر بن یونس الیمامی و کان ثقۃ ثبتا ووثقہ ابوبکر البزار۔،، (تہذیب التہذیب 446/7)

،،حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

عمر بن یونس الیمامی ثقہ ہے لیکن میں اس سے (حدیث کا) سماع نہیں کر سکا۔ اور امام یحییٰ بن معین اور امام نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عمر بن یونس الیمامی ثقہ ہے، اور امام ابن حبان قدس سرہ العزیز نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے (تا) اور اسماعیل بن اسحاق قاضی نے کتاب احکام القرآن میں کہا: ہمیں علی (وہ ابن المدینی ہیں) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن یونس الیمامی نے حدیث بیان کی اور عمر بن یونس الیمامی ثقہ ثبت تھے اور ابوبکر البزار نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔،،

نیز ابوبکر سے نیچے تمام راویوں نے 'حدثنا' کے ساتھ حدیث روایت کی ہے جو اتصال پر نص ہے انقطاع کا احتمال بھی نہیں ہے۔

تنبیہ: فقیر راقم الحروف نے علی بن الحسن القطیعی کو پہلا راوی قرار دیا ہے تو اس سے فقیر کی مراد راوی کتاب کے بعد پہلا راوی ہے۔

حدیث مذکور کی چوتھی روایت کی سند پر اجمالی نظر:

حدثنا عمر بن یونس الیمامی ثنا ابو سعید البکری عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

،،ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل۔ او: خیر۔ من ابی بکر الا ان یکون نبی۔ (المنتخب من مسند عبد بن حمید، الجزء الاول ص 200)

بحمد اللہ تعالیٰ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

1: پہلا راوی عبدالحمید بن حمید بن نصر الکشی صاحب مسند ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''عبد بن حميد بن نصر الكشی ابو محمد (الی ان قال) وقال ابو حاتم بن حبان فی الثقات عبدالحميد بن حميد بن نصر الكشی وهو الذی يقال له عبد بن حميد وكان ممن جمع وصنف ومات سنة تسع واربعين ومائتين۔''

(تهذیب التهذیب 6/402-403)

''عبد بن حمید بن نصر الکشی ابو محمد (تا) اور ابو حاتم بن حبان قدس سرہ نے کتاب الثقات میں فرمایا:

''عبدالحمید بن حمید بن نصر الکشی اور یہ وہی صاحب ہیں جنہیں ''عبد بن حمید'' کہا جاتا ہے۔ اور یہ ان علمائے اعلام سے ہیں جنہیں جمع علوم اور تصنیف کتب کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ سنہ 249 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔''

ضروری تنبیہ:

ظاہر یہی ہے کہ تاریخ الخلفاء میں جو عبدالرحمن بن حمید لکھا ہے اس سے مراد عبدالحمید بن حمید ہی ہیں اور عبدالرحمن لکھا جانے کا سبب واللہ تعالیٰ اعلم ان کے نام میں دوسرا قول ہے یا تسامح یا زَلتِ ناسخ ہے۔

2: دوسرا راوی عمر بن یونس الیمامی ہے اس کی توثیق گزشتہ سند کے رجال میں گزر چکی ہے۔

3: تیسرا راوی ابوسعید البکری: ابان بن تغلب بن رباح ابوسعید الجریری

الربعی الکوفی البکری ہے۔

اس کی کنیت کے بارے میں تین قول ہیں۔

علامہ خیر الدین الزرکلی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب بن رباح البکری الجریری بالولاء، ابوسعید: قاری لغوی من غلاة الشیعة من اهل الکوفة کان جده رباح مولی لجریر بن عباد البکری (من بکر بن وائل) فنسب الیه۔ من کتبه "غریب القران" ولعله اول من صنف فی هذا الموضوع۔ و "القراآت" و "صفین" و "الفضائل" و "معانی القرآن"۔'' (الاعلام الجزء الاول، صفحہ 26-27)

عظیم فاضل ومؤرخ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:

غریب القرآن۔ افرد التالیف فیه جماعة غیر ماذکر ابن الاثیر منهم ابوالحسن سعید بن مسعدة (الی ان قال) وابان بن تغلب بن رباح ابوسعید البکری المتوفی سنة (۱۴۱) احدی واربعین ومائة۔''

(کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، المجلد الثانی 1207)

علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب بن رباح الجُریری، بالجیم، ابوسعد الربعی الکوفی البکری مولی بنی جُریر بن عباد (الی ان قال) قال یاقوت: ذکره ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی فی مصنفی الامامیة فقال: هو جلیل القدر ثقة عظیم المنزلة فی اصحابنا (الی ان قال) روی له مسلم والاربعة و قال شمس الدین: هو صدوق موثق۔'' (کتاب الوافی بالوفیات، الجزء الخامس، ص 199)

امام جمال الدین یوسف المزی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب الربعی ابوسعد الکوفی القاری روی عن جعفر بن محمد الصادق (الی ان قال)

قال عبداللہ بن احمد بن حنبل عن ابیہ، واسحاق بن منصور عن یحیی بن معین وابو حاتم والنسائی: ثقة۔

زادابوحاتم: صالح ۔(الی ان قال) و قال ابو احمد بن عدی: له احادیث ونسخ وعامتها مستقیمة اذاروی عنه ثقة۔

وهو من اهل الصدق فی الروایات۔ وان کان مذهبه مذهب الشیعة وهو معروف فی الکوفیین وقدروی نحوا من مئة حدیث وهو فی الروایة صالح لاباس به۔

قال ابوبکر احمد بن علی بن منجویه: مات سنة احدیٰ واربعین و مئة۔ روی له الجامعة الا البخاری۔'' (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال 2/6-7-8)

علامہ علاء الدین مغلطای رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب ابوسعد الربعی النحوی۔

خرج ابن حبان حدیثه فی ''صحیحه'' بعد ذکره ایاه فی کتاب ''الثقات'' ولما خرج الحاکم حدیثه فی ''مستدرکه'' قال: کان قاص الشیعة، وهو ثقة، وذکره فی کتاب ''علوم الحدیث'' فی جملة الثقات ایضا۔

وقال ابن عدی، وقول الجوزجانی فیه: انه کان یغلو فی التشیع، لم یرد به ضعفاً فی الروایة (الی ان قال) وقال محمد بن سعد کاتب الواقدی: توفی فی خلافة ابی جعفر، وعیسی بن موسی والٍ علی الکوفة، وکان ثقة۔

وذکر الحافظ ابو حفص بن شاھین فی "جملة الثقات" تالیفه (الی ان قال) قال ابن عجلان ثنا ابان بن تغلب، رجل من اهل العراق ثم النساك، ثقة دل شعبة علی الحدیث وحمله الیه وافاده۔

(اکمال تهذیب الکمال فی اسماء الرجال 1/157-158)

امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی رقمطراز ہیں:

"ابان بن تغلب ابو سعد الربعی الکوفی القاری احد الائمة۔

قلت: تلقن القرآن من الاعمش وعرض علی طلحة بن مصرف و عاصم بن بهدلة، وقیل: کنیته: ابو امیة۔

قال روی عن: الحکم بن عتیبة وعکرمة وعدی بن ثابت وابی اسحاق وابی جعفر الباقر وفضیل بن عمرو والمنهال بن عمرو وجماعة۔

وعنه: شعبة وابن مبارك وسفیان بن عیینة وحماد بن زید وابو معاویة وخلق۔

وثقه احمد وابن معین وابو حاتم، وقال الجوز جانی: زائغ، مذموم المذهب ومجاهر۔

و قال ابن عدی: هو من اهل الصدق، و ان کان مذهبه مذهب الشیعة۔" (تذهیب تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، 1/217-218)

نیز شیخ الاسلام امام شمس الدین ذہبی رقمطراز ہیں:

"ابان بن تغلب:

الامام المقری ابو سعد وقیل ابو امیة الربعی الکوفی الشیعی (الی ان قال) وهو صدوق فی نفسه، عالم کبیر، و بدعته خفیفة، لا یتعرض للکبار، و

حدیثه یکون نحو المئة۔،، (سیر اعلام النبلاء 6-308)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

ابان بن تغلب الربعی ابو سعد الکوفی۔ (الی ان قال) قال احمد و یحیی و ابو حاتم والنسائی ثقة۔ زاد ابو حاتم و قال الجوزجانی زائغ مذموم المذهب مجاهر۔ و قال ابوبکر بن منجویه مات سنة (141) وقال ابن عدی له نسخ عامتها مستقیمة اذا روی عنه ثقة وهو من اهل الصدق فی الروایات و ان کان مذهبه مذهب الشیعة وهو فی الروایة صالح لا باس به۔

قلت: هذا قول منصف و اما الجوزجانی فلا عبرة بحطه علی الکوفیین۔،، (تہذیب التہذیب الجزء الاول، ص81)

نوٹ: تہذیب التہذیب کے جس نسخہ سے راقم الحروف نے عبارت نقل کی ہے اس میں عبارت منقولہ میں کتابت کی غلطی سے ''مات سنة (141)'' کی جگہ ''مات سنة'' (241) لکھا ہوا ہے۔

<u>خلاصہ عبارات منقولہ:</u>

ابان بن تغلب بن رباح ابوسعید البکری جو کہ اکثر کتب اسماء الرجال میں ابوسعد الربعی الکوفی سے متعارف ہے اور بعض میں ابوسعید البکری سے، اگرچہ اہل تشیع سے ہے لیکن فی نفسہ صدوق، عالم کبیر، اور روایت حدیث میں اہلِ صدق سے ہونے کی وجہ سے ائمہ اہل سنت نے جب اسے ثقہ پایا تو اس کی روایات کو قبول کیا ہے اور اس کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ ائمہ اعلام حضرات شعبہ، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ جیسے اکابر نے اس سے احادیث روایت کی ہیں۔

ائمہ کبار، ماہرین نقاد حضرات امام احمد بن حنبل امام یحییٰ بن معین امام ابو حاتم، امام نسائی، امام ابن حبان، ابن عدی، محمد بن سعد، ابن عجلان، ابن شاہین وغیرہم من الائمہ الاعلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی توثیق کی ہے جسے متعدد ائمہ اعلام نے نقل کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور اگر کسی نے اس کے مسلک کی وجہ سے طعن کیا ہے جیسے جوز جانی، تو علمائے اعلام نے اس پر تنقید کی ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تہذیب التہذیب میں۔

اور بعض نے اس طعن کا محمل واضح کیا ہے جیسا کہ ابن عدی نے جوز جانی کے قول کے بارے میں لکھا:

لم یرد بہ ضعفاً فی الروایۃ۔ کہ جوز جانی کے طعن سے ابان بن تغلب کا روایت میں ضعف مراد نہیں ہے۔،،

اور ان ائمہ اعلام میں سے کسی نے ابان بن تغلب کے مدلس ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہمارے اسلاف کرام ائمہ اعلام کی تحقیق کے مطابق ابان بن تغلب، مدلس ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت ابن جریج سے اس کا ''عن'' کے ساتھ روایت کرنا کسی طعن کا موجب نہیں ہے بلکہ اتصال پر محمول ہے۔ وللہ الحمد

چوتھا راوی ابن جریج اور پانچواں راوی عطاء بن ابی رباح اور چھٹا راوی حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہم)

حضرات صحابہ کرام کی عدالت میں کلام ہی نہیں ہے تمام اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عدول ہیں اور حضرت عطاء بن

ابی رباح اور حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہما کی شخصیت کا تعارف گزر چکا ہے کہ دونوں حضرات ائمہ اعلام اور ثقات سے ہیں۔

نتیجۂ کلام:

پہلے ثقہ راوی حضرت عبد بن حمید صاحبِ مسند اور دوسرے ثقہ راوی حضرت عمر بن یونس الیمامی نے ''حدثنا'' کے ساتھ حدیث روایت کی ہے اور تیسرے ثقہ راوی ابان بن تغلب ابوسعید البکری نے لفظ ''عن'' کے ساتھ روایت کی ہے لیکن وہ مدلس نہیں ہے اس لیے علم اصول حدیث کے ضابطہ کے مطابق اس کا ''عن'' کے ساتھ روایت کرنا اتصال پر محمول ہے۔ اور ان سے اوپر والے رجال کے بارے میں تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حدیث مذکور کی مسند عبد بن حمید سے منقول سند مذکور کے تمام راوی ثقہ اور متصل ہیں جبکہ یہ حدیث شاذ اور معلل بھی نہیں ہے۔

اور فضائل الصحابۃ کی پہلی سند میں ایک کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور ایک راوی جس میں ضعف ہے اس کے ضعف کی علت اس حدیث کی روایت میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

اور اس سند میں بھی تمام راوی متصل ہیں۔

اور فضائل الصحابۃ کی دوسری سند میں بقیہ بن ولید کے سوا تمام راوی ثقہ اور متصل ہیں اور بقیہ بن ولید بھی ثقات اور معروفین سے روایت کرنے کی صورت

میں ثقہ مامون ہے۔ البتہ یہ مدلس ہے اور اس نے حضرت ابن جریج سے ''عن'' کے ساتھ روایت کی ہے جس کی وجہ سے انقطاع کا احتمال موجود ہے۔لیکن ابن جریج سے روایت کرنے میں بقیہ بن ولید متفرد نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ ثقہ اور غیر مدلس اشخاص نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے، لہٰذا تعدد طرق حدیث کے سبب، اس کی تدلیس کی وجہ سے سند میں پائے جانے والے ضعف کا تدارک اور تلافی ہوگئی ہے۔وللہ الحمد

فضائل الصحابۃ کی تیسری سند میں ابوبکر کا تعین نہیں ہوسکا اور اس کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام نورالدین علی ابن ابی بکر الہیثمی نے فرمایا:

''رواه الطبرانی وفیه بقیه وهو مدلس وبقیه رجاله وثقوا''

(مجمع الزوائد، 24/9)

''امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے اور وہ مدلس ہے اور اس کے باقی تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے''

جبکہ ائمہ اعلام کی تصریحات کے مطابق ثقات سے روایت کرنے کی صورت میں بقیہ بھی ثقہ مامون ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے قطع نظر دیگر اسانید سے صرف اسانید مذکورہ کی رو سے ہی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور بلاشک وشبہ حدیث صحیح ہے۔

اور حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز نے جو نقل کیا ہے کہ:

''وقد اشار ابن کثیر الی الحکم بصحته'' (تاریخ الخلفاء ص 46)

''تو بلاشبہ علامہ ابن کثیر حدیثِ مذکور پر صحت کا حکم لگانے میں مصیب ہیں''

فقیر راقم الحروف اس تحریر میں علمائے اعلام کے اس اختلاف میں نہیں پڑنا چاہتا کہ آیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رسل ملائکہ علیہم السلام پر بھی فضیلت ہے یا نہیں؟ بلکہ صرف اس نظریہ اور عقیدہ کی ترجمانی کرنا چاہتا ہے جو تمام علمائے اہل سنت میں اجماعی اور اتفاقی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

تو اس نظریہ اور موقف کی حقانیت پر یہ حدیث مرفوع صحیح، صریح نص اور قطعی الدلالت ہے جو الفاظ کے معمولی تفاوت سے مروی ہے دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

"عن ابی الدرداء (رضی اللہ عنہ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل ـ او: خیر ـ من ابی بکر الا ان یکون نبی" (المنتخب من مسند عبد بن حمید 200/1)

"عن ابی الدرداء قال: رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امشی امام ابی بکر فقال یا ابا الدرداء (الی ان قال) ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر" (فضائل الصحابۃ 188/1)

"عن ابی الدرداء قال: رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال ۔۔ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت"

(فضائل الصحابۃ 190/1) (رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد 24/9)

"عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:" ماطلعت الشمس علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی"

(فضائل الصحابۃ 431/1)

یہ کسی صحابی کا قول یا زعم نہیں ہے بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص صریح: حدیث صحیح قطعی الدلالت ہے اس پر کہ بعد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے اس میں شک وشبہ نہیں ہے۔

اور حدیث نبوی: ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت۔''

اس پر بھی نص صریح اور قطعی الدلالت ہے کہ

اور فرمان باری تعالیٰ: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. الآیۃ۔

کے مطابق یہ نظریہ اور عقیدہ رکھنا ہر امتی پر لازم اور ضروری ہے۔ اس نص صریح میں حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات قدسیہ کے علاوہ کسی فرد بشر کا استثناء نہیں کیا گیا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ بلکہ باقی تمام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ افضلیت میں اپنی امت کو یہ عقیدہ تعلیم فرمایا ہے تو اب دیکھتے ہیں کہ کون حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اور کون خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے؟

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔ والحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

شبہ:

اس حدیث میں بعد از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے افضل ذات پر سورج طلوع اور غروب ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس سے مساوی اور برابر کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(۱) حدیث مذکور کی ایک روایت نے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی ہے کیونکہ اس میں حدیث مبارک کی عبارت ہی ایسی ہے کہ یہ شبہ سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ فرمان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بایں الفاظ ہے:

''ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت''

(فضائل الصحابة 1/190) (رواہ الطبرانی، مجمع الزوئد 9/24)

''یعنی حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جن پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہے ان تمام سے بلا شک وشبہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں۔''

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صرف افضل ہونے کی ہی تصریح نہیں ہے بلکہ ان ابابکر خیر الحدیث کے ساتھ افضلیت قطعی ہونے کی بھی تصریح فرمائی گئی ہے۔لہذا شبہ مذکورہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔

(۲) اکثر طرق حدیث کی نسبت یہ کمزور شبہ ہوسکتا ہے تو جواباً گزارش یہ ہے کہ اگرچہ ظاہر کلام سے صرف افضل کی نفی مفہوم ہو رہی ہے لیکن اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ محاورات میں فصحاء و بلغاء کے ایسے کلام سے افضل اور مساوی دونوں کی نفی مقصود اور مراد ہوتی ہے۔

اسی لیے تو حدیث مذکور نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کا افادہ کیا ہے اور اس میں سر اور راز یہ ہے کہ ہر دو شخصوں کے حال سے غالب یہی ہے کہ ان کے درمیان تفاضل ہوتا ہے نہ کہ مساوات، لہٰذا جب ایک شخص سے افضلیت کی نفی کی گئی تو دوسرے کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ جیسا کہ علامہ مسعود بن عمر تفتازانی قدس سرہ العزیز نے حدیث مذکور کے تحت فرمایا:

''و مثل هذا الكلام وان كان ظاهره نفي افضلية الغير لكن انما يساق لاثبات افضلية المذكور. ولهذا افادان ابابكر افضل من ابي الدرداء.

والسر في ذالك ان الغالب من حال كل اثنين هو التفاضل دون التساوي فاذا نفي افضلية احدهما لآخر ثبت افضلية الآخر۔''

(شرح المقاصد، 520/3)

اور یہی وجہ ہے کہ اہل سنت اور تفضیلیہ میں سے کوئی بھی حضرت ابو بکر صدیق یا حضرات شیخین کریمین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں برابری اور مساوات کا قائل نہیں۔

(۳) اگر کہا جائے:

''ما طلعت الشمس و لا غربت على احد افضل من الانبياء و المرسلين عليهم الصلوة والسلام''

''کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل کسی فرد پر سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ ہی غروب ہوا ہے۔''

توکیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صرف افضل ہونے کی نفی ہے مساوی اور برابر کی نفی نہیں ہے؟ جب بالیقین مساوی اور افضل دونوں کی نفی مقصود ہے تو حدیث مذکور کی عبارت بھی اسی ترکیب سے ہے اور اس سے مقصود اور منشاء رسالت بھی یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا کوئی انسان نہ ہی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہے اور نہ ہی مساوی اور برابر ہے۔ وللہ الحمد

(۴) بالفرض اگر ایسی ہی ترکیب کے ساتھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث مرفوع صحیح وارد ہوتی تو تفضیلیہ بتائیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا معنی ومفہوم کیا ہوتا؟ کیا افضل اور مساوی دونوں کی نفی مقصود ہوتی یا صرف افضل کی نفی ہوتی؟ جب بالیقین دونوں کی نفی ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعترافِ حق سے مانع کونسی چیز ہے؟ وللہ الحمد

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

حدیث نمبر 2:

"عن ابی سعید الخدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الناس (الی ان قال) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ و مالہ ابابکر و لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لا تخذت ابابکر خلیلا ۔الحدیث۔

ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال:لو کنت متخذا من امتی خلیلا لا تخذت ابابکر ولکن اخی وصاحبی ''
(صحیح البخاری 516/1)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں (صحابہ کرام) کو خطبہ ارشاد فرمایا (تا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک مجھ پر سب لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والے، اپنی صحبت اور اپنے مال میں، ابوبکر ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) اور اگر میں اپنے رب کے علاوہ (کسی کو) خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ الحدیث''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اگر میں اپنی امت سے (کسی کو) خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو خلیل بناتا، اور لیکن ابوبکر میرا بھائی اور میرا صاحب ہے۔''

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''قد ورد هذا الحديث من رواية ابن عباس وابن الزبير وابن مسعود وجندب بن عبد الله والبراء وكعب بن مالك وجابر بن عبد الله وانس و ابی واقد الليثي وابی المعلی وعائشة وابی هريرة وابن عمر رضی اللہ عنہم

وقد سردت طرقهم فی الاحاديث المتواترة''

(تاریخ الخلفاء، ص 53-54)

''یہ حدیث (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ) حضرات عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زبیر وعبداللہ بن مسعود وجندب بن عبداللہ وبراء وکعب بن مالک

وجابر بن عبداللہ وانس وابوواقد اللیثی وابو المعلی وام المؤمنین عائشۃ وابوہریرہ و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت سے بھی ضرور وارد ہوئی ہے اور میں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرق احادیث متواترہ میں نقل کر دیئے ہیں۔،،

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حدیث مذکور حدیث متواتر ہے۔

اور حدیث متواتر لفظی ہو یا معنوی، علم قطعی ضروری کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ اس پر علماء اعلام وائمہ کرام کی تصریحات موجود ہیں۔

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان مقدس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان ایسی جامعیت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ اس کے بعد آپ کے افضل الامت ہونے میں کوئی ابہام اور اشتباہ باقی رہا ہی نہیں۔

حدیث مذکور میں اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت میں سے کسی فرد کو اگر اپنا خلیل بنانے کی سعادت عطا فرماتے تو امت مرحومہ میں وہ صرف ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ہے، جن کے اندر ایسی خوبیاں اور ایسے کمالات ہیں اور ایسی استعداد وصلاحیت اور ایسا عظیم الشان روحانی مرتبہ ومقام اور عنداللہ تعالیٰ ایسی عزت وکرامت اور وجاہت انہیں حاصل ہے جو سب سے بڑھ کر ہے جس کے پیش نظر صرف وہی اس سعادت عظمیٰ سے مشرف فرمائے جانے کے اہل ہیں، جبکہ دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ یہی افضلیت مطلقہ کا مفہوم ہے۔وللہ الحمد

پوری امت مسلمہ میں سے صرف اور صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو

خلیل بنائے جانے کے اعزاز کے قابل قرار دینا ان کے نسبی شرف کی بنا پر قطعاً نہیں ہوسکتا کیونکہ نسبی شرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے لیے مسلم ہے اور نہ ہی اس طرح کی دوسری صفات کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہیں اس اعزاز کا اہل اس وجہ سے قرار دیا گیا ہے کہ ان کی ذات اقدس میں ایسے اوصاف وکمالات پائے جاتے ہیں جن کے سبب ان کا مرتبہ ومقام بارگاہِ خداوندی میں امت مسلمہ میں سب سے ارفع واعلیٰ ہے۔ تو اس کی بنا پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیل بننے کے اہل تھے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ

فائدہ عظیمہ:

جب اس حدیث متواتر سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا ثابت ہے اور حدیث متواتر علم قطعی ضروری کی مفید ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔

اسی طرح افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر احادیث مبارکہ متواترۃ المعنیٰ ہیں وہ بھی من حیث المجموع علم قطعی کی مفید ہیں۔

نیز افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع امت ہے اور علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ العزیز نے تصریح کی ہے کہ اکثر علماء اعلام اور ائمہ کرام کے نزدیک اجماع مطلقاً علم قطعی کا مفید ہے۔ ان حقائق سے خوب واضح ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

ضروری تنبیہ:

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع امت ہے یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے۔اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین مسئلہ افضلیت مطلقہ کے اختلافی ہونے کا دعویٰ محض بے اصل اور سراسر باطل ہے۔ اور اجماع صحابہ کرام کے خلاف مبتدعہ کا اس مسئلہ میں دوسری رائے قائم کرنا بذات خود ایک سنگین غلطی ہے نہ یہ کہ مبتدعہ کے اختلاف کی وجہ سے اجماعی مسئلہ کو اختلافی قرار دیدیا جائے گا۔ جبکہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام اور باقی تمام اہل سنت کا بھی اس پر اجماع ہے اور یہ بات دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ اجماعِ اُمت سے مراد اہل حق کا اجماع ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث نمبر 3:

اخرج الشیخان عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال: مرض النبی علیہ الصلوۃ والسلام فاشتد مرضہ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس الحدیث۔،، (تاریخ الخلفاء،ص 62-63)

حضرت امام بخاری وحضرت امام مسلم رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت شریفہ زیادہ ناساز ہوئی تو آپ نے فرمایا:

ابوبکر کو (میری طرف سے) امر کرو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ھذا الحدیث متواتر وورد ایضا من حدیث عائشة وابن مسعود وابن

عباس وابن عمر وعبداللہ بن زمعة وابی سعید وعلی بن ابی طالب و حفصة رضی اللہ عنہا و قد سقت طرقهم فی الاحادیث المتواترة (الی ان قال) و فی حدیث ابن زمعة رضی اللہ عنه۔ ان النبی علیه الصلوٰة والسلام امرهم بالصلاۃ و کان ابوبکر غائبا فتقدم عمر فصلی فقال صلی اللہ علیه وسلم: لا، لا، لا، یابی اللہ والمسلمون الا ابابکر۔ یصلی بالناس ابوبکر (الی ان قال) قال العلماء: فی هذا الحدیث اوضح دلالة علی ان الصدیق افضل الصحابة علی الاطلاق واحقهم بالخلافة واولاهم بالامامة۔،، (تاریخ الخلفاء، ص 63)

”یہ حدیث متواتر ہے (حضرت ابوموسی اشعری کے علاوہ) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرات عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن زمعہ وابوسعید خدری وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ ان صحابہ کرام کے طرق میں نے احادیث متواترہ میں نقل کر دیئے ہیں (تا) اور حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو نماز کا امر فرمایا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (امامت کرانے کے لیے) آگے بڑھے اور نماز پڑھائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا، لا، لا یعنی ابوبکر کے سوا کوئی دوسرا امامت نہ کرائے۔ تین بار یہی فرمایا (اور فرمایا) اللہ تعالیٰ اور مسلمان سوائے ابوبکر کے (کسی دوسرے صحابی کا میری موجودگی میں میری نیابت کے طور پر امامت کرانا) قبول نہیں کرتے، ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں (تا)

علماء نے فرمایا: اس حدیث میں واضح ترین دلالت ہے اس امر پر کہ بلاشبہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الصحابۃ علی الاطلاق ہیں اور ان میں زیادہ حق دار ہیں خلافت کے اور اَولیٰ وموزوں ترین ہیں (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیابت وخلافت میں امامت کے لیے۔(تاریخ الخلفاء)

بحمد اللہ تعالیٰ یہ حدیث متواتر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابۃ اور افضل البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونے کی روشن دلیل ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت تمام امتوں سے افضل ہے۔ اور حضور کی امت میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین افضل ہیں تو لامحالہ جو افضل الصحابۃ ہے وہی افضل الامت اور افضل البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الصحابہ ہونا اس حدیث مبارک سے روز روشن کی طرح واضح ہے اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نماز جیسے رکن اسلام میں اپنی نیابت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمانا اور کسی بھی دوسرے صحابی کو اس منصب عالی کے لیے قبول ہی نہ کرنا، اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ روحانی مرتبہ ومقام اور عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت میں جماعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں کسی کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا تو درکنار ان کے برابر بھی کوئی نہیں ہے۔

اور یہ انتخاب صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتی رائے سے نہیں تھا بلکہ امر الٰہی سے تھا جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''لست انا اقدمہ ولکن اللہ یقدمہ''

''ابوبکر صدیق کو میں نہیں مقدم کر رہا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو (سب صحابہ میں

سے) مقدم فرما رہا ہے۔،،

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے بخوبی آگاہ تھے اس لیے وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی بھی دوسرے صحابی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ جیسا کہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یابی اللہ والمسلمون الا ابابکر، سے خوب واضح ہے۔

اور بامر الٰہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس انتخاب سے خلافت بلافصل کے لیے ان کا سب سے زیادہ حق دار ہونا بھی خوب واضح ہے جیسا کہ اکابر صحابہ کرام جن میں حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات شامل ہیں، نے خلافت بلافصل کے لیے ان کے زیادتِ استحقاق پر اس نیابت سے بھی استدلال کیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت بلافصل کے لیے سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بتائی ہے اور اس میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر سے آپ کی نیابت میں نماز میں امامت کرانے کا حوالہ بھی دیا ہے جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ''مغازی،، میں اور امام حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ روایت کیا ہے:

کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وانا نری ابابکر احق الناس بھا انہ لصاحب الغار وانا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالصلاۃ بالناس وھو حی،، (تاریخ الخلفاء، ص 70)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے خلافت بلافصل کا زیادہ حق دار ہونا ہم یقینی طور پر جانتے ہیں (اس لیے کہ) بے شک وہ صاحب الغار ہیں اور بیشک ہم ان کے شرف و بزرگی اور فضیلت کو ضرور پہچانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دنیوی حیات مبارکہ میں نماز میں لوگوں کی امامت کرانے کا انہیں ضرور امر فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

فائدہ عظیمہ:

مسجد نبوی شریف میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عظیم الشان اجتماع میں حضرت علی مرتضیٰ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا اس حقیقت کا اعتراف اور اظہار و اعلان فرمانا: "وانا نری ابابکر احق الناس بھا"۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا تمام صحابہ کرام میں سے زیادہ حق دارِ خلافت ہونا ہم یقینی طور پر جانتے ہیں۔

پھر اس کی علت یہ بیان کرنا، انہ لصاحب الغار۔ تا آخر، اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور ان کا زیادتِ استحقاقِ خلافت بلافصل دونوں امر قطعی اور یقینی تھے اسی لیے تو ان نفوس قدسیہ نے متعدد بار حرف تحقیق اور حرف تاکید کو ذکر کیا ہے۔

(اصل عبارت دوبارہ ملاحظہ کر لیں)

حتی کہ صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں صراحت ہے:

"ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔"

"کہ خلافت بلافصل کے منصب عالی کے لیے اللہ تعالیٰ اور تمام مؤمنین

ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی دوسرے شخص کو قبول نہیں کریں گے۔،،

اور حضرت امام احمد بن حنبل و دیگر ائمہ اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلا فصل کے لیے تحریر کرانے کا ارادہ فرمایا اور تحریر لکھنے کے لیے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلانے کا حکم دیا تا کہ خلافت کے معاملہ میں کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہ کرے لیکن پھر ارادہ ملتوی فرما دیا اور فرمایا:

’’دعیہ، معاذ اللہ ان یختلف المؤمنون فی ابی بکر،،

’’اسے چھوڑیئے، اللہ کی پناہ کہ مؤمنین ابو بکر (رضی اللہ عنہ کی خلافت) کے بارے میں اختلاف کریں۔،، (تاریخ الخلفاء، ص 62)

<u>ضروری تنبیہ نمبر 1:</u>

ان احادیث مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ خلافت بلا فصل کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تقرر اور تعین در حقیقت اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایسی عظمتوں اور شرافتوں سے نوازا کہ امت مرحومہ میں کسی کو ان کے برابر بھی نہیں نوازا چہ جائیکہ ان سے کوئی افضل ہو، پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے مرتبہ و مقام سے پوری طرح آگاہ فرما دیا تا کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت بلا فصل کے لیے کسی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہوں۔

تو یہ انتخاب اگرچہ بظاہر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی رائے سے

ہوالیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا۔

جیسا کہ و یأبی اللہ والمؤمنون الاابابکر۔(صحیح مسلم) میں اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا السیف الجلی نامی رسالہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو عوامی چناؤ کا مرہون منت اور ثمرہ قرار دینا سراسر باطل اور مردود ہے۔اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت ظاہری قرار دینا اور اس کا دائرہ فرش تک محدود بتانا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت باطنی اور روحانی اور محض وہبی امر قرار دینا اور اس کا دائرہ عرش تک بتانا اور خلافت ظاہری کو دین اسلام کا سیاسی منصب اور خلافت باطنی کو خالصتاً روحانی منصب قرار دے کر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اسلام کے سیاسی منصب پر فائز اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خالصتاً روحانی منصب پر فائز بتا کر بزعم خود متعدد وجوہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی خلافتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت اور برتری ثابت کرنے کی جو سعی نامشکور کی ہے یہ خلافتِ نبوت کی حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ اور سنیت سے سراسر انحراف اور اتباعِ ہویٰ ہے اور یہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کی تشریح نہیں ہے بلکہ تحریف معنوی ہے اس لیے کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف محض خطیبانہ لسانی اور تحکم اور سینہ زوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تخیلات باطلہ کو پیش کیا گیا ہے اور اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی گئی کہ اس نظریہ میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تکذیب کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ آپ کے نزدیک بھی افضلیتِ شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینا خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے کہ آپ نے ایسے شخص کے بارے میں اسی 80 کوڑے سزا کا اعلان فرمایا ہے۔

اس لیے ڈاکٹر صاحب سے ہمدردانہ گزارش ہے کہ موت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہی کو پیش نظر رکھیں۔ اس مسئلہ میں اور دوسرے جن مسائل میں حق سے انحراف کیا ہے، اخلاص اور للّٰہیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے رجوع کر کے حق قبول کرنے کا اعلان کریں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ضروری تنبیہ نمبر 2:

ان احادیث مبارکہ سے دوسری یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اجماع اور اتفاق ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اختلاف اور کسی صحابی کا آپ کی خلافت کو قبول نہ کرنا اور آپ کو خلیفہ نہ ماننا شرعاً ناممکن اور محال ہے۔

اس لیے کہ ایک روشن عقیدہ انسان کے لیے تو ارشاد نبوی:

”دعیه، معاذ اللہ ان یختلف المؤمنون فی ابی بکر۔“

”خلافت کی تحریر کو چھوڑیئے، اللہ کی پناہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مؤمنین اختلاف کریں۔“

یہی کافی ووافی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔

لیکن اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص تذبذب واضطراب میں ہے تو دوسرا ارشادنبوی: ویأبی اللہ والمؤمنون الاابابکر۔(صحیح مسلم)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت بلافصل کے لیے اللہ تعالیٰ اور مؤمنین (تمام صحابہ کرام) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے۔

اس حدیث صحیح میں ''المؤمنون'' سے حضرات صحابہ کرام مراد ہونا قطعی اور یقینی امر ہے۔

اور حدیث مذکور وحی الٰہی کے ذریعے ایک حقیقت کی غیبی خبر ہے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خبر کا خلافِ واقع ہونا ناممکن ہے (اور اس خبر کا بذریعہ وحی ہونا نفس خبر ہی سے واضح ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محض اپنے گمان سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر حکم لگانا'' ویأبی اللہ '' شرعاً ناممکن ہے اور المؤمنون اسم جلالت پر معطوف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرات انصار نے خلافت کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات'' الائمۃ من قریش ''وغیرہ یاد نہ ہونے یا معلوم نہ ہونے کے سبب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی اس منصب کو قبول کرنے کے لیے تیار تھے لیکن جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے آگاہ ہو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس یاد آ گیا تو اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور بالآخر خلیفہ کی نامزدگی اور تقرر وتعین کے وقت جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو وہی حضرات انصار رضی اللہ عنہم کہنے لگے:

”نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر“

”ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے بڑھیں۔“

اور اسی حقیقت کا بیان حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے:

”و انا نری ابابکر احق الناس بها انه لصاحب الغار وانا لنعرف شرفه وخیره ولقد امره رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالصلوٰۃ بالناس وھو حی“ (اس عبارت کا ترجمہ قریب ہی گزر چکا ہے)

اس سے واضح ہوا کہ حدیث مذکور کا پہلا حصہ:

”فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل: انا اولی“ (صحیح مسلم)

”اس لیے کہ بیشک میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کوئی تمنا اور آرزو کرنیوالا آرزو کرے اور کوئی کہنے والا کہے: میں اولیٰ اور زیادہ مناسب ہوں (امر خلافت کے لیے)“

یہ تمنا اور آرزو خلافت کے معاملہ میں شریعت کے قانون سے بے خبری یا توجہ ہٹ جانے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام بطور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کئے جانے سے پہلے پر محمول ہے جیسا کہ حقائق وواقعات نے بھی اس کی تصدیق کردی ہے، ورنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کا منتخب ہوجانا یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے منتخب ہوجانے کے بعد کسی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں خلیفہ تسلیم نہ کرنا، حدیث صحیح ”و یأبی اللہ و المؤمنون الا ابابکر“ کے خلاف ہونے کی وجہ سے بعینہ اسی طرح شرعاً ناممکن و محال ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلافصل کے طور پر قبول کرنا ناممکن اور محال ہے۔ وللہ الحمد

اور یہی وجہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرات انصار کے اقدام کی وجہ سے پریشانی کے باعث اور امکانی فتنہ کے اندیشہ کے پیش نظر خلیفہ کی تقرری کا معاملہ فوری طور پر مکمل کرنے کے لیے عجلت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح امین الامۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''ابسط يدك لابايعك، انك امين هذه الامة على لسان النبي صلى الله عليه وسلم۔''

اپنا ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں، بیشک آپ اس امت کے امین ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر (جاری ہونے والے آپ کے ارشاد مقدس کے مطابق)۔''

تو حضرت ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

''ما رأيت لك فهة قبلها منذ اسلمت اتبايعني و فيكم الصديق و ثاني اثنين؟'' (اخرجه ابن سعد عن ابراهيم التيمي) (تاریخ الخلفاء، ص 70)

''جب سے آپ نے اسلام قبول کیا ہے اس بات سے پہلے میں نے آپ کی رائے میں ضعف اور کمزوری نہیں دیکھی (آپ کی رائے میں ہمیشہ قوت ہی دیکھی ہے بجز اس رائے کے) کیا آپ میری بیعت کرتے ہیں حالانکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین موجود ہیں؟''

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہاں موجود ہوتے اور کوئی صحابی ان کی بیعت کرنی چاہتا تو ان کا بھی وہی جواب ہوتا جو امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث سے جہاں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تقرر اور تعین سے پہلے کسی بھی صحابی کو خلیفہ بنانے کی بات کی گئی ہے تو وہ حالات کے نازک ترین ہونے کی وجہ سے، پریشانی کے باعث، توجہ ہٹ جانے سے یا خلافت کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات مستحضر اور یاد نہ ہونے یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔

تنبیہ اور توجہ کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی بھی دوسرے صحابی کو خلیفہ منتخب کرنا اور اس کی بیعت کرنا تو درکنار خلیفہ بننے اور بیعت لینے کے لیے بھی کوئی آمادہ نہ ہوتا۔ اور جس کی توجہ نہیں ہٹی تھی اس نے پہلے ہی خلیفہ بننے سے انکار کر دیا جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ۔ حتی کہ حضرات مہاجرین و انصار اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی بھی دوسرے صحابی کو خلیفہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان مقدس، ویأبی اللہ والمؤمنون الا ابابکر، کی تصدیق کا منظر ہر طرف دیکھا جا رہا تھا اور سب صحابہ کرام کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع اور اتفاق ہو گیا اور ایسا ہونا ہی ضروری تھا کیونکہ کسی اور کا خلیفہ بلافصل ہونا اللہ تعالیٰ نے قبول ہی نہیں کیا۔ وللہ الحمد

دوسری یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ سب سے افضل تھے کیونکہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے استحقاقِ خلافت کی علت ان کی افضلیت ہی بیان کی ہے جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتبایعنی وفیکم الصدیق وثانی اثنین۔

اور حضرت علی مرتضیٰ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی قریب ہی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور حضرات انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی بوقت بیعت آپ سے یہی کہا تھا۔

بل نبایعك انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔" (صحیح البخاری 518/1)

"بلکہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اس لیے کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔"

اور حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے فرمایا تھا:

یا معشر الانصار ،الستم تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قد امر ابابکر ان یؤم الناس؟"

"اے گروہ انصار! کیا تم نہیں جانتے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ضرور امر فرمایا ہے لوگوں کی امامت کرنے کا؟"

"فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر۔"

"تم میں سے کون ہے جس کا نفس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنے کے ساتھ خوش ہوتا ہے؟"، اور ان کا جواب: "نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر"

ان احادیث مرفوعہ و آثار صحابہ کرام سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام ہونے کا انکار کرنا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر تھوپنا کہ انہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر صریح بہتان اور سراسر

باطل ومردود ہے۔اور بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام کا انکار کرنا، محال شرعی کا صرف امکان ہی نہیں بلکہ واقع ہونے کا دعویٰ کرنا ہے جو بلا شبہ سراسر گمراہی ہے جیسا کہ اہل علم حضرات پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کی حقانیت قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے تو اس کا انکار کسی صحابی سے کیونکر متصور ہوسکتا ہے؟

جبکہ کوئی امر موجبِ اشتباہ بھی نہیں تھا اس لیے شاہ عبدالقادر صاجب سے بھی ہمدردانہ گزارش ہے کہ قرآن وحدیث واجماع صحابہ کرام کے خلاف نظریات کی تبلیغ کر کے عوام اہل سنت کو سنیت سے نہ نکالیں اور خود بھی قبول حق کا اعلان کر کے اخلاص اور للّٰہیت کا ثبوت پیش کریں کیونکہ اس میں فلاح دارین ہے

حدیث نمبر 4:

"عن عائشة (رضی اللہ عنہا) قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ"(رواہ الترمذی ،مشکوٰۃ ،ص 555)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لائق اور مناسب نہیں ہے کسی قوم کے لیے جس میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) موجود ہوں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اُن کی امامت کرائے۔(ترمذی)

یہ حدیث شریف بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ ہونے کی

روشن دلیل ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا استثناء، کسی بھی قوم اور لوگوں کی جماعت جن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہوں ان کی امامت کرانے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے کسی بھی شخص کو پسند نہیں کیا تو اس کی وجہ دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ جس قوم اور جماعت میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں تو ان سب لوگوں میں چونکہ افضل وہی ہیں کیونکہ وہ افضل الصحابۃ ہیں لہذا ان کی موجودگی میں دوسرا کوئی شخص امامت نہ کرائے۔ وللہ الحمد

اور ائمہ کرام وشارحین حدیث نے اس حدیث کے تحت اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث اس امر پر بھی واضح دلیل ہے کہ خلافت بلافصل کے سب سے زیادہ حق دار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ افضل الصحابۃ ہیں اور افضل کی موجودگی میں مفضول (کم فضیلت والے) کو خلیفہ بنانا قطعی طور پر غیر مناسب ہے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث نمبر: 5

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الی ان قال) اما انک یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی"، (فضائل الصحابۃ 273/1)

"قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔
(المستدرک، 288/3)

"وافقہ الذھبی فی التلخیص علی شرط البخاری ومسلم۔"

"آگاہ رہو اے ابوبکر! بیشک تم پہلے شخص ہو جو میری امت سے جنت میں داخل ہو گے۔"

یہ حدیث صحیح بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے کی روشن دلیل ہے اس لیے کہ تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے پہلے آپ کا جنت میں داخل ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ افضل الامت علی الاطلاق ہیں۔

نمبر 1: اس لیے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم 19:63)

یہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں سے اسے کریں گے جو متقی ہو۔''

جب متقی لوگ جنت کے وارث بنائے جائیں گے تو حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے پہلے جنت میں وہ شخص داخل کیا جانا چاہیے جو تقویٰ میں سب سے اعلیٰ وارفع واکمل ہو اور وہ بموجب ارشاد باری تعالیٰ ''وسیجنبها الاتقی'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور جو تقویٰ میں سب سے ارفع واعلیٰ ہے وہی اکرم عند اللہ تعالیٰ اور افضل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات 49:13)

جب بعد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنت میں داخل ہونا حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے تو یہ اس امر کا اظہار اور بیان ہے کہ آپ ہی اکرم عند اللہ اور افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

تنبیہ:

حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت تمام امتوں سے افضل ہے اور دوسری تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی تو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو بلاشبہ بعد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے داخل ہوئے۔

نمبر 2: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ (الحدید 57:10)

جب اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے،

اور اس سے متصل پہلے فرمایا ہے:

"لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا۔ (الحدید 57:10)

جب فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کرنے اور قتال و جہاد کرنے والے سب صحابہ کرام کا درجہ بعد والوں کی نسبت بہت عظیم ہے تو اس جماعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (جو درجہ کے اعتبار سے اعظم ہیں) میں سے جس کا درجہ سب سے اعظم اور ارفع و اعلیٰ ہے، وہی جنت میں سب سے پہلے داخل کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان عدل بلکہ شان فضل کے بھی غیر مناسب ہے کہ جس کا درجہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے اسے بعد میں جنت میں داخل کیا جائے اور کم درجہ والے کو پہلے۔

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنت میں سب سے پہلے داخل ہونا حضور نبی کریم ﷺ کی زبان پاک سے ثابت ہو چکا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے

کہ آپ ہی کا درجہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے اعظم اور ارفع واعلیٰ ہے اور آپ ہی افضل الصحابۃ وافضل الامت ہیں۔ وللہ الحمد فی الاُولیٰ والآخرۃ۔

حدیث نمبر 6:

عن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر و عمر فقال: یا علی ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ و شبابھا بعد النبیین والمرسلین۔(فضائل الصحابۃ 1/195) اسنادہ حسن۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

واخرج الترمذی وغیرہ عن انس قال: قال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لابی بکر و عمر: ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔ واخرج مثلہ عن علی۔

وفی الباب عن ابن عباس و ابن عمر و ابی سعید الخدری و جابر بن عبد اللہ،،(تاریخ الخلفاء،ص 47-46)

"یہ حدیث مرفوع صحیح صرف خبر واحد ہی نہیں ہے بلکہ حدیث مشہور ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی طرق کثیرہ سے مروی ہے جن میں اسناد صحیح وحسن بھی ہے جبکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بھی اس حدیث مبارک کے راوی ہیں۔،، وللہ الحمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں فرمایا: یہ دونوں، اولین و آخرین جنتی مشائخ اور بزرگوں کے سردار ہیں ماسوائے نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔

(ترمذی وغیرہ)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے آپ نے فرمایا:

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سامنے آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی! یہ دونوں، نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام جنتی بزرگوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔ (فضائل الصحابۃ وغیرہ)

یہ حدیث مشہور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی روشن دلیل ہے اس لیے کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جب تمام جنتی بزرگوں اور جوانوں کے سردار حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور یہ اعزاز انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبی قرابت کی وجہ سے تبعاً حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں نفوس قدسیہ تو ہاشمی بھی نہیں ہیں۔ اگر نسبی قرابت کی وجہ سے تبعاً سیادت ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا محترم حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو یہ اعزاز حاصل ہوتا یا پھر آپ کے چچازاد حضرت علی مرتضیٰ و حضرت جعفر و حضرت عقیل حضرت فضل بن عباس حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم کو یہ اعزاز حاصل ہوتا یا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادوں کو حاصل ہوتا، یا آپ کے نواسوں کو یہ اعزاز حاصل ہوتا نیز نسبی قرابت کی وجہ سے تبعاً سیادت کا اعزاز افضلیت مطلقہ کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایسی سیادت کی علت موجبہ افضلیت نہیں ہے بلکہ جس ذات عالی سے نسبی قرابت ہے

اس کا اکرام ایسی سیادت کا باعث اور سبب ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو جنتی جوانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے جبکہ قرآن کریم کی آیت محکمہ:

''لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا۔ (الحدید 57:10)

اس امر پر قطعی الدلالت ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کرنے اور قتال و جہاد کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بعد والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ نیز نسبی قرابت کے شرف کی وجہ سے تبعاً سیادت پانے والے نفوس قدسیہ (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) پر بھی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سیادت عطا کی گئی ہے جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا تمام جنتی بزرگوں اور جوانوں کے سردار حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور جن روایات میں شباب کا لفظ نہیں ہے نتیجہ اور مآل ان کا بھی یہی ہے کیونکہ یہ حقیقت ہر عقل سلیم رکھنے والے شخص پر واضح ہے کہ جو نفوس قدسیہ ماسوائے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی بزرگوں اور مشائخ کے سردار ہیں وہ بلا شبہ جنتی جوانوں کے بھی سردار ہیں۔

تو ان حقائق واقعیہ سے ثابت ہوا کہ بعد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام جنتی بزرگوں اور جوانوں پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی سیادت اور سرداری ان کی افضلیت کی بنا پر ہے۔ پس نتیجہ واضح ہوا کہ حضرات شیخین

کریمین رضی اللہ عنہما

ماسوائے حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سب اولین و آخرین سے افضل ہیں۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

نوٹ:

جب احادیث مذکورہ سے افضلیت مطلقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے تو لامحالہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ افضل الامت اور افضل البشر ہیں۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر 6 کے بارے میں ضروری وضاحت:

فقیر راقم الحروف نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی روایت سے حدیث مبارک درج کردی تھی اور حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بعض دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایت سے اس حدیث شریف کے مروی ہونے کا حوالہ دیدیا۔ تو بعد میں معلوم ہوا کہ تفضیلیہ کہتے ہیں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے حق میں ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

تو فقیر نے مناسب سمجھا کہ حدیث مذکور کے چند طرق مزید لکھ دیئے جائیں ممکن ہے کہ کسی کو قبول حق کی توفیق نصیب ہوجائے اور اس وسوسہ کا ازالہ بھی ہوجائے ورنہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تو مثلِ آفتاب ظاہر ہے جسے کوئی چھپا نہیں سکتا۔ منکرین کی یہ غلط فہمی ہے کہ وہ اسے چھپانے میں شاید کامیاب ہوجائیں گے۔

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا بیان جب ارشادات نبویہ میں انوکھی شان سے فرمایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ عظمت عطا فرمائی ہے تو اسے گھٹانے یا مٹانے والے خود ہی مٹ جائیں گے اور رہتی دنیا تک ان کی علمی خیانتوں کے چرچے ہوتے رہیں گے، واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم یہود والا وصف ان لوگوں میں کیوں آگیا اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی سچی عظمت کو تسلیم کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ کی تصدیق کرنے اور بشمول حضرت علی مرتضیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نظریہ اور عقیدہ اختیار کرنے اور اسی پر تا زندگی قائم رہنے میں انہیں کیا خسارہ ہورہا ہے؟ جس سے بچنے کے لیے محض جھوٹ بول کر عوام اہل سنت کو شیعہ اور رافضی بنانے کی مہم چلا رکھی ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

مفہوم حدیث شریف:

حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام جنتی مشائخ اور جوانوں کے سردار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں جان نثار حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں اور ایمان تازہ کریں۔ وباللہ التوفیق:

(1) ”حدثنا یحیی قثنا محمد بن عمرو بن سلیمان، نا ھشیم قال: انا مالك بن مغول عن الشعبی، وابو اسحاق الکوفی عن الشعبی عن علی قال: اقبل ابوبکر وعمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکل واحد منھما اخذ بید صاحبہ، قال: فلما راھما قال: ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین و

المرسلین لا تخبرھما یا علی۔''

حدیث نمبر 709 (فضائل الصحابة 541/1) اسنادہ صحیح

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آرہے تھے اور ہر ایک نے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو دیکھا تو فرمایا: یہ دونوں اولین وآخرین تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں کے سردار ہیں سوا حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، اے علی ان کو خبر نہ دینا۔''

اس حدیث مبارک کو جلیل القدر تابعی حضرت عامر شعبی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) ''حدثنا عبداللہ قال: حدثنی وھب بن بقیة الواسطی قثنا عمر بن یونس الیمامی عن الحسن بن زید بن حسن قال: حدثنی ابی عن ابیه عن علی قال: کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال: یا علی ھذان سیدا کھول اھل الجنة وشبابھا بعد النبیین والمرسلین۔''

حدیث نمبر 141 (فضائل الصحابة 1/ 194-195) اسنادہ حسن

اس حدیث مبارک کے چار راوی اہل بیت اطہار سے ہیں:

نمبر 1 حضرت حسن بن زید — نمبر 2 حضرت زید بن حسن مجتبیٰ

نمبر 3 حضرت حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب — نمبر 4 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

اور اسی فائدہ کے بیان کے لیے فقیر نے اسے مکمل سند سمیت لکھا ہے۔

''حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کریم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سامنے آئے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی یہ دونوں (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔''

فائدہ عظیمہ:

حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ بن سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما اس حدیث مرفوع صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی کسی دوسرے صحابی محترم سے نہیں بلکہ اپنے والد کریم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث مشہور ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا اور یہ حدیث ماسوائے انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام جنتی انسانوں سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے اور سب کا سردار ہونے پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نص ہے۔ تو فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس حدیث مبارک سے باخبر ہونے کے بعد ہر صاحبِ عقل سلیم کے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس کے خلاف نظریہ اور عقیدہ اپنائیں اور افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہوں۔ جبکہ انہوں نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ اس حدیث مبارک کی صورت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اپنی اولاد پاک کو بھی تعلیم فرمایا ہے اس لیے کہ یہ حدیث شریف آپ کے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ سے ہی سنی اور روایت کی ہے۔

اس حقیقت واقعیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکرین نے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو جو افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا قائل قرار دیا ہے وہ سراسر غلط بیانی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر صریح افتراء اور بہتان ہے اور جن عبارات کی بنیاد پر وہ دھاندلی کر رہے ہیں ان شاء اللہ ان کی حقیقی صورتحال واضح کر دی جائے گی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(3) "عن الشعبی عن علی قال: کنت جالسا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس معنا الا اللہ فرأی ابابکر و عمر فقال: ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرھما یا علی۔"

حدیث نمبر 708 (فضائل الصحابۃ 541/1) اسنادہ حسن۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا ہمارے ساتھ (باعتبار علم وقدرت اور عون ونصر کے) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھی (یعنی تیسرا کوئی شخص ہمارے پاس نہیں تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا: تا آخر۔

(4) "عن الشعبی عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابی بکر و عمر: ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ۔"

حدیث نمبر 200 (فضائل الصحابۃ 231/1) اسنادہ حسن۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا: یہ دونوں تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں کے سردار ہیں۔"

(سوائے حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جیسا کہ دوسری روایات میں تصریح موجود ہے۔)

(5) ''عن الشعبی عن ابی ھریرۃ قال: اقبل ابوبکر وعمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین و المرسلین۔''

حدیث نمبر 705 (فضائل الصحابۃ 1/539)

اس کے ایک راوی ابراہیم بن عبداللہ بن بشار الواسطی کے بارے میں خطیب بغدادی نے سکوت اختیار کیا ہے جبکہ باقی تمام کے ثقہ ہونے کی ائمہ اعلام نے تصریح کی ہے۔

(6) ''عن انس بن مالک قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جالسا اذا اقبل ابو بکر وعمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔''

حدیث نمبر 129 (فضائل الصحابۃ 1/182)

اس کی سند میں محمد بن کثیر کے بارے میں اگرچہ بعض حضرات نے کہا ہے ''صدوق کثیر الخطأ'' اور قوی نہیں ہے لیکن امام فن یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''صدوق ثقۃ'' اور ابن سعد نے فرمایا: کان ثقۃ ویذکرون انہ اختلط فی اواخر عمرہ۔ یعنی ثقہ ہے اور علماء ذکر کرتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا۔ ابن حبان نے بھی ثقات میں ذکر کیا ہے۔

اور متن حدیث صحیح ہے کیونکہ اسانید صحاح وحسان سے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

نیز اس متن حدیث کی روایت میں محمد بن کثیر سے کسی طرح کی خطا بھی واقع نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور اس روایت میں نکارت یا عدم متابعت کی بھی کوئی صورت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے محمد بن کثیر کے بارے میں دیگر اقوال کے ساتھ درج ذیل اقوال بھی نقل کیے ہیں ملاحظہ کریں۔

''قال ابراهيم بن الجنيد عن ابن معين كان صدوقا و قال عبيد بن محمد الكشوری عن ابن معين ثقة وقال ابو حاتم سمعت الحسن بن الربيع يقول محمد بن كثير اليوم اوثق الناس و ينبغی لمن يطلب الحديث لله تعالىٰ ان يخرج اليه كان يكتب عنه واسحاق الفزاری حی و كان يعرف بالخير مذ كان و ذكره ابن حبان فی الثقات وقال يخطیء و يغرب و قال ابن سعد (الى ان قال) و كان ثقة ويذكرون انه اختلط فی اواخر عمره. (تهذيب التهذيب 370/9)

اور اس سند کے دوسرے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ قتادة بن دعامة : حافظ ثقہ ثبت، مدلس ہے۔

(7) حضرت امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''حدثنا الحسن بن الصباح البزار نا محمد بن كثير عن الاوزاعی عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابی بكر و عمر هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين و الآخرين الا النبيين والمرسلين لا تخبرهما يا علی هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه۔'' (جامع الترمذی 207/2)

متن حدیث کا ترجمہ گزر چکا ہے۔اور حضرت امام ترمذی نے اس طریق سے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

(8) ''حدثنا یحیی قثنا ابو حصین بن احمد بن یونس نا ابی، نا مالك بن مغول عن الشعبی قال: آخی رسول الله ﷺ بین ابی بکر و عمر فاقبلا آخذًا احدهما بید صاحبه فقال: من سره ان ینظر الی سیدی کهول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین فلینظر الی هذین المقبلین،،

حدیث نمبر 710 (فضائل الصحابة 541/1) مرسل صحیح۔

''حضرت عامر شعبی (تابعی) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے درمیان مؤاخات قائم فرمادی (انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنادیا) پھر وہ دونوں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آرہے تھے اس حال میں کہ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا تو حضور اکرم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام اولین وآخرین جنتی مشائخ اور بزرگوں کے دوسرداروں کو دیکھنا مسرور کرے تو اسے چاہیے کہ ان دونوں سامنے آنے والوں کو دیکھ لے۔،،

حضرت امام ابو حاتم محمد بن حبان قدس سرہ العزیز متوفی 354ھ رقمطراز ہیں

(9) ''اخبرنا محمد بن اسحاق بن ابراهیم مولی ثقیف حدثنا محمد بن عقیل بن خویلد حدثنا خنیس بن بکر بن خنیس حدثنا مالك بن مغول عن عون بن ابی جحیفة عن ابیه قال: قال رسول الله ﷺ: ابوبکر و عمر سیدا

کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔

حدیث نمبر 6865 (صحیح ابن حبان 25/10) اسنادہ حسن

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) اولین وآخرین تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں کے سردار ہیں ماسوائے حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"خنیس بن بکر بن خنیس (الی ان قال) قال صالح بن محمد جزرۃ: ضعیف، انتھی، وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔" (لسان المیزان 411/2)

" خنیس بن بکر بن خنیس کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا: کہ صالح بن محمد جزرہ نے کہا: ضعیف ہے (اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا) امام ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔"

یعنی خود امام ابن حبان قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ ہے کہ خنیس بن بکر ثقہ ہے جبکہ باقی تمام راویوں کے ثقہ ہونے میں دوسری کوئی رائے نہیں ہے اس لئے کہ ان کی ثقاہت پر ائمہ اعلام کی تصریحات بکثرت موجود ہیں۔

نتیجۂ کلام:

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہم کی روایات ہی کے پیش نظر یہ حدیث مشہور ہے جبکہ حضرت شعبی تابعی کی مرسل صحیح کے بارے میں جہاں یہ احتمال ہے کہ انہیں صحابہ کرام میں سے کسی کی روایت سے ہو وہاں یہ بھی امکان ہے کہ کسی دوسرے صحابی کی روایت

سے ہو اور ائمہ اعلام کی تصریح کے مطابق دوسرے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ حدیث مروی ہے لہٰذا بلاشک وشبہ یہ حدیث مشہور ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث مبارک میں اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا تمام اولین وآخرین جنتی مشائخ اور بزرگوں اور جوانوں کے سردار حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔اگرچہ اکثر روایات میں شباب کا لفظ مذکور نہیں ہے لیکن جوانوں پر سرداری ایک بدیہی امر ہے۔ کیونکہ جو نفوس قدسیہ مشائخ اور بزرگوں کے بھی سردار ہیں وہ جوانوں کے بدرجہ اولیٰ سردار ہیں۔جبکہ بعض روایات میں ''شبابھا'' کی صراحت بھی ہے۔جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اور یہ بات بھی کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ کوئی ولی، اہل بیت سے ہو یا غیر اہل بیت سے، جتنے بھی عظیم مقام پر فائز ہو جائے وہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا ہی میں شامل ہے اور جب ماسوائے انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام اولین وآخرین جنتی مشائخ اور جوانوں کے سردار حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔تو اس صورت میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے کسی کا افضل ہونا تو درکنار ان کے برابر بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔

اور جو افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا منکر ہے اور افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتا ہے، وہ درحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھٹلا رہا ہے اور آپ کے ارشادات عالیہ کا منکر ہے۔وہ اتباعِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوڑ کر خواہش نفس کی پیروی

میں مصروف ہے۔ افتراء پردازی اور بہتان تراشی میں لگا ہوا ہے اسی لیے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس کی سزا مفتری والی حد مقرر کی ہے۔

لہٰذا افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے قائلین سے گزارش ہے کہ ضد چھوڑ دیں اس لیے کہ یہ عظمتِ اہل بیت کا تحفظ نہیں ہے بلکہ اکابر اہل بیت کرام کے ساتھ محاذ آرائی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے آگے سینہ زوری ہے جو ایمانی تقاضا کے بالکل منافی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی جھٹلانا ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

اگر کوئی شخص عقل سلیم کی نعمت سے محروم نہیں ہے اور تعصب اور عناد کے مرض میں مبتلا بھی نہیں ہے تو اس حدیث مشہور پر اطلاع کے بعد افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور وہ بھی روحانی مرتبہ ومقام اور عنداللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور قرب ووجاہت میں جیسا کہ ''الا النبیین والمرسلین'' کے استثناء سے خوب واضح ہے نہ کہ صرف بحیثیت خلیفہ راشد، تسلیم نہ کرنے کا اس کے لیے کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

اور اگر عظمتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کو تسلیم کرنا اور اسے بیان کرنا، خدانخواستہ کسی کے دل پر گراں گزرتا ہے تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ وہ بغض شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے مرض میں مبتلا ہے جو بلا شبہ رافضیت ہے اور افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنے والا درحقیقت محب علی نہیں ہے کیونکہ محب علی وہ ہے جو ان کے عقیدہ پر ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے تو حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما کو جھٹلانے والا محب علی کیسے ہو سکتا ہے؟ بحمد اللہ تعالیٰ درحقیقت محب علی وہی ہے جو

عقیدہ اہل سنت پر ہے۔

اللّٰھم ثبتنا علی عقائد اھل السنة والجماعة۔

ازالہ شبہ نمبر 1:

شبہ: حدیث شریف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حق میں وارد ہے: ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة۔

اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے حق میں بھی وارد ہے:

ھذان سیدا کھول اھل الجنة وشبابھا بعد النبیین والمرسلین۔

حدیث نمبر 141 (فضائل الصحابة 195/1)

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق وتوفیق کیسے ہوگی؟

نیز جب حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بجز حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں کے ساتھ جنتی جوانوں کے بھی سردار ہیں اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی جنتی جوانوں کے سردار ہیں تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پر افضلیت کیسے ثابت ہوئی جبکہ جنتی جوانوں کی سیادت میں چاروں حضرات شریک ہیں؟

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

تطبیق وتوفیق کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب تعارض ہو اور اس مقام پر تعارض ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ ''شباب اہل الجنۃ'' سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو

شباب اور جوانی کی عمر میں فوت ہوئے جیسا دوسری حدیث شریف میں ''کھول اھل الجنۃ'' سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو جوانی کی عمر کے بعد فوت ہوئے، ورنہ جنت میں تو سبھی جوان ہی ہوں گے۔

اب دونوں حدیثوں کا معنی واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا جوانی کی عمر میں فوت ہونے والے تمام جنتی انسانوں کے سردار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما جوانی کی عمر میں فوت ہونے والوں اور کہولت کی عمر یعنی جوانی کی عمر کے بعد فوت ہونے والوں یعنی تمام جنتی جوانوں اور مشائخ اور بزرگوں کے بھی سردار ہیں۔

اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وصال مبارک بھی کہولت کی عمر میں ہوا ہے کیونکہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت سنہ ۳ھ ماہ رمضان کے نصف میں ہوئی اور وصال سنہ 49ھ یا سنہ 50ھ یا سنہ 51ھ (دیگر اقوال بھی ہیں) میں ہوا۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان سنہ ۴ھ میں ہوئی اور شہادت سنہ 61ھ عاشوراء کے دن ہوئی۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''الحسن بن علی بن ابی طالب: (الی ان قال) ولد فی نصف شهر رمضان سنة ثلاث من الهجرة، قاله ابن سعد وابن البرقی وغیر واحد-''

(الاصابة فی تمییز الصحابة 60/2)

''قال الواقدی :مات سنة تسع واربعین .وقال المدائنی: مات سنة خمیس وقیل سنة احدی وخمیس-'' (الاصابة 65/2)

''الحسين: بن علی بن ابی طالب (الی ان قال) قال الزبیر وغیرہ: ولد فی شعبان سنۃ اربع-،، (الاصابۃ 2/67-68)

''قال الزبیر بن بکار: قتل الحسین یوم عاشوراء سنۃ احدی و ستین، کذا قال الجمھور وشذ من قال غیر ذلک-،، (الاصابۃ 2/72)

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی نقل کردہ تاریخ ولادت و وصال حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے واضح ہوا کہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک وصال کے وقت (45) سال سے متجاوز تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک شہادت کے وقت (56) سال سے بھی متجاوز تھی۔ اور بلاشبہ یہ کہولت کی عمریں ہیں لہٰذا خود حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی ''کہول اہل الجنۃ'' یعنی جنتی مشائخ اور بزرگوں میں شامل ہیں جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں کے بھی سردار ہیں۔ لہٰذا بلاشبہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بھی سردار ہیں۔

اس مختصر بیان سے واضح ہوا کہ ان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لیے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے بھی سردار ہیں اور جنتی مشائخ اور بزرگوں حتی کہ حضرات حسنین کریمین اور ان کے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے بھی سردار ہیں

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی سیادت سے صرف حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ ہیں باقی تمام جنتی انسانوں کے وہ سردار ہیں۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

ازالہ شبہ نمبر 2:

شبہ: اگر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ماسوا حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں اور جوانوں کا سردار ہونا ان تمام سے افضل ہونے کی دلیل ہے تو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا جنتی جوانوں کا سردار ہونا تمام جنتی جوانوں سے افضل ہونے کی دلیل ہونا چاہیے۔

الجواب:

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی سیادت اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی سیادت کی علت مختلف ہے اور مطلقاً سیادت کو دلیلِ افضلیتِ مطلقہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ محکمہ:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۔ الآية۔

اس امر پر قطعی الدلالت ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کرنے والے اور جہاد و قتال کرنے والے صحابہ کرام کا درجہ ان تمام صحابہ کرام کے درجہ سے اعظم ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ مال خرچ کیا اور قتال و جہاد کیا ہے۔

حتی کہ علامہ ابن عبد البر اندلسی قدس سرہ العزیز جن کے حوالے تفضیلیہ بکثرت پیش کررہے ہیں، انہوں نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ نظر و تامل اور صحیح اعتبار واثر سے جو امر صحیح ہے اور کتاب وسنت اور اصول مجتمع علیہا کی شہادت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضرات سابقین اولین مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو

بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے پھر بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے ہیں وہ حضرات بلاشک وشبہ ان تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں جو ان مواقع اور مشاہد میں حاضری کی سعادت حاصل نہیں کر سکے، ملاحظہ کریں:

قال ابو عمر: والذی عندی فی هذا الباب مما یصح فی التأمل والنظر وصحیح الاعتبار والاثر مما شهد له الكتاب والسنة والاصول المجتمع علیها ان السابقین والاولین من المهاجرین والانصار ممن شهد العقبة ثم شهد بدرا والحدیبیة افضل من كل من لم یدرك تلك المشاهد ولم یشهدها۔ (الی ان قال) وحسبك بقول الله عزوجل: لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا۔

(الاستذکار 14/236-238)

علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز نے مذکور موقف پر دلائل کا اجمالی بیان کرنے کے بعد آخر میں بطور خاص سورۂ حدید کی آیہ مبارکہ: لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ۔ الآیۃ۔ کو کافی قرار دیا کیونکہ یہ آیۃ مبارکہ اس امر پر قطعی الدلالت ہے لہٰذا اس کے بعد اس مسئلہ پر کسی دلیل کی حاجت اور ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ وللہ الحمد

اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بلاشبہ لاکھوں کروڑوں جنتی جوانوں بلکہ مشائخ اور بزرگوں سے بھی افضل ہیں اور تمام جنتی جوانوں پر ان کی سیادت بھی ایک فضیلت جزئیہ ہے جو انہیں ماسوا حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی جوانوں پر حاصل ہے۔ لیکن جہاں تک افضلیت مطلقہ کا تعلق ہے جو

موضوعِ بحث اور محلِ کلام ہے تو گزارش یہ ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی جنتی جوانوں پر سیادت والی حدیث کا ایسا مفہوم و معنی بیان کرنا جو اس آیت قرآنی قطعی الدلالت اور دیگر نصوص کے بھی خلاف ہو وہ کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہوسکتا۔

اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی تمام جنتی جوانوں پر افضلیت مطلقہ تسلیم کرنے سے فتح مکہ سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے اور جہاد و قتال کرنے والے پھر جوانی ہی میں وفات پانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت مطلقہ لازم آتی ہے جو اس نص قرآنی قطعی الدلالت و دیگر نصوص کے خلاف ہے۔

ایسے ہی حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے سوا تمام جنتی جوانوں اور بزرگوں سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل قرار دینا اور اس کی وجہ یہ بتانا کہ جنت میں سبھی جوان ہی ہوں گے لہٰذا سب سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل ہیں البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اپنی افضلیت کے دلائل کی وجہ سے مستثنیٰ ہوں گے، تو یہ نظریہ بھی سورۂ حدید کی آیت مذکورہ و دیگر نصوص کے خلاف ہے۔

نیز مذہب اہل سنت کی کتب عقائد میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ترتیب افضلیت جو بیان کی گئی ہے وہ بھی اس حقیقت پر واضح دلیل ہے کہ ان تمام علماء اہل سنت کے نزدیک حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی سیادت مذکورہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور قرب و وجاہت میں

وہ سب سے افضل واعلیٰ ہیں اور ان کا درجہ سب سے اعظم ہے۔اور حضرات علماء اعلام وائمہ کرام یہ معنی کیسے مراد لے سکتے ہیں جبکہ یہ آیت مذکورہ ودیگر نصوص کے خلاف ہے؟

جبکہ اس کے برعکس حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی سیادت مذکورہ کو دلیل افضلیت قرار دینا سورۂ حدید کی آیت مذکورہ :لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ ۔ الآیۃ۔ و دیگر نصوص کے عین مطابق ہے ۔کیونکہ ائمہ اعلام نے ان نصوص سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت مطلقہ ثابت کی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

سورۂ حدید کی دسویں آیت: لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ کا بیان پہلے آچکا ہے (تا) اس مقام پر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اس جماعت پر جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے منطوق آیت سے ثابت ہے اور جماعت متقدمہ پر بمفہوم موافق یعنی جماعت متقدمہ میں سے جس کا انفاق وقتال مقدم ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا اور شیخین رضی اللہ عنہما کا انفاق اور قتال احادیث صحیحہ سے مقدم ثابت ہے۔لہٰذا خلافت ان کی خلافت راشدہ وخاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ (تصفیہ مابین سنی وشیعہ، ص 23) وللہ الحمد

حدیث نمبر 7:

''عن حذیفة (رضی الله عنه) قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔''

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص 560۔فضائل الصحابة 1/406)

اسنادہ صحیح والنظم من الاول۔

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بیشک میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع کے بغیر) نہیں جانتا کہ میری کتنی (دنیوی) زندگی تم میں (باقی) ہے پس ان دونوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی۔'' (ترمذی)

یہ حدیث صحیح بھی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی روشن دلیل ہے اس لیے کہ فاقتدوا کا خطاب اہل بیت اور غیر اہل بیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو اپنا مقتدا بنالو۔

جبکہ یہ بات دین متین کا ادنیٰ خادم بھی قطعی اور یقینی طور پر جانتا ہے افضل کو حکم دینا کہ مفضول (کم فضیلت والے) کو اپنا مقتدا بنائے، خلافِ حکمت اور بلاشبہ غیر مناسب بلکہ غیر معقول بات ہے تو منبع علم و حکمت سے اس کا صدور کیونکر ہوسکتا ہے؟

لہذا یہ تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اقتداء کرنے کا سب کو امر فرمایا ہے۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر 8:

''عن ابی سعید الخدری (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "مامن نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض ،فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر۔ ھذا حدیث حسن غریب۔''

(جامع الترمذی 209/1)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے ہیں اور دو وزیر زمین والوں سے ہیں پس میرے دو وزیر آسمان والوں سے تو حضرت جبرئیل وحضرت میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔'' (ترمذی)

یہ حدیث شریف بھی اس حقیقت پر روشن دلیل ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر وحضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین پر فضیلت اور برتری اور کرامت و وجاہت حاصل ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زمینی سلطنت میں انہیں اپنا وزیر فرمایا ہے اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ سلطان کے وزراء اعظم کو باقی تمام رعایا پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ نیز جب آسمانی سلطنتِ مصطفٰی میں حضور کے دونوں وزیر حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام تمام ملائکہ سے افضل ہیں تو لامحالہ زمینی سلطنتِ مصطفٰی میں آپ کے دونوں وزیر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں

حدیث نمبر 9:

"عن عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) قال: خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: " انی رایت آنفا کأنی اتیت بالمقالید والموازین، فاما المقالید فھی المفاتیح واما الموازین فھی موازینکم ھذہ، فرأیت کانی وضعت فی کِفة المیزان ووضعت امتی فی کِفة فرجحت بھم ثم وضع ابوبکر و وضعت امتی فرجح بھم ثم وضع عمر و وضعت امتی فرجح المیزان بھم ثم وضع عثمان و وضعت امتی فرجح المیزان ثم رفع۔"

(فضائل الصحابۃ 254/1) اسنادہ صحیح واخرجہ احمد فی المسند۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر جلوہ افروز ہوئے پھر آپ نے فرمایا:

بیشک میں نے ابھی دیکھا ہے گویا کہ مجھے مقالید اور موازین دی گئی ہیں۔ مقالید تو یہ چابیاں ہیں اور موازین، تو وہ تمہارے یہی ترازو ہیں۔ پھر میں نے دیکھا گویا کہ میں ترازو کے (ایک) پلڑے میں رکھا گیا ہوں اور میری امت (دوسرے) پلڑے میں رکھ دی گئی (پھر وزن کیا گیا) تو میں ان پر بھاری ہو گیا۔ پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ایک پلڑے میں رکھے گئے اور (ان کے سوا) میری (تمام) امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ان پر بھاری ہو گئے۔ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) ایک پلڑے میں رکھے گئے اور (باقی تمام) میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو (عمر رضی اللہ عنہ والا) ترازو (کا پلڑا) باقی تمام امت (والے پلڑے) پر بھاری ہو گیا۔ پھر عثمان (رضی اللہ عنہ) ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے گئے اور (باقی تمام) میری امت دوسرے پلڑے

میں رکھی گئی تو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والا) ترازو (کا پلڑا بھاری ہونے کی وجہ سے) جھک گیا، پھر ترازو اُٹھالیا گیا۔،، (فضائل الصحابۃ)

''اخرج مردویه عن ابن عمر خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداۃ بعد طلوع الشمس قال رأیت قبل الفجر کأنی اعطیت المقالید والموازین۔ الحدیث۔،، (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج1ص28)

یہ حدیث صحیح صرف افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر ہی نہیں بلکہ بالترتیب افضلیت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی روشن دلیل ہے۔

اس حدیث شریف میں ایسا واضح اور لطیف بیان ہے کہ اس کے بعد مسئلہ افضلیت میں کسی منصف کے لیے تذبذب یا انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اس حدیث مبارک میں صراحت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی امت کے ساتھ وزن کیے جانے اور تمام امت سے بھاری ثابت ہونے کے بعد تمام امت مرحومہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور بقیہ تمام امت کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھاری نکلے۔ پھر باقی تمام امت محمدیہ میں سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک پلڑے میں اور دوسری ساری اُمت کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھاری نکلے۔ پھر باقی تمام اُمت مسلمہ میں سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ایک پلڑے میں اور باقی تمام امت کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا گیا تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھاری نکلے۔

جبکہ صاحبِ عقل وخرد ہر شخص بخوبی سمجھ رہا ہے کہ یہ وزن جسم کا نہیں تھا

کیونکہ ان نفوس قدسیہ کے اجسام مقدسہ کا بقیہ ساری امت کے جسموں سے بھاری ہونا بداہۃً باطل اور غیر معقول امر ہے۔تولامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وزن ان کے روحانی مرتبہ ومقام کے اعتبار سے کیا گیا تھا جس سے اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامت علی الاطلاق ہیں۔اور انکے بعد دوسرے درجہ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور تیسرے درجہ پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔

وللہ الحمد

ازالہ شبہ:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں خلافتِ نبوت کی طرف اشارہ ہے۔فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ امر بھی ان نفوس قدسیہ کی افضلیت ہی ثابت کرتا ہے۔اس لیے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا باقی تمام امت کے ساتھ وزن کیا جانا اور امت سے ان کا بھاری ثابت ہونا اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ خلافتِ نبوت میں خلیفہ، اُمت میں سب سے افضل ہوتا ہے۔اس لیے کہ قدرتی ترازو میں وزن میں رجحان، عنداللہ افضلیت پر دلالت کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس طرز کی دوسری احادیث مبارکہ میں وزن میں غالب اور راجح کی، عنداللہ افضلیت، اہل علم کے نزدیک ایک حقیقت مسلمہ ہے۔جیسا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تقریری میں آسمان سے اترنے والے ترازو سے وزن کئے جانے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور ان کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور ان کا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے بھاری

ثابت ہونا بیان کیا گیا ہے، جس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خلافة نبوة ثم یؤتی الله الملك من یشاء۔"

(رواہ الترمذی وابوداود، مشکوۃ 560)

"یہ خلافتِ نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا ملک دے گا۔"

تو علمائے حق میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہوسکتا کہ حدیث مذکور میں وزن میں غلبہ اور رجحان، عند اللہ تعالیٰ افضلیت کی دلیل بھی ہے اس لیے، اس حدیث میں جہاں خلافتِ نبوت کا بیان ہے تو افضلیت میں ترتیب کا بھی بیان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور تینوں نفوس قدسیہ رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں۔

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی امت کے ساتھ وزن کیا گیا پہلے ایک شخص کے ساتھ، پھر دس، پھر سو، پھر ہزار کے ساتھ، پھر ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا:

"لو وزنته بامته لرجحها"

"اگر آپ ان کی ساری امت کے ساتھ بھی ان کا وزن کریں تو یقیناً وہ تمام امت پر غالب اور بھاری ہوں گے۔ (دارمی)

اس حدیث شریف میں، حضور نبی کریم ﷺ کا وزن کیے جانے کی صورت میں تمام امت سے بھاری ہونا، بلاشبہ روحانی مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے

امت پر آپ ﷺ کی عند اللہ تعالیٰ افضلیت کا اظہار اور روشن بیان ہے۔ بلکہ اسی مقالید اور موازین والی حدیث میں جب حضور نبی کریم ﷺ کا وزن میں اپنی تمام امت سے بھاری ہونا، تمام علمائے حق کے نزدیک، روحانی مرتبہ ومقام اور عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور وجاہت میں آپ ﷺ کے تمام امت سے افضل ہونے کی روشن دلیل ہے، تو بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا باقی تمام امت سے بھاری ہونا، پھر بالترتیب حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کا باقی تمام امت سے بھاری ہونا بھی، روحانی مرتبہ ومقام کے اعتبار سے بالترتیب ان کے عند اللہ تعالیٰ افضل الامت ہونے کی دلیل ہے۔ وللہ الحمد

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے: اگر یہی مضمون (بقیہ تمام امت سے وزن میں بھاری ہونا) کسی حدیث صحیح میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہوتا تو تفضیلیہ ہی بتائیں کہ ان کے نزدیک ایسے ارشاد نبوی سے نبی کریم ﷺ کا مقصود ومدعیٰ کیا ہوتا؟

فقیر راقم الحروف پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہے کہ تفضیلیہ آسمان وزمین ملا دیتے کہ دیکھو اس سے بڑھ کر افضلیت کا روشن بیان اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ترازو کے ایک پلڑے میں اور باقی تمام امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی اور وزن کیا گیا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھاری نکلے، تو یہ مسئلہ افضلیت میں نصِ صریح سے بھی ابلغ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں؟ تو فقیر کی طرف سے گزارش یہ ہے کہ پھر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی انصاف اور حق گوئی کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا جا رہا؟ اور ان کو بالترتیب افضل الامت تسلیم کرنے

سے کیا مانع ہے؟

اللّٰھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه۔

حدیث نمبر 10:

"عن ابن عباس قال انی لواقف فی قوم فدعوا الله لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقه علی منکبی یقول یرحمك الله ان کنت لارجو ان یجعلك الله مع صاحبیك لانی کثیرا ما کنت اسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کنت وابوبکر و عمر و فعلت و ابوبکر و عمر و انطلقت و ابوبکر و عمر وان کنت لارجو ان یجعلك الله معهما فالتفت فاذا علی بن ابی طالب۔"

(صحیح البخاری، 519/1، صحیح مسلم، 274/2) والنظم من الاول۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

بیشک میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کررہے تھے اس حال میں کہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص آکر میرے پیچھے کھڑا ہوگیا (اور) اُس نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے بیشک میں یہی امید کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں ساتھیوں (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رکھے گا اس لیے کہ بیشک میں بہت مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتا رہا ہوں، آپ فرماتے: (فلاں مقام پر) میں تھا اور ابوبکر اور عمر، اور میں نے (یہ) کیا اور ابوبکر اور عمر نے، اور میں چلا

اور ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما یعنی دونوں حضرات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ رکھتے) اور بیشک میں ضرور یہی امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں حضرات کے ساتھ رکھے گا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا) پھر میں نے پیچھے کی طرف نگاہ پھیری تو وہ شخص حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔''

حدیث مذکور سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث مبارک سے خوب واضح ہے کہ دربار رسالت میں جو قرب و منزلت اور عزت و کرامت اور وجاہت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو بھی میسر نہیں ہے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام میں سے معزز و محترم اور افضل و اعلیٰ ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی وہی سب سے زیادہ عزت و کرامت اور فضل و کمال والے ہیں کیونکہ یہ امر ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو شخص زیادہ عزت و کرامت اور قرب و منزلت کے مقام پر فائز ہو، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے سب پر ترجیح نہ دیں بلکہ مفضول شخص کو اپنی بارگاہ میں زیادہ عزت و کرامت اور وجاہت بخشیں۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

بخاری شریف کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''فترحم علی عمر، وقال: ماخلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک۔ وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک الحدیث۔''

حدیث نمبر 3485 (صحیح البخاری مع الفتح، 51/7)

''پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا: تم نے پیچھے ایسا کوئی شخص نہیں چھوڑا جو مجھے تم سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اس کے عمل جیسا عمل لے کر اللہ تعالیٰ سے ملوں اور اللہ کی قسم بیشک میں ضرور گمان کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا، تا آخر۔''

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے حدیث مذکور کے تحت فرمایا:

وفی هذا الكلام ان عليا كان لا يعتقد ان لاحد عملا فی ذلك الوقت افضل من عمل عمر۔

وقد اخرج ابن ابی شيبة ومسدد من طريق جعفر بن محمد عن ابيه عن علی نحو هذا الكلام وسنده صحيح، وهو شاهد جيد لحديث ابن عباس لكون مخرجه عن آل علی رضی الله عنهم۔ (فتح الباری 60/7)

اور اس کلام میں (یہ حقیقت بیان کی گئی) ہے کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ اس وقت میں کسی شخص کا عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے افضل ہے۔ (بلکہ صرف اور صرف یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل سب سے افضل ہے) اور (عظیم محدث) ابن ابی شیبہ اور مسدد نے بطریق امام جعفر صادق عن ابیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی کلام روایت کیا اور اس کی سند (بھی) صحیح ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مذکور کے لیے جید اور عمدہ شاہد ہے کیونکہ اس کا مخرج آل علی رضی اللہ عنہم سے ہے۔

نتیجۂ کلام:

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث مبارک یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جو قرب ومنزلت اور عزت وکرامت اور وجاہت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کو حاصل تھی وہ کسی کو حاصل نہیں تھی جو کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر ان کی افضلیت کی دلیل ہے۔اور موقوف حدیث یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس، جس کے راوی ائمہ اہل بیت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت امام جعفر صادق وحضرت امام محمد بن علی المعروف بالباقر رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات ہیں، سے واضح ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اعمال مبارکہ جیسے اعمال حسنہ لے کر دربار الٰہی میں حاضر ہونے کی تمنا اور آرزو کرتے تھے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھتے تھے۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر 11:

”عن عائشة (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) قالت....رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من البقیع ...ثم قال: ان عبدا من عباد اللہ خیرہ اللہ بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عنداللہ۔قال: ففہمہا ابوبکر فبکی وعرف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ یرید۔ قال: علی رسلک یاابابکر ، انظروا فی المسجد ہذہ الابواب اللاصقة فسدوہا الا ما کان من بیت ابی بکر فانی لااعلم احدا کان افضل عندی فی الصحبة منہ۔

رواہ ابو یعلی ورجالہ ثقات،، (مجمع الزوائد 9/23)

''حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے قریب ایام کے احوال کے بیان میں مروی ہے (تا) پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ایک بندہ، اسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے دنیا اور اس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو اس نے اس کو اختیار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ (راوی نے کہا) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مقدس کو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سمجھا پس رونے لگے اور وہ اس حقیقت کو پہچان گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہی ذات اقدس مراد لے رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر آہستہ اور باوقار ہو (پھر حاضرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا) مسجد میں ان چپکے ہوئے درازوں کو دیکھو پس انہیں بند کردو مگر وہ دروازہ جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے گھر کی طرف سے (کھلتا) ہے (اسے بند نہ کرو) اس لیے کہ بیشک میں نہیں جانتا کسی ایک کو جو میرے نزدیک صحبت میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہے۔

اس حدیث کو امام ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث مبارک سے واضح ہوا کہ روحانی مرتبہ و مقام میں کسی صحابی اہل بیت یا غیر اہل بیت کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل یا ان کے برابر ہونا تو درکنار، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشاد مقدس کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک صحبت میں بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر کوئی نہیں ہے۔ صحبت میں وہ بشمول اہل بیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس،

فانی لا اعلم احدا کان افضل عندی فی الصحبة منه،
بغور ملاحظہ کرلیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیھم و علی اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

حدیث نمبر 12:

الامام ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن بطۃ الحنبلی المتوفی 387ھ رقمطراز ہیں:

”حدثنا ابو محمد عبید اللہ بن عبدالرحمن بن محمد بن عیسی السکری، قال: حدثنا ابویعلی زکریا بن یحیی بن خلاد المنقری ،قال: حدثنا سلیمان بن داؤد ابو الربیع العتکی ،قال: حدثنا جریر بن عبدالحمید عن مغیرة ،عن الشعبی قال: قلت لابن عباس: من اول من اسلم ؟ فقال: ابو بکر الصدیق ،ثم قال: اما سمعت قول حسان بن ثابت:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة۔
فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا
خیر البریة اتقاها و اعدلها
بعد النبی و اوفاها بما حملا
الثانی التالی المحمود مشهده
واول الناس منهم صدق الرسلا
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "صدق"۔“

(الابانة، الکتاب الرابع "جزء فی فضائل الصحابة، المجلد الثانی، ص، 487-488)

"حدیث صحیح"

(نوٹ) کتاب کے اس نسخہ میں کتابت کی غلطی سے "بما" حذف ہے فقیر نے دیگر مصادرِ حدیث کے مطابق عبارت درست نقل کر دی ہے۔

"جلیل القدر تابعی عامر شعبی قدس سرہ العزیز سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے ان تمام میں اول اور سابق کون ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول نہیں سنا:

جب تو کسی صاحبِ وثوق کے غم کو یاد کرے تو (سرِ فہرست) اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کر ساتھ اس کے جو انہوں نے کیا (وہ کچھ کہ اس پر سب رشک کرتے ہیں)

وہ ساری مخلوق سے افضل، سب سے زیادہ متقی، سب سے بڑے عادل بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

اور سب سے زیادہ وفا کرنے والے اس ذمہ داری کو جو انہوں نے اُٹھالی۔

وہ دوسرے ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہیں (یا معنی یہ ہے کہ) ہر معاملہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والے ہیں، قابل ستائش ہے ان کی موجودگی اور وہ ان تمام لوگوں میں سے اول ہیں جنہوں نے رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی ہے۔

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مذکورہ اشعار سننے کے بعد) حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسان نے سچ

کہاہے۔،،

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے یہ حدیث مبارک حدیث مرفوع تقریری کا سب سے اعلیٰ قسم ہے اس لیے کہ کوئی بات حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کہی گئی یا آپ کے روبرو کوئی فعل وعمل کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر انکار نہ فرمایا تو یہ حدیث قولی یا فعلی مرفوع تقریری کہلائے گی لیکن جس قول وفعل کی حضور نبی کریم ﷺ نے صراحتاً تصویب اور تصدیق فرمادی وہ حدیث مرفوع تقریری کا سب سے اعلیٰ قسم ہوا۔

اگر حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے مذکورہ اشعار سن کر حضور نبی کریم ﷺ سکوت اور خاموشی ہی اختیار فرماتے تب بھی یہ اشعار حدیث مرفوع تقریری بن جاتے لیکن یہاں تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے ''صدق'' فرما کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمتیں بیان فرمائی ہیں ان سب پر قولاً بھی مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ حدیث مبارک زیر بحث افضلیت کے بیان میں حرف آخر ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ میں کسی شخص کو کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہنا چاہیے۔ اس میں صراحت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ''خیر البریۃ'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

اس حدیث میں البریۃ (تمام مخلوق) سے مراد حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کی تمام امت ہے۔ اور حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد تمام مخلوق یعنی آپ کی تمام امت میں سب سے بہترین اور افضل حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جو ذات اقدس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہے وہ باقی تمام امتوں سے بھی افضل ہے۔

اور اس حدیث مبارک میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ''اتقی البریۃ'' یعنی تمام امت میں سب سے بڑے متقی بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۔الآیۃ۔ (الحجرات)

جب تمام امت میں اتقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور جو سب سے اتقی (بڑا متقی) ہے وہی عند اللہ تعالیٰ اکرم (سب سے زیادہ عزت وکرامت والا) ہے تو قرآن کریم کے اس ارشاد مقدس اور اس حدیث صحیح سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امت میں سب سے زیادہ عزت وکرامت والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وللہ الحمد

<u>فائدہ:</u> آیہ مبارکہ و سیجنبھا الاتقی الآیۃ میں افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منکرین نے دھاندلی کی کوشش کی ہے کہ اتقی بمعنی تقی ہے۔

لیکن بفضلہ تعالیٰ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مثل آفتاب ہے جسے کوئی چھپا نہیں سکتا۔ یہ حدیث صحیح اس پر نص ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ''اتقی البریۃ'' (امت مسلمہ میں سب سے بڑے متقی) ہیں کیونکہ ''اتقاھا'' میں ضمیر مجرور کا مرجع ''البریۃ'' ہے اور اس کی طرف اتقی کی اضافت، نحوی ضابطہ کے مطابق اس پر نص ہے کہ اتقی تفضیلی معنی میں ہے کیونکہ اس جگہ اتقی

بمعنی تقی ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ وللہ الحمد

یہ حدیث صحیح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعدل البریۃ بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں اول اور سابق ہونے پر بھی نص ہے۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر 13:

امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن امام اہل سنت احمد بن محمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ متوفی 290ھ رقمطراز ہیں:

"حدثنا محمود بن غیلان من اهل مرو .ناحجین بن المثنی نا عبدالعزیز بن الماجشون عن عبید الله عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنه قال: کنا نقول علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم :ابوبکر وعمر وعثمان، و یبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فلاینکره علینا ۔"

حدیث نمبر 1357 (کتاب السنة 2/576-577 اسناده صحیح

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم (اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا کرتے تھے (صحابہ کرام میں سب سے افضل) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان ہیں (رضی اللہ عنہم) اور ہمارا ان تینوں حضرات کو تمام صحابہ کرام میں سے افضل قرار دینا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ہم پر انکار نہ فرماتے۔ (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ تمہارا ان تینوں حضرات کو تمام صحابہ کرام سے افضل قرار دینا درست نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرماتے کہ ایسا نہ کہا کرو)۔"

اور اس حدیث صحیح کی دوسری روایات میں ان تینوں حضرات کی افضلیت، ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کی صراحت ہے۔

بفضلہ تعالیٰ اس حدیث صحیح سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرات شیخین کریمین وذوالنورین رضی اللہ عنہم کی بہ ترتیب افضلیت کا عقیدہ، عہد نبوی میں بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اور اس کی حقانیت پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہر تصویب وتصدیق ثبت فرمائی ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح مرفوع تقریری ہے۔

لہٰذا یہ معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ کتنی تعداد میں صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے جو ان تینوں نفوس قدسیہ کی افضلیت بیان کرتے تھے اس لیے کہ جب اس عقیدہ کی حقانیت کی تصدیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرما دی ہے تو اس کے بعد اس مسئلہ میں تذبذب اور اضطراب کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

باب سوم

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور اجماعِ اُمت

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی امر دینی پر اتفاق کر لینا اجماعِ امت ہے۔ اور اجماعِ امت کا حجت شرعیہ ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع سب سے مقدم ہے جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی صرف افضلیت پر ہی نہیں بلکہ افضلیت کے قطعی ہونے پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں مسئلہ افضلیت اختلافی یا اختیاری ہونے کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں ایسے شبہات ومغالطات کی حقیقت واضح کر دی جائے گی۔

جب افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت ہے تو حضرات صحابہ کرام کے اجماع کے بعد مبتدعہ کا مسئلہ افضلیت میں اختلاف، اجماعِ امت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اگر مبتدعہ کے اختلاف کا اعتبار کیا جائے پھر تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم کے محفوظ ہونے اور آخرت میں دیدارِ الٰہی واقع ہونے اور حدیث کے حجت شرعیہ ہونے پر اجماع امت ہونے کا ہی انکار کر دیا جائے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

جب مسائل مذکورہ پر اجماع امت ہونے کے بعد مبتدعہ کا اختلاف قابل اعتبار نہیں ہے تو افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع اُمت ہو جانے کے بعد بھی کسی کا اختلاف ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ اختلاف کرنے والا شرعاً مجرم ہے اور دھاندلی سے مسئلہ مذکورہ پر اجماع امت ہونے کی نفی کرنے والا اس سے بھی زیادہ قصوروار ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد حضرات تابعین عظام و من بعدھم تمام اہل سنت کا افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع اور اتفاق ہے۔ مسئلہ افضلیت کو اہل سنت میں اختلافی مسئلہ قرار دینا سراسر غلط بیانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی لوگوں کو اتباع حق کی توفیق دے۔ آمین رب العالمین۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

اگرچہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کثیر تعداد نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان فرمائی ہے لیکن ان نفوس قدسیہ میں سے سب سے زیادہ اہتمام اور تفصیل کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا بیان فرمایا ہے۔ اس لیے فقیر راقم الحروف سب سے پہلے ارشادات مرتضویہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سچی محبت کرنے والے آپ کے عقیدہ پر ثابت قدم رہیں اور اگر کوئی غلط فہمی کا شکار ہے تو وہ تائب ہو جائے۔ و باللہ التوفیق۔

پہلی حدیث مرتضوی:

"عن محمد بن الحنفية قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ و سلم ؟ قال: ابوبکر، قلت ثم من؟ قال عمر۔ و خشیت ان یقول

عثمان، قلت: ثم انت؟ قال: ما انا الا رجل من المسلمین،،

(صحیح البخاری 518/1)

دوسری حدیث:

"عن محمد بن الحنفیة وھو ابن علی بن ابی طالب قال: قلت یاابت من خیر ھذہ الامة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

قال: ابوبکر، قلت: ثم من؟ قال: عمر، قال: فخشیت ان اقول ثم من؟ فیقول عثمان فقلت: انت یا ابتِ فقال ابوک رجل من المسلمین،،

حدیث نمبر 136 (فضائل الصحابة 189/1) اسنادہ صحیح

تیسری حدیث:

"عن الحسن بن محمد عن ابیہ قال: قلت لعلی بن ابی طالب: من افضل ھذہ الامة بعد نبیھا؟ قال: سبحان اللہ یابنی ابوبکر قال قلت: ثم من؟ قال سبحان اللہ یابنی ثم عمر، قال: قلت لہ مخافة ان ازید فیزیدنی ثم انت یا امیر المؤمنین قال: ثم لست ھناك ثم انا بعد رجل من المسلمین۔،،

حدیث نمبر 430 (فضائل الصحابة 383/1)

رجال الاسناد ثقات،،

ترجمہ: پہلی حدیث:

"حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

میں نے اپنے باپ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہترین اور افضل کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا: (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد) پھر کون افضل ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں مزید سوال کروں تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے، تو میں نے عرض کیا: پھر آپ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں صرف ایک مرد ہوں مسلمانوں میں سے۔ (صحیح البخاری)

ترجمہ دوسری حدیث:

''حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے عرض کیا اے میرے ابا جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کا سب سے بہترین اور افضل شخص کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد) کون سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں سوال کروں کہ پھر کون افضل ہے؟ تو آپ کہہ دیں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ تو میں نے کہا: تم، اے میرے ابا جان! (باقی سب سے افضل ہیں) تو آپ نے فرمایا: تیرا باپ مسلمانوں سے ایک مرد ہے،، (فضائل الصحابۃ)

ترجمہ تیسری حدیث:

''حضرت حسن بن محمد اپنے باپ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ اے میرے بیٹے! اس امت میں سب سے افضل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے عرض کیا (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد) سب سے افضل کون ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ اے میرے بیٹے! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اندیشہ کی بنا پر کہ میرے مزید سوال کرنے کی وجہ سے آپ جواب میں مزید کسی صحابی کا نام ذکر کریں گے تو میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! پھر تم سب سے افضل ہو؟ تو آپ نے فرمایا: میں اس مقام پر نہیں ہوں، میں مسلمانوں سے (مزید) ایک مرد کے بعد ہوں۔،،

(فضائل الصحابة)

چوتھی حدیث:

”عن ابن الحنفية قال: قلت: یا ابت من خیر الناس بعد رسول الله؟ فقال: ابوبکر. قلت: ثم من؟ قال ثم عمر،،

حدیث نمبر 552 (فضائل الصحابة 1/454) اسنادہ صحیح۔

پانچویں حدیث:

”عن محمد بن الحنفية قال: قلت لابی من خیر هذه الامة بعد نبیها؟ قال: یا بنی خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر قال: قلت: ثم من؟ قال ثم عمر،،

حدیث نمبر 554 (فضائل الصحابة 1/454) اسنادہ صحیح

ترجمہ گزر چکا ہے۔

حضرت محمد بن حنفیہ: محمد بن علی بن ابی طالب ابوالقاسم المدنی رضی اللہ عنہما جلیل

القدر تابعی ثقہ ہیں۔ انہوں نے مسئلہ افضلیت کے بارے میں اپنے والد کریم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ہے اور آپ نے جواب ارشاد فرمایا ہے وہ آپ حدیث مذکور کی روایات میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے آپ نے پورے وثوق اور یقین کے ساتھ جواب ارشاد فرمایا ہے:

"خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر"

"پھر انہوں نے عرض کیا: ثم من؟ تو فرمایا: ثم عمر، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہترین اور افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔"

ضروری تنبیہ:

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لخت جگر اور نورِ نظر کے سوال کے جواب میں یہ نہیں فرمایا: کہ مسئلہ افضلیت تو اختیاری ہے کسی نے کسی کو افضل سمجھا ہے اور کسی نے کسی کو، البتہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل سمجھتا ہوں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتا ہوں۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے عقیدہ اور نظریہ کو اپنی رائے اور اپنا موقف قرار نہیں دیا بلکہ الٹا حضرت محمد بن حنفیہ کے سوال پر ہی تعجب کا اظہار فرمایا ہے جیسا کہ حسن بن محمد عن ابیہ والی روایت میں صراحت ہے کہ، من افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟ کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سبحان اللہ یا بنی ابو بکر۔

پھر ثم من؟ کے جواب میں فرمایا؟ سبحان اللہ یابنی ثم عمر۔

جبکہ دین متین اور لغت عرب کا ادنیٰ خادم بھی بخوبی سمجھ رہا ہے کہ کلام مذکور میں ''سبحان اللہ'' اظہار تعجب کے لیے ہے۔اور آپ کا مقصود و مدعیٰ یہ تھا کہ نہایت ہی تعجب کی بات ہے کہ میرا بیٹا ہونے کے باوجود تمہیں اب تک یہ مسئلہ ہی معلوم نہیں ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل کون ہے اور فضیلت میں دوسرے درجہ پر کون ہے؟

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دینی بصیرت یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت نہ ہی اختیاری ہے اور نہ ہی کسی صاحبِ علم کے لیے اس سے بے خبر اور غافل رہنے کی گنجائش ہے۔وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ

شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''فی روایۃ محمد بن سوقۃ عن منذر عن محمد بن علی "قلت لابی: یاابتی من خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قال: او ما تعلم یابنی ؟ قلت: لا، قال ابوبکر''

اخرجہ الدار قطنی (فتح الباری 40/7)

''حضرت محمد بن علی (المعروف بابن الحنفیۃ) رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اپنے باپ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا: اے میرے باپ! حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل کون ہے؟

تو آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے کیا تم نہیں جانتے؟

میں نے عرض کیا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔ امام دار قطنی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔،،

یہ حدیث اظہارِ تعجب میں فضائل الصحابۃ کی حدیث مذکور سے بھی زیادہ واضح ہے کیونکہ اس میں ''اوما تعلم یابنی؟''میں استفہام تعجب کے لیے ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

چھٹی حدیث:

''عن زر بن حبیش عن ابی جحیفۃ قال: سمعت علیا یقول: الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟ ابوبکر ثم قال: الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد ابی بکر؟ عمر''

حدیث نمبر 40 (فضائل الصحابہ 93/1) اسنادہ حسن
حدیث نمبر 833 (مسند امام احمد 2/ 200)

ساتویں حدیث:

''عن الحکم قال سمعت اباجحیفۃ قال سمعت علیا۔ قال الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟ فقالوا: نعم فقال: ابوبکر ثم قال: الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد ابی بکر؟ قالوا: نعم فقال عمر ثم قال: الا انبئکم بخیر ھذہ الامۃ بعد عمر فقالوا: بلی، فسکت''

حدیث نمبر 44 (فضائل الصحابۃ 95/1) اسنادہ صحیح

آٹھویں حدیث:

''عن عبد خیر عن علی و عن الشعبی عن ابی جحیفۃ عن علی و عن عون

بن ابی جحیفة عن ابیه عن علی انه قال: خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر وخیرها بعد ابی بکر عمر ولو شئت سمیت الثالث''

حدیث 45 (فضائل الصحابة 1:96) اسانیدہ صحاح۔

حدیث نمبر 879 (مسند امام احمد 2/224)

نویں حدیث:

''عن ابی جحیفة قال: خطبنا علی یوما فقال: الا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها؟ ابوبکر ثم قال: الا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها و بعد ابی بکر؟ عمر'' حدیث: 399 (فضائل الصحابة 1:369) اسنادہ حسن

دسویں حدیث:

''عن عامر قال: قال ابو جحیفة: قال علی: الا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها؟ قلت بلی قال: ابوبکر و عمر ثم رجل آخر''

حدیث نمبر 402 (فضائل الصحابة 1/370) اسنادہ صحیح۔

ترجمہ چھٹی حدیث:

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرمارہے تھے: کیا میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل شخصیت کی خبر نہ دوں؟ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت میں سے سب سے بہترین اور افضل شخص کی خبر نہ دوں؟ وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔''

ترجمہ ساتویں حدیث:

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل کی خبر نہ دوں؟ تو لوگوں نے کہا: ہاں (آپ ضرور خبر دیں) تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس اُمت میں سب سے افضل کی خبر نہ دوں؟ تو سامعین نے عرض کیا: ہاں (آپ ضرور خبر دیں) تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا تمہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت میں سب سے افضل کی خبر نہ دوں؟ تو سامعین نے کہا: کیوں نہیں (آپ ضرور خبر دیں) تو آپ خاموش ہو گئے۔''

ترجمہ آٹھویں حدیث:

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں چاہوں تو فضیلت میں تیسرے (درجہ پر فائز) کا نام بھی بتا دوں۔''

نویں اور دسویں حدیث کا خلاصہء مفہوم تقریباً پہلی احادیث والا ہی ہے۔

گیارہویں حدیث:

"عن حصین بن عبدالرحمن عن ابی جحیفة قال: قال: کنت اری ان علیا افضلِ الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلت: یاامیر المؤمنین انی لم اکن اری ان احدا من المسلمین من بعد رسول اللہ افضل منک قال: اولا احدثک یاابا جحیفة بافضل الناس بعدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قلت: بلی قال: ابوبکر، قال: افلا اخبرک بخیر الناس بعد رسول اللہ وابی بکر؟ قال: قلت: بلی فدیتک قال: عمر"

حدیث نمبر 404 (فضائل الصحابة 1/370-371) صحیح لغیرہ

بارہویں حدیث:

"عن عامر عن ابی جحیفة قال: قال علی بن ابی طالب:

الا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها؟ ابوبکر ثم عمر ثم رجل آخر"

حدیث نمبر 406 (فضائل الصحابة 1/371) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 878 (مسند امام احمد 2/224)

تیرہویں حدیث:

"حدثنا عبداللہ (الی ان قال) حدثنی عون بن ابی جحیفة قال کان ابی من شُرَط علی وکان تحت المنبر فحدثنی ابی انہ صعد المنبر یعنی علیا فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال: خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر والثانی عمر وقال: یجعل اللہ الخیر حیث احب"

حدیث نمبر 413 (فضائل الصحابة 1/375) اسنادہ حسن

حدیث نمبر 837 (مسند امام احمد 2/202)

چودھویں حدیث:

"قال عامر: اشهد علی ابی جحیفة انه قال: اشهد علی علی انه قال: یاوهب الا اخبرك بافضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر ثم رجل آخر"

(فضائل الصحابة 452/1) اسنادہ صحیح۔

ترجمہ گیارہویں حدیث:

"حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہی گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے افضل ہیں تو میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین میں نہیں گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں سے کوئی شخص تم سے افضل ہے۔ تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو جحیفہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل (ذات اقدس) نہ بتاؤں؟ تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، (آپ ضرور بتائیں) تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے افضل (ذات اقدس) کی خبر نہ دوں؟ تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، میں آپ پر قربان (آپ ضرور خبر دیں) تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔"

ترجمہ بارہویں حدیث مرتضوی:

"کیا میں تمہیں خبر نہ دوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب

سے بہترین اور افضل شخصیت کی؟ وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم ہیں پھر ایک اور مرد ہیں رضی اللہ عنہم۔،،

ترجمہ تیرہویں حدیث:

''حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

میرے والد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں سے تھے اور منبر کے پاس بیٹھے تھے تو میرے باپ نے مجھے بتایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہترین اور افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے (درجہ پر) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جہاں پسند فرماتا ہے خوبی اور بھلائی رکھتا ہے۔،،

ترجمہ چودہویں حدیث:

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حلفیہ کہتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے وہب! کیا میں تمہیں خبر نہ دوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل شخصیت کی؟ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں پھر ایک اور مرد ہیں (رضی اللہ عنہ)۔،،

فائدہ:

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ السوائی رضی اللہ عنہ سے مزید روایات ملاحظہ کریں:

''عن وهب السوائی قال: خطبنا علی، فقال: من خیر ہذہ الامۃ بعد نبیھا؟ فقلت: انت یا امیر المؤمنین۔ قال: لا، خیر ہذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر ثم عمر، الحدیث''، (مسند امام احمد 201/2) اسنادہ قوی

''عن الشعبی حدثنی ابو جحیفۃ الذی کان علی یسمیہ : وھب الخیر، قال: قال لی علی یا ابا جحیفۃ، الا اخبرک بافضل ہذہ الامۃ بعد نبیھا؟ قال: قلت: بلی۔ ولم اکن اری ان احدا افضل منہ، قال: افضل ہذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر وبعد ابی بکر عمر وبعدھما آخر ثالث ولم یسمہ''

حدیث نمبر 835 (مسند امام احمد 201/2) حدیث صحیح۔

اور ایسے ہی مسند امام احمد میں دیگر احادیث بھی حضرت ابو جحیفہ سے اسانید صحاح کے ساتھ مروی ہیں مثلاً حدیث نمبر 836۔ (ج 2/ص 201)

حدیث نمبر 880۔ (ج 2/ص 224) وغیرھا من الروایات الکثیرۃ۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وھب بن عبداللہ: بن مسلم بن جنادۃ (الی ان قال) ابو جحیفۃ السوائی قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اواخر عمرہ وحفظ عنہ ثم صحب علیا بعدہ، وولاہ شرطۃ الکوفۃ لما ولی الخلافۃ''

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 490/6)

''حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ السوائی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے آخری ایام میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ارشادات عالیہ یاد بھی کیے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو ان کو کوفہ کی سپاہ پر امیر مقرر کر دیا۔،،

مضمون حدیث پر ایک نظر

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما سے مروی ارشاد مرتضوی تو آپ کے سوال کا جواب تھا۔ یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل الامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بالترتیب افضلیت کا اعلان فرمایا۔ جبکہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک کا مضمون پہلی حدیث سے بھی زیادہ لطیف ہے کیونکہ یہ کسی کے سوال کا جواب نہیں ہے بلکہ از خود حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اعلان فرمایا ہے۔ اور وہ بھی ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار اور صرف محدود مجلس ہی میں نہیں بلکہ مسجد میں منبر پر ہزاروں کے اجتماع میں بھی۔

اور اکثر و بیشتر طرق حدیث میں حرف استفہام کے ساتھ آغاز فرمایا ہے۔

الا اخبر کم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟

کیا میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اور افضل شخص کی خبر نہ دوں؟

تو سامعین نے عرض کیا ہاں آپ ہمیں خبر دیں۔ تو آپ نے فرمایا اس امت میں سب سے بہترین اور افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر فرمایا: ''الا اخبر کم بخیر ھذہ الامۃ بعد ابی بکر''

کیا میں تمہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اور افضل شخص کی خبر نہ دوں؟

تو سامعین نے عرض کیا ہاں آپ خبر دیں۔ تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو حدیث مذکور کی بعض روایات میں ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اور افضل شخص کی خبر نہ دوں؟ پھر آپ خاموش ہو گئے۔

اور بعض روایات میں ہے: ''لو شئت لسمیت الثالث۔''

''اگر میں چاہوں تو تیسرے شخص کا نام بھی بتا دوں۔''

اور بعض روایات میں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بیان کے بعد فرمایا:

''ثم رجل آخر۔''

''یعنی پھر ایک اور مرد باقی تمام امت سے بہترین اور افضل ہے۔''

اور بعض روایات میں صرف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت بیان کی گئی ہے۔

اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ حضرات اکابر صحابہ کرام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم سے نہیں ہیں بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ صحبت سے سرفراز ہوئے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے ان کے تعارف میں لکھا ہے۔ اور بعد میں حضرت علی

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کرلی تھی اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم بھی بڑی عظمت وشان والے تھے اس لیے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھ لیا کہ حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ ہی افضل الامت ہیں یہ ان کی اپنی رائے تھی جس کا بنیادی سبب حقائق پر اطلاع نہ ہونا ہے تو واقف اسرار ورموز اور حقائق سے باخبر ذات اقدس بابِ مدینۃ العلم نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر مخاطب فرما کر ان کی غلط فہمی کا ازالہ فرمایا اور جو ذات اقدس نفس الامری اور واقعی طور پر افضل الامت ہے اور پھر ان کے بعد جو افضل الامت ہے ان ذوات مقدسہ کے نام مبارک ذکر فرمائے۔ اور تیسری ذات اقدس کو مبہم رکھا۔ فرمایا:

''یا وهب الا اخبرك بافضل هذه الامة بعد نبيها ابو بكر ثم عمر ثم رجل آخر''

اور کبھی فرمایا: ''او لا احدثك يا ابا جحيفة بافضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟''

اے وہب کیا میں تجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے افضل شخص کی خبر نہ دوں؟ وہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم ہیں پھر ایک اور مرد ہیں رضی اللہ عنہم۔

اور اکثر روایات میں جماعت کو مخاطب فرمایا ہے:

''الا اخبركم بخير هذه الامة بعد نبيها ؟''

اور جب حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی کا ازالہ ہوگیا اور انہیں مسئلہ افضلیت میں حق معلوم ہوگیا تو انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کو

خوب بیان کیا ہے۔اور بعض اوقات غلط فہمی پر مبنی اپنے سابق نظریہ کا بیان بھی ساتھ ہی کرتے اور اس کے بعد صراط مستقیم اور حق وصواب کو واضح کرنے والے ارشادات مرتضویہ بیان فرماتے تا کہ مخاطبین پر واضح ہو جائے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل الامت قرار دینا خود ان کے نزدیک بھی سراسر باطل اور غلو ہے۔ چونکہ حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس نظریہ کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔ اسی لیے تو منبر پر عظیم اجتماعات میں اس نظریہ کی تردید فرمائی اور افضلیت شیخین کریمین و سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا بیان بار بار فرمایا ہے۔

تنبیہ:

متعدد ارشادات مرتضویہ میں حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد فضیلت میں تیسرے درجہ پر فائز شخصیت کا تذکرہ اگرچہ مبہم اور غیر واضح انداز میں کیا گیا ہے لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ تیسرے شخص کی تعیین بھی ارشادات مرتضویہ میں عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

<u>پندرھویں حدیث:</u>

”عن حصین قال سمعت المسیب بن عبد خیر الھمدانی عن ابیہ قال: سمعت علی بن ابی طالب علی المنبر و ھو یقول: ان خیر ھذہ الامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر، و انا قد احدثنا بعدھما احداثا یقضی اللہ فیھا ما احب،،

حدیث نمبر 926 (مسند امام احمد 248/2) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 128 (فضائل الصحابۃ 181/1)

سولہویں حدیث:

"عن عبد خیر قال: سمعت علیا یقول: خیر ھذہ الامۃ نبیھا و خیر الناس بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر ثم احدثنا احداثا یقضی اللہ فیھا ما احب"

حدیث نمبر 422 (فضائل الصحابۃ 379/1) اسنادہ صحیح

سترھویں حدیث:

"عن عبد خیر عن علی قال: الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟ ابوبکر ثم خیرھا بعد ابی بکر عمر، یجعل اللہ الخیر حیث احب"

حدیث نمبر 426 (فضائل الصحابۃ 380/1) رجال اسنادہ ثقات

اٹھارھویں حدیث:

"عن المسیب بن عبد خیر عن ابیہ قال: قام علی فقال: خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر وانا قد احدثنا بعدھما احداثا یقضی فیھا ماشاء" حدیث نمبر 425 (فضائل الصحابۃ 380/1) اسنادہ صحیح

انیسویں حدیث:

"عن عبد خیر قال : سمعت علیا یقول : خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر ولو شئت لسمیت الثالث"

حدیث نمبر 548۔ (فضائل الصحابۃ 453/1) اسنادہ صحیح

ترجمہ پندرھویں حدیث:

"حضرت عبد خیر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ برسرِ منبر فرما رہے تھے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بیشک اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان دونوں حضرات کے بعد ہم نے کچھ افعال کیے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا جو اس نے پسند کیا۔،،

ترجمہ سولھویں حدیث:

''حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے (بشمول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس امت میں سب سے افضل اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔،،

(اس کے بعد گزشتہ حدیث والا مضمون ہے)

تنبیہ:

ان دونوں احادیث کے آخری حصہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مشاجراتِ صحابہ کرام جیسے اُمور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا دور خلافت بفضلہٖ تعالیٰ ایسے اختلافات سے کلی طور پر مامون ومحفوظ رہا ہے۔

فائدہ:

اس کے بعد والی تین احادیث مبارکہ میں بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان فرمائی گئی ہے البتہ حدیث نمبر 548 میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان کے بعد فرمایا: ''ولو شئت لسمیت الثالث۔

''اور اگر میں چاہوں تو امت مسلمہ میں فضیلت میں تیسرے (درجہ پر

فائز) شخصیت کا نام بھی ذکر کر دوں۔،، وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

مسند امام احمد اور زوائد مسند میں بھی حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ارشادات مرتضویہ، اسانید صحیحہ وقویہ کے ساتھ کثیر تعداد میں موجود ہیں:

حدیث نمبر 926 (2/247) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 932 (2/249) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 1030 (2/302) حدیث صحیح

حدیث نمبر 1031 (2/302) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 1040 (2/306) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 1060 (2/316) صحیح لغیرہ

حدیث نمبر 908 (2/238) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 909 (2/239) اسنادہ قوی

حدیث نمبر 922 (2/245) حدیث صحیح

حدیث نمبر 934 (2/250) حدیث صحیح

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت سے

حدیث نمبر 1051 (2/311-312) اسنادہ قوی

بیسویں حدیث:

"عن علی بن ربیعة الوالبی عن علی قال: انی لا عرف اخیار هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر ولو شئت ان اسمی الثالث لفعلت،،

حدیث نمبر 428 (فضائل الصحابة 1/382) اسنادہ حسن

''حضرت علی بن ربیعہ الوالبی رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیشک میں ضرور پہچانتا ہوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اور افاضل اشخاص کو۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں اور اگر میں تیسرے شخص کا نام ذکر کرنا چاہوں تو ضرور کردوں۔''

اکیسویں حدیث:

''حدثنا عبداللہ (الی ان قال) سمعت النزال قال: سمعت علیا وھو یخطب فی المسجد وھو یقول "الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا" ثلاثۃ ثم ذکر ابابکر وعمر ولو شئت لسمیت الثالث''

حدیث نمبر 429 (فضائل الصحابۃ 1/383) اسنادہ حسن

''حضرت نزال بن سبرہ الہلالی رضی اللہ عنہ (ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے بعض علماء وائمہ کرام نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے اور بعض حضرات نے انہیں تابعی قرار دیا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقۃ لا یسأل عنہ، یعنی وہ عظیم الشان ثقہ ہیں کہ ان کی ثقاہت کی بابت سوال ہی نہیں کیا جانا چاہیے) نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ مسجد میں دوران خطبہ فرما رہے تھے کیا میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اور افضل اشخاص کی خبر نہ دوں؟ وہ تین ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا ذکر فرمایا: اور فرمایا: اگر میں چاہوں تو تیسرے شخص کا نام بھی ذکر کردوں''

فائدہ:

اس حدیث شریف میں اُمت مصطفویہ کے سب سے بہترین اور افضل

اشخاص کی تعداد بھی بیان فرمائی ہے۔ فرمایا وہ تین ہیں پھر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے نام ذکر کردیئے اور تیسرے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا، البتہ فرمایا: لو شئت لسمیت الثالث۔

بائیسویں حدیث:

''عن عبداللہ بن سلمۃ قال: سمعت علیا و ھو یخطب: الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم قال: الا اخبرکم بخیر الناس بعد ابی بکر عمر''

حدیث نمبر 549 (فضائل الصحابۃ 1/453) اسنادہ صحیح

''حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا اس حال میں کہ آپ خطبہ دے رہے تھے، آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل شخص کی خبر نہ دوں؟ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے افضل شخص کی خبر نہ دوں؟ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

تیئیسویں حدیث:

''عن عبد خیر قال: قال علی: ان خیر من ترك نبیکم بعدہ ابوبکر ثم عمر ولقد علمت مکان الثالث۔''

حدیث نمبر 551 (فضائل الصحابۃ 1/453) اسنادہ حسن

''حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کو چھوڑا ہے، بلاشک وشبہ ان سب میں سے بہترین اور افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور تیسرے شخص کا مقام ومرتبہ بھی مجھے ضرور معلوم ہے۔،،

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے:

''ان خیر من ترك نبیکم بعدہ ابوبکر ثم عمر۔،،

''اور''ان'' شک وشبہ کی نفی کے لیے آتا ہے جیسا کہ لغتِ عرب کے طلباء پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔،،

چوبیسویں حدیث:

''حدثنا عبداللہ(الی ان قال) قثنا عمرو بن حریث قال سمعت علیا و ھو یخطب علی المنبر وھو یقول :الا اخبر کم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر .الا اخبر کم بالثانی فان الثانی عمر ،،

حدیث نمبر 398(فضائل لصحابۃ 368/1) اسنادہ حسن

''حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہہ رہے تھے: کیا میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے افضل اور اچھے شخص کی خبر نہ دوں؟ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔کیا میں تمہیں (فضیلت میں) دوسرے (درجہ پر فائز شخص) کی خبر نہ دوں پس بلاشک وشبہ (فضیلت میں) دوسرے (درجہ پر فائز) حضرت عمر

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔،،

پچیسویں حدیث:

’’عن عمرو بن حریث قال: سمعت علیا یقول: ’’خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر ولو شئت ان اسمی الثالث،،

حدیث نمبر 397 (فضائل الصحابۃ 368/1) اسنادہ حسن

اس حدیث کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تصریح

چھبیسویں حدیث:

’’حدثنا احمد بن الحسن بن عبدالجبار الصوفی قثنا محمد بن ابی سمینة التمار قثنا عبداللہ بن داؤد عن سوید مولی عمرو بن حریث یعنی عن عمرو بن حریث قال: سمعت علیا یقول: خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر و عثمان،،

حدیث نمبر 635 (فضائل الصحابۃ 502/1)

’’حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہترین اور افضل حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم ہیں۔،،

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

نمبر 1: احمد بن الحسن بن عبدالجبار الصوفی۔ مشهور، وثقه الدارقطنی۔ (میزان الاعتدال 226/1)

قال الخطیب: احمد بن الحسن بن عبدالجبار بن راشد ابو عبداللہ الصوفی (الی ان قال) و کان ثقۃ۔ (لسان المیزان 1-151-152)

نمبر 2: محمد بن اسماعیل بن ابی سمینۃ ابو عبداللہ البصری۔ قال ابو حاتم کان غزاء ثقۃ وقال ابو داؤد کان من الشجعان و قال صالح بن محمد کان ثقۃ (الی ان قال) و ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ (تہذیب التہذیب 9/50-51)

نمبر 3: عبداللہ بن داؤد بن عامر بن الربیع الھمدانی۔ قال ابن سعد کان ثقۃ عابدا ناسکا وقال معاویۃ بن صالح عن ابن معین ثقۃ صدوق مأمون (الی ان قال) و قال ابوزرعۃ والنسائی ثقۃ وقال ابو حاتم کان یمیل الی الرای و کان صدوقا و قال الدارقطنی ثقۃ زاھد۔ (تہذیب التہذیب 5/175)

نمبر 4: ابو الاسود المحاربی قاضی الکوفۃ سوید مولی عمرو بن حریث۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ (تہذیب التہذیب 12/13)

نمبر 5: عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ القرشی المخزومی ابو سعید الکوفی لہ صحبۃ۔ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عن اخیہ سعید بن حریث و ابی بکر و عمر و علی و ابن مسعود و سعید بن زید و عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہم)۔ (تہذیب التہذیب 8/16)

فوائد حدیث مرتضوی:

(الف) بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تصریح حدیث مرتضوی صحیح یا حسن کی صورت میں ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

(ب) افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تو اہل سنت کا اجماع ہے اور ان کے بعد جمہور علمائے امت کے نزدیک حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ومقام ہے جبکہ بحمد اللہ تعالیٰ حدیث مرتضوی مذکور سے ثابت ہوا کہ بنفس نفیس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی جمہور میں شامل ہیں۔

(ج) یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان تفضیل میں توقف یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا نظریہ رکھنے والے تمام لوگوں سے زیادہ خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مرتبہ ومقام کو جانتے ہیں جب کہ آپ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد باقی تمام امت سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی تصریح فرمادی ہے۔

نیز حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما سے مروی ارشاد مرتضوی:

''ثم انا بعد رجل من المسلمین'' (فضائل الصحابۃ 1/383)

میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد مؤمنین میں سے مزید ایک مرد کے بعد اپنا مرتبہ ومقام بتایا ہے جبکہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور کی تصریح کے مطابق بلاشبہ وہ مرد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کی موجودگی میں حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان تفضیل میں توقف یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضلیت کے موقف اور نظریہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ یہ دونوں موقف حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تصریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

(د) اس حدیث مرتضوی سے ثابت ہوا کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مابین تفضیل کے مسئلہ میں اہل سنت کا جو موقف اور نظریہ ہے اس میں اہلسنت کے مقتدایان میں خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ وللہ الحمد

(ھ) افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما والی دوسری احادیث مرتضویہ میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اسمائے مبارکہ کی صراحت کے بعد ''لو شئت لسمیت الثالث'' اور اس طرح کے دوسرے جملے موجود ہیں ان احادیث کے بعض راویوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ تیسرے شخص خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں البتہ اپنے نام کی صراحت کرنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے اپنا نام ذکر نہیں کیا۔

تو بحمد اللہ تعالیٰ حدیث مرتضوی مذکور سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ بعض راویوں اور ایسے ہی بعض دوسرے اہل علم کا یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد تیسرے شخص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ وللہ الحمد

اور اگر حدیث مذکور کو حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرتضوی کے ساتھ ملا کر مسئلہ کو سمجھا جائے تو یہ مضمون اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سمعت علیا و ھو یخطب فی المسجد وھو یقول: الا اخبر کم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ثلاثۃ ثم ذکر ابابکر و عمر ولو شئت لسمیت الثالث''

حدیث نمبر 429 (فضائل الصحابۃ 1/383) اسنادہ حسن

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا آپ مسجد میں دوران خطبہ فرما رہے تھے:

کیا میں تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے افضل اشخاص نہ بتاؤں؟ وہ تین ہیں، پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا (پھر فرمایا) اور اگر میں چاہوں تو تیسرے (صحابی) کا نام بھی ذکر کر دوں۔،،

جبکہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سمعت علیا یقول: خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر و عثمان،،

حدیث نمبر 635 (فضائل الصحابة 502/1) رجالہ ثقات

''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم و حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم ہیں۔،،

تو اس حدیث میں امت مسلمہ میں سب سے افضل تینوں اشخاص کے اسمائے مبارکہ کی تصریح کر دی گئی ہے۔ وللہ الحمد

افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے:

حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''وقال علی: خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر۔

ھذا واللہ العظیم قالہ علی وھو متواتر عنہ، لانہ قالہ علی منبر الکوفۃ فقاتل اللہ الرافضۃ ما اجھلھم۔،، (تاریخ الاسلام 115/3)

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

(حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا): عظمت والے اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے اور یہ فرمان آپ سے تواتر سے ثابت ہے اس لیے کہ آپ نے منبر کوفہ پر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ روافض کو اللہ تعالیٰ نیکی اور رحمت سے دور کردے کتنے جاہل ہیں (کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو نظریہ اور موقف تواتر سے ثابت ہے اس کے خلاف نظریات رکھتے ہیں)

عظیم محدث وفقیہ احمد بن حجر الہیتمی المکی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"قال الذهبی و قد تواتر ذلك عنه فی خلافته و کرسی مملکته و بین الجم الغفیر من شیعته ثم بسط الاسانید الصحیحة فی ذلك قال:

و یقال رواه عن علی نیف و ثمانون نفسا و عدد منهم جماعة ثم قال فقبح الله الرافضة ما اجهلهم۔ انتهی" (الصواعق المحرقة، ص 60)

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اعلان و بیان ان کی خلافت میں کرسی مملکت پر ان کے شیعہ کے جم غفیر کے درمیان تواتر سے ثابت ہے۔ (علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) پھر امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کرنے والی احادیث مرتضویہ کی اسانید صحیحہ کافی مقدار میں بیان کیں اور فرمایا: کہا جاتا ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اسی (80) سے

زیادہ افرادواشخاص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ان میں سے ایک جماعت کے نام گنوائے، پھر فرمایا روافض کو اللہ تعالیٰ نیکی اور بھلائی سے ایک طرف کردے، کتنے جاہل ہیں۔

محدث ومؤرخ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر رقمطراز ہیں:

''و قد ثبت عنه بالتواتر انه خطب بالكوفة فی ایام خلافته و دار امارته فقال: ایها الناس ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر و لو شئت ان اسمی الثالث لسمیت'' (البداية والنهاية 611/7)

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ضرور ثابت ہے کہ آپ نے کوفہ میں اپنے ایامِ خلافت اور اپنے دارالامارت میں خطبہ ارشاد فرمایا، پس فرمایا: اے لوگو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بلاشک وشبہ اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں (فضیلت میں) تیسرے (درجہ والے صحابی) کا نام بتانا چاہوں تو اس کا نام (بھی) ضرور بتادوں۔''

ضروری وضاحت:

حضرت امام ذہبی نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اعلان وبیان حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر سے ثابت ہونا بتایا ہے۔ جبکہ علامہ ابن کثیر نے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا اعلان وبیان آپ سے تواتر سے ثابت ہونا بیان کیا ہے۔

ان دونوں بیانات میں کوئی تضاد اور تناقض ہرگز نہیں ہے۔

اولاً: اس لیے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر

فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا بیان تواتر سے ثابت ہونا تینوں نفوس قدسیہ کی افضلیت کے آپ سے متواتر ہونے کے منافی نہیں ہے جیسا کہ طلباء پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

ثانیاً: چونکہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تصریح (ان کے اسمائے مبارکہ کی صراحت کے ساتھ) تواتر سے ثابت ہے۔ جبکہ ان کے بعد فضیلت میں تیسرے درجہ پر فائز ذات اقدس کا بیان مختلف عبارات وتعبیرات کے ساتھ فرمایا ہے جو من حیث المجموع متواتر ہیں جن کی ایک جھلک احادیث مذکورہ میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ آپ نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اعلان و بیان کے بعد کبھی فرمایا: "ثم رجل آخر" "کبھی" "لقد علمت مکان الثالث" "کبھی" "لوشئت ان اسمی الثالث لفعلت" "کبھی" "لوشئت لسمیت الثالث" وغیرھا من العبارات۔

اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد مرتضوی: خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم)۔ (فضائل الصحابۃ 502/1) رجالہ ثقات

ان تمام عبارات وتعبیرات مختلفہ کا بیان ہے۔

نیز حضرت نزال بن سبرہ ہلالی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرتضوی:

"الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ثلاثۃ ثم ذکر ابابکر و عمر و لوشئت لسمیت الثالث" (فضائل الصحابۃ 383/1) اسنادہ حسن

"کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دوران خطبہ ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل اشخاص کی خبر نہ دوں؟ وہ تین ہیں، پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا ذکر فرمایا

۔(اور فرمایا) اگر میں چاہوں تو تیسرے شخص کا نام بھی ذکر دوں۔،،

تو حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرتضوی میں تینوں نفوس قدسیہ کے نام ذکر دیئے گئے ہیں۔اس سے واضح ہوا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا بیان بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے ان نفوس قدسیہ کی افضلیت کا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہونا بیان کیا ہے جن کے اسمائے مبارکہ کی ہر دفعہ تصریح کر کے آپ نے ان کی افضلیت بیان کی ہے اور وہ صرف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔جبکہ علامہ ابن کثیر نے ان تمام نفوس قدسیہ کا ذکر کیا ہے جن کی افضلیت کا بیان حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے خواہ ان کے اسمائے مبارکہ کی آپ نے ہر دفعہ تصریح کی ہے یا صراحت کیے بغیر مختلف عبارات اور تعبیرات سے ان کا ذکر کیا ہے۔

تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کی تصریح متواتر نہیں ہے لیکن وہ عبارات و تعبیرات جو ارشادات مرتضویہ میں آپ کے لیے ذکر کی گئی ہیں وہ من حیث المجموع متواتر ہیں اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرتضوی میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔

وللہ الحمد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ :

افضلیتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی اور یقینی ہے

بفضلہٖ تعالیٰ گزشتہ صفحات میں افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔اب بحمد اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو واضح کیا جاتا ہے کہ بالخصوص افضلیتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما، باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی دینی بصیرت کی روشنی میں قطعی اور یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

حدیث نمبر 1:

"عن ابی جحیفة قال سمعت علیا یقول: "الا ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر ثم الله اعلم بالثالث"

حدیث نمبر 130 (فضائل الصحابة 183/1) اسناده صحیح

"حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرمارہے تھے: خبردار بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں، پھر تیسرے (درجہ پر فائز صاحبِ فضیلت) کو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔"

حدیث نمبر 2:

"عن عبد خیر قال: قال علی: ان خیر من ترک نبیکم بعده ابوبکر

ثم عمر ولقد علمت مكان الثالث،،

حدیث نمبر 551 (فضائل الصحابة 453/1) اسنادہ حسن

''حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو چھوڑا ہے، بلاشک وشبہ ان میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور تیسرے (صحابی رسول) کا مقام ومرتبہ بھی مجھے ضرور معلوم ہے۔،،

حدیث نمبر 3:

عن حصین قال سمعت المسیب بن عبد خیر الهمدانی عن ابیه قال:
سمعت علی بن ابی طالب علی المنبر وهو یقول: "ان خیر هذه الامة بعد النبی صلی الله علیه وسلم ابوبکر ثم عمر وانا قد احدثنا بعدهما احداثا یقضی الله فیها ما احب۔ حدیث نمبر 128 (فضائل الصحابة 181/1) اسنادہ صحیح

''حضرت عبد خیر الهمدانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا آپ منبر پر فرما رہے تھے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بیشک اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور بیشک ہم نے ان دونوں (نفوس قدسیہ) کے بعد کچھ افعال کیے ہیں ان کے بارے اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا جو پسند فرمائے گا۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ جو اسانید صحیحہ وحسنہ کے ساتھ مروی ہیں ان احادیث مرتضویہ میں ہر حدیث میں آپ نے افضلیت

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ''ان'' حرف تحقیق کے ساتھ بیان فرمائی ہے بلکہ حدیث نمبر 1 میں حرف تحقیق سے پہلے ''الا'' حرف تنبیہ بھی ذکر فرمایا ہے۔

''الا ان خیر ھذہ الامۃ۔الحدیث''

اور ''ان'' حرف مشبہ بالفعل مضمون جملہ کی تاکید اور اس سے شک وشبہ کی نفی کے لیے آتا ہے جیسا کہ طلباء پر بھی پوشیدہ نہیں ہے اور حدیث مذکور کی ترکیب، کلام باری تعالیٰ ''الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم الآیہ'' کی ترکیب جیسی ہے۔

اور جیسا کہ آیت مبارکہ کا مفہوم ومعنی یہ ہے کہ خبردار بیشک اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں ہے یعنی اولیاء اللہ کا بے خوف ہونا قطعی اور یقینی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، ایسے حدیث مبارک مرتضوی کا مفہوم ومعنی یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا بالترتیب افضل الامت ہونا بھی قطعی اور یقینی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

''عن الھمدانی یعنی عبد خیر قال: قلت لعلی: من خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: الذی لا نشك فیہ والحمد للہ: ابوبکر بن ابی قحافۃ، قال: قلت: ثم من؟ قال: الذی لا نشك فیہ والحمد للہ: عمر بن الخطاب قال: قلت: ثم انت الذی تلیھما، قال: لا ولا الذی یلی یلیھما''

حدیث نمبر 533 (فضائل الصحابۃ 1/446) حدیث صحیح او حسن

ترجمہ: ''حضرت عبد خیر الہمدانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

تمام لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے افضل کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ موقف اور نظریہ جس میں ہم (اصحابِ رسول ﷺ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم) شک وشبہ نہیں کرتے والحمد للہ، یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

میں نے عرض کیا: پھر ان کے بعد باقی تمام لوگوں میں سے افضل کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ موقف اور نظریہ جس میں ہم شک وشبہ نہیں کرتے والحمد للہ، یہ ہے کہ وہ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: (حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد) پھر تم وہ (عظیم انسان) ہو جو (فضیلت اور مرتبہ ومقام میں) حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے متصل اور قریب ہو؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، اور نہ ہی وہ شخص (فضیلت اور مرتبہ ومقام میں) ان سے متصل اور قریب ہے جو (ولایت وامامت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے میں) ان سے متصل ہے۔''

فوائد حدیث مرتضوی:

(الف) ''من خير الناس بعد النبی صلی الله عليه وسلم - کے جواب میں ابوبکر بن ابی قحافۃ (رضی اللہ عنہ) کہنا کافی تھا جبکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر اکتفاء نہیں کی بلکہ فرمایا: ''الذی لا نشك فيه والحمد لله ابوبكر بن ابی قحافة''

یعنی وہ موقف اور نظریہ جو ہم اصحاب رسول کریم ﷺ مہاجرین اور انصار کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس موقف کو اختیار کرنے پر ہم

اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی حمد کرتے ہوئے کہتے ہیں الحمد للہ، یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سے افضل حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

اور ایسے ہی ''ثم من ؟ کے جواب میں ''عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کہنا کافی تھا جبکہ آپ نے فرمایا: ''الذی لانشك فیه والحمد لله عمر بن الخطاب،،

اس سے واضح ہوا کہ آپ کا مقصود ''من خیر الناس بعد النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ؟ کا صرف جواب دینا نہیں تھا بلکہ اس نظریہ اور عقیدہ کی نوعیت واضح کرنا بھی مقصود تھا جو آپ نے اپنے ارشاد مبارک کے ساتھ واضح کردی کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہم اصحاب رسول کریم ﷺ کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ولله الحمد

(ب) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس ''الذی لانشك فیه'' میں ''لانشك۔۔۔''جمع متکلم کا صیغہ ہے جس سے آپ نے واضح فرمادیا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت کا عقیدہ اور موقف صرف میرا یا بعض صحابہ کرام ہی کا نہیں ہے بلکہ ہم اصحابِ رسول کریم تمام مہاجرین وانصار کا یہ اجتماعی اور اتفاقی موقف اور نظریہ ہے، جو آپ نے لسان الصحابۃ اور ترجمان الصحابۃ ہونے کی حیثیت سے اپنی زبان ترجمانِ حق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اس لیے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے کسی اختلاف کا ذکر نہ کرنا اور صیغہ جمع متکلم کے ساتھ جواب دینا، اس سے محاوراتِ فصحاء وبلغاء اور اسالیبِ کلام کا عارف اور کلماتِ اصحابِ رسول کریم ﷺ کا ادنیٰ خادم بھی بخوبی سمجھ رہا ہے کہ جمع

اللہ حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا مقصود و مدعیٰ اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت پر ہم اصحابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مہاجرین وانصار کا اجماع اور اتفاق ہے۔ وللہ الحمد

بفضلہٖ تعالیٰ اس حدیث مبارک سے دونوں مسائل واضح ہو گئے۔

نمبر 1: افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی اور یقینی ہے۔

نمبر 2: اس کی قطعیت پر اجماعِ صحابہ کرام ہے رضی اللہ عنہم اور اس موقف کی حقانیت کا اعلان کرنے والے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وللہ الحمد

ازالۂ شبہ:

(1) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام میں شرف صحبت سے سرفراز ہوئے تھے انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل الصحابۃ گمان کر رکھا تھا۔ تو جواباً گزارش یہ ہے کہ ان کی یہ غلط فہمی حضرات اکابر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے اجماع سابق پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

نیز جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی غلطی کی اصلاح کر دی تو وہ بھی اپنے گزشتہ زعم اور گمان سے رجوع کر کے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت کے قائل ہو گئے اور اپنی بقیہ زندگی بڑے اہتمام سے اسے بیان کرتے رہے۔ کیونکہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محب صادق تھے۔

اب دیکھتے ہیں کہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائلین معاصرین بھی محبین صادقین ہونے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اتباعِ حق کا ثبوت پیش کرتے ہیں یا محض ضد کی

بنا پر خواہشِ نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

(2) بعض دیگر صحابہ کرام کے بارے میں جو افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے معتقد ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ سراسر خلط مبحث ہے کیونکہ وہ حضرات ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے افضلیتِ مطلقہ کا عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے تھے بلکہ صرف فضیلت جزئیہ اور خاصہ کے قائل تھے اور فضائل جزئیہ محل بحث ہی نہیں ہیں۔ نیز قبول اسلام میں اولیت بذات خود اختلافی امر ہے جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے افضل ہونے میں کسی صاحبِ فہم سلیم کو اختلاف نہیں ہوسکتا جبکہ بعض اکابر صحابہ کرام وتابعین نے تصریح بھی کی ہے اور یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اگر افضل الصحابۃ اور افضل الامت کی تعیین کے بارے میں حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیسے مخفی رہ سکتا تھا بالخصوص جبکہ آپ ہی کی ذات اقدس کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت افضل الصحابۃ جانتی ہوتی تو آپ کیونکر فرماتے: الذی لا نشك فیه والحمد للہ ابو بکر بن ابی قحافة.... الذی لا نشك فیه والحمد للہ عمر بن الخطاب۔

ہاں البتہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ حضرات اکابر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے نظریہ سے باخبر نہ تھے دیگر حضرات تو درکنار جس ذات اقدس کی صحبت میں رہتے تھے (یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ان کے نظریہ اور موقف سے بھی باخبر نہ تھے۔ لیکن جب دلائل شرعیہ کی ماہر ذات اقدس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے حق واضح کردیا تو انہوں نے بھی بخوشی قبول کرلیا تو اس کے بعد افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت پر اجماعِ صحابہ کرام کے بارے میں کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہا۔ وللہ الحمد

ازالۂ شبہ کی دوسری تقریر:

"من خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟" میں بعدیت زمانیہ مراد نہیں ہے۔ یعنی اس عبارت کا معنی ومفہوم یہ نہیں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے افضل کون ہے؟ بلکہ روحانی مرتبہ ومقام میں بعدیت مراد ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ سے خوب واضح ہے اور ائمہ اعلام نے بھی تصریح کی ہے یعنی روحانی مرتبہ ومقام میں حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل کون ہیں؟

اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس:

"الذی لانشك فیه والحمد لله ابو بکر بن ابی قحافة"

کا معنی یہ نہیں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں شک نہیں کرتے تھے۔

بلکہ اس کا معنی ومفہوم یہ ہے روحانی مرتبہ ومقام اور عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور وجاہت میں حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے میں ہم کوئی شک وشبہ نہیں کرتے اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں ہم کوئی شک وشبہ نہیں کرتے۔ وللہ الحمد

یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صرف وصال مبارک کے بعد سے افضل

الصحابۃ اور افضل الامت نہیں ہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ میں بھی افضل الصحابۃ اور افضل الامت ہی تھے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی افضلیت میں ہم اصحاب رسول کریم ﷺ کو کوئی شک ہی نہیں ہے تو حضرات صحابہ کرام کا یہ حال حضور سید المرسلین ﷺ کے عہد مبارک میں بھی تھا۔

اور عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام کا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو اجماعی اور اتفاقی نظریہ اور موقف تھا اسی کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کے وقت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی افضلیت کو خلافت بلافصل کا سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت کے طور پر ذکر کر رہے تھے۔

تو ان حقائق کی روشنی میں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام اور شرف صحبت سے سرفراز ہونے سے بھی پہلے سے تھا اور تمام صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین افضلیتِ شیخین کریمین۔ رضی اللہ عنہما کو قطعی اور یقینی سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک کے بعد ہم اصحاب رسول کریم ﷺ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو قطعی اور یقینی سمجھنے لگے بلکہ آپ نے "من خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؟ کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:

الذی لانشك فیه والحمد لله ابو بکر بن ابی قحافة۔

اور اس کے بعد "ثم من ؟ کے جواب میں فرمایا:" الذی لانشك فیه والحمد لله عمر بن الخطاب۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ الحمدللہ ہم اصحاب رسول کریم ﷺ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ اور افضل الامت ہونے میں شک نہیں کرتے، اوران کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ اور افضل الامت ہونے کے بارے میں بھی ہم کوئی شک وشبہ نہیں کرتے یعنی دونوں حضرات کی افضلیت کو قطعی اور یقینی جانتے ہیں۔ وللہ الحمد

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے جان نثاروں کو اپنے رسول کریم ﷺ سے قرآن کریم جیسی لامتناہی علوم ومعارف کی جامع کتاب اور ارشادات نبویہ کی تعلیم سے آراستہ کر کے ان کے ظاہر وباطن کو منور فرما کر علوم ومعارف میں ایسا کامل اور اکمل بنادیا تھا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت سے وہ نفوس قدسیہ ساری دنیا کے ہادی اور رہنما ہیں اور اُنہیں کے ذریعے سارا جہان تعلیمات مصطفویہ سے مستفیض ہو رہا ہے اور تا قیامت فیض یاب ہوتا رہے گا۔

اگرچہ عہد نبوی میں بھی ان کی خدمات بے مثال ہیں لیکن اس مبارک زمانہ میں بنفس نفیس حضور سید المرسلین ﷺ کی ذات اقدس بھی دنیوی حیات طیبہ کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔ تو یہ نفوس قدسیہ عہد نبوی سے ہی عظمتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے پوری طرح آگاہ تھے اور ان کی افضلیت کو قطعی اور یقینی سمجھتے تھے۔

بفضلہٖ تعالیٰ حقائق مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی اور یقینی ہونا جو بیان فرمایا ہے عہد نبوی میں بھی ان تمام نفوس قدسیہ کا یہی موقف اور نظریہ تھا۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

جواب طلب سوال:

اور اگر ان تمام معروضات کے بعد بھی کوئی شخص افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہونے کا منکر ہے تو فقیر راقم الحروف کا جواب طلب سوال نمبر 1 یہ ہے،

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس: الذی لانشك فیه والحمد لله ابو بکر بن ابی قحافة۔ الذی لانشك فیه والحمد لله عمر بن الخطاب، میں "لانشك" کا فاعل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید کون لوگ ہیں جن کو اپنے ساتھ شامل کر کے فرمایا ہے۔ الحمد للہ ہم افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما میں شک نہیں کرتے؟

نمبر 2: افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما میں شک نہ کرنے اور اس کے قطعی اور یقینی ہونے کا نظریہ اور عقیدہ ان نفوس قدسیہ نے کب سے اختیار کر رکھا تھا؟

نمبر 3: اگر بالفرض یہ نظریہ عہد نبوی کے بعد ان حضرات نے اپنایا تھا تو عہد نبوی میں ان حضرات کا نظریہ اور عقیدہ کیا تھا اور اس نظریہ کو چھوڑ کر افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے کا عقیدہ کیوں اختیار کیا؟

نمبر 4: اگر مسئلہ افضلیت اختیاری تھا جیسا کہ شاہ عبد القادر صاحب نے دعویٰ کیا ہے تو حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اس موقف کی تصویب و تصدیق کرنے کی بجائے

آپ نے اس پر انکار کیوں کیا اور پھر بڑے اہتمام سے ان کے سامنے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت کیوں بیان فرمائی ؟

فائدہ عظیمہ

در بیان اجماع صحابہ کرام بر قطعیتِ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما:

(الف)

اہل علم حضرات پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جس مسئلہ کی حقانیت کا بیان تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور آپ نے اس مسئلہ کی قطعیت بڑے اہتمام سے متعدد مرتبہ منبر پر بھی بیان فرمائی ہے اور مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ ہم صحابہ کرام کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے اور اس قطعیت کا بیان بھی آپ سے احادیث صحیحہ اور حسنہ کے ساتھ ثابت ہے، تو اس موقف پر اجماع صحابہ کرام نہ ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔، اس لیے کہ جب اس مسئلہ میں کسی اختلاف کا ذکر کئے بغیر حضرات صحابہ کرام کے نزدیک اس کے قطعی ہونے کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تصریح کردی ہے تو اس کے بعد اس پر اجماع صحابہ کرام نہ ہونے کا کیا معنیٰ؟ پس روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے پر اجماع صحابہ کرام ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔وللہ الحمد

(ب)

اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث مبارکہ ملا کر افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرات

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نظریہ اور موقف کو سمجھا جائے تو روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کب سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو قطعی اور یقینی جانتے تھے؟

ان شاء اللہ تعالیٰ یہ احادیث صحیحہ بھی آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے، ان احادیث مبارکہ میں اس امر کی تصریح ہے کہ عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات شیخین کریمین اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت (کا اعتقاد نہ صرف اپنے دلوں ہی میں رکھتے تھے بلکہ) برملا بیان بھی کرتے تھے۔

جبکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ میں بھی اِنہیں نفوس قدسیہ کو بالترتیب افضل الامت قرار دیا گیا ہے اور بالخصوص آخری چار احادیث مبارکہ میں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت بیان کی گئی ہے اور ان میں سے آخری حدیث مبارک میں من خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ کے جواب میں ''الذی لا نشك فیه والحمد للہ ابوبکر بن ابی قحافة'' اور ''ثم من؟'' کے جواب میں ''الذی لا نشك فیه والحمد للہ عمر بن الخطاب،، کے ساتھ حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی اور یقینی ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ جس مسئلہ میں ان نفوس قدسیہ کو کوئی شک ہی نہیں ہے تو وہ ان کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے۔

اور یہ بات دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ جب عہد نبوی سے حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا موقف اور نظریہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہے تو ان کے نزدیک اس افضلیت کا قطعی اور یقینی ہونا بھی اسی عہد

مبارک ہی سے ہے کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عہد نبوی میں ہم اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت ظنی مانتے تھے اور بعد کے زمانہ میں اس افضلیت کی قطعیت ہم پر واضح ہوگئی تو ہم نے اس کے قطعی ہونے کا موقف اور نظریہ اپنا لیا۔ بلکہ آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے:

"الذی لا نشك فیه والحمد للہ ابو بکر بن ابی قحافة۔

الذی لا نشك فیه والحمد للہ عمر بن الخطاب۔"

اور ان نفوس قدسیہ (حضرات اکابر و مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو قطعی اور یقینی تسلیم کرنے کے بعد اس موقف کے خلاف کوئی رائے قائم کرنا ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو مسترد کر دیا اور انہیں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت کا عقیدہ تعلیم فرمایا۔ نہ یہ کہ کسی کی غلط فہمی پر مبنی نئی رائے کی وجہ سے اجماعِ صحابہ کرام کو نظر انداز کرتے ہوئے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو اختلافی مسئلہ قرار دے دیا جائے گا۔ وللہ الحمد

بقیہ فوائد حدیث مرتضوی:

(ج)

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ کا آخری سوال ہے: ثم انت الذی تلیھما؟

یعنی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد پھر تم ہی وہ عظیم انسان ہو جو فضیلت اور روحانی مرتبہ و مقام میں ان سے متصل اور قریب ہو؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لا ولا الذی یلی یلیھما۔''

''نہ میں فضیلت اور روحانی مرتبہ و مقام میں ان سے متصل اور قریب ہوں اور نہ ہی وہ شخصیت (فضیلت اور روحانی مرتبہ و مقام میں) ان سے متصل اور قریب ہے جو (منصب امامت کبریٰ پر فائز ہونے میں) ان سے متصل ہے۔ (یعنی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم پاک میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی جو عظمت و فضیلت اور عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت و روحانی مرتبہ و مقام ہے اس کے پیش نظر بشمول اپنی ذات اقدس کے کسی بھی صحابی کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے متصل اور قریب بھی نہیں سمجھتے تھے چہ جائیکہ کسی کو اُن کے برابر یا اُن سے افضل تصور کریں۔

''یجعل اللہ الخیر حیث احب، ذلك فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔''

(د)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال: ''من خیر الناس بعد النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ؟،، کے الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ ''من خیر الخلفاء بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم،، کے ساتھ۔تو آپ نے جواب میں فرمایا:

''الذی لانشک فیہ والحمد للہ ابوبکر بن ابی قحافۃ،، اور ''ثم من،، کے جواب میں فرمایا:''الذی لانشک فیہ والحمد للہ عمر بن الخطاب۔،،

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کوصرف بحیثیت خلیفہ راشدافضل ماننے والوں کانظریہ اور موقف سراسر باطل ہے۔

اگر چہ یہ امر بھی قطعی اور یقینی ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما نے جس شان سے حق خلافت ادا کیا ہے ان کی برابری کسی سے نہ ہوسکی۔یجعل اللہ الخیر حیث احب

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی اور یقینی ہونے پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔وللہ الحمد

البتہ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی پر مبنی ان کی رائے (افضلیتِ علی مرتضی رضی اللہ عنہ) آپ کے علم پاک میں آئی تو اس پر آپ نے انکار فرمایا اور مسئلہ افضلیت کے بارے میں اصل حقیقت سے ان کو آگاہ فرماتے ہوئے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے کی تصریح فرمائی جیسا کہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

(ھ)

بحمد اللہ تعالیٰ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت پر اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہونے کا اعلان سب سے پہلے بحیثیت

ترجمان الصحابۃ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ لہذا شاہ عبدالقادر صاحب اور ان کے ہمنوا لوگوں کا حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ کو افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قطعی ہونے اور اس پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا پہلا مدعی قرار دینا ان کی سنگین غلطی اور حقائق سے بے خبری کا نتیجہ ہے، یا پھر بالارادہ دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔ صرف افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو افضلیتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قطعیت پر بھی اجماع صحابہ کرام ہونے کا اعلان فرما چکے ہیں۔

وللہ الحمد

بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت امام ابوالحسن اشعری قدس سرہ العزیز نے تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اجماع صحابہ کرام کو اس افضلیت کے قطعی ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ جبکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی عظیم بات ارشاد فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے پر اجماع صحابہ کرام ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ وللہ الحمد

ازالہ شبہ:

شبہ:

حدیث مرتضوی: الذی لا نشك فیه والحمد لله، الحدیث میں "لا نشك" صیغہ جمع متکلم ہے۔ لہذا جب افضلیت مذکورہ میں شک نہ کرنے والے دو یا دو سے زیادہ شخص ہوں تو "لا نشك" کہنا درست ہے تو اس سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما

قطعی ہونے پر اجماع صحابہ کرام کیسے ثابت ہو گیا؟

الجواب:

کم از کم دو شخص فاعل ہونے کی صورت میں صیغہ جمع متکلم کا اطلاق اگرچہ درست ہو جاتا ہے لیکن جب دلائل اور قرائن سے ثابت ہو جائے کہ مخصوص جماعت فاعل ہے تو یہ صیغہ اس فعل پر اس جماعت کے متفق ہونے اور اجماع کرنے کا معنی دے گا۔ اس لیے کہ کسی مخصوص جماعت کا کسی فعل پر متحد و متفق ہونا اس جماعت کا اس فعل پر اجماع کرنا ہے۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ اس مقام پر ایسا ہی ہے اس لیے کہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حدیث مرتضوی: ''الذی لانشك فيه والحمد لله الحديث'' سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مراد حضرات اکابر صحابہ کرام میں سے مخصوص افراد ہیں یعنی میں اور فلاں فلاں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما میں شک نہیں کرتے بلکہ قطعی اور یقینی سمجھتے ہیں اور باقی صحابہ کرام افضلیت ظنی مانتے ہیں یا ''العیاذ باللہ'' افضلیت تسلیم ہی نہیں کرتے۔ تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بحیثیت ترجمان الصحابۃ، جماعتِ اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار کا موقف اور نظریہ بیان فرمایا ہے۔ اور حضرات اکابر و مجتہدینؒ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی مسئلہ پر اتفاق کرنے کا نام ہی اجماع صحابہ کرام ہے۔ لہذا حدیث مرتضوی:

"الذی لانشك فيه والحمد لله ابوبكر بن ابی قحافة"

"الذی لانشك فيه والحمد لله عمر بن الخطاب"

بلاشک وشبہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت پر اجماعِ صحابہ کرام کا بیان ہے۔ وللہ الحمد

نیز بشمول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جس نظریہ کو قطعی اور یقینی قرار دیں اسکا قطعی اور یقینی ہونا ہی حق ہے

والحمدللہ

بحمد اللہ تعالیٰ اس ارشادِ مرتضوی سے یہ بھی واضح ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین کا قطعی اور یقینی ہونا ہی حق ہے۔وللہ الحمد

اور اگر یہ کہا جائے کہ حدیث مذکور میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صرف اپنا نظریہ بیان کیا ہے کہ میرے نزدیک افضلیت شیخین کریمین قطعی ہے اور صرف اپنے لیے ہی جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

تو اولاً: گزارش یہ ہے کہ فی نفسہ یہ بات ہی سراسر غلط ہے اس لیے کہ یہ ناممکن ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک نظریہ اور عقیدہ کو قطعی اور یقینی قرار دیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بھی ان کی موافقت نہ کرے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیان کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔

ثانیا: بالفرض اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صرف اپنا نظریہ بیان کیا ہے تو پھر بھی یہ حدیث مرتضوی، افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے قائلین کے لیے سوہانِ روح اور قیامت صغریٰ سے کم نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب تفضیلیہ کے نزدیک اعلم الصحابہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور حق بھی علی کے ساتھ ہے تو جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی اور یقینی ہے تو لامحالہ افضلیت ظنی ماننا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک باطل ٹھہرا چہ جائیکہ سرے سے افضلیت ہی کا انکار

کر دیا جائے۔

لہٰذا تفضیلیہ اگر حدیث مرتضوی کو اجماع صحابہ کرام کا بیان تسلیم نہ بھی کریں تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت بلکہ تکذیب میں اپنی زندگیاں بسر کرنے کا اقرار و اعتراف ضرور کرنا ہوگا جو درحقیقت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تکذیب ہے۔

اب یہ تفضیلیہ کی صواب دید پر موقوف ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی راہ کو راہِ راست یقین کرتے ہوئے توبہ کر کے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ اپنانے کا اعلان کرتے ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تکذیب اور جھٹلانے کو ہی راہِ راست اور صراط مستقیم سمجھتے ہیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وصال مبارک کے قریب وقت میں بھی افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیان فرمائی

"عن ابی وائل قال:قیل لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه :الا تستخلف علینا؟ قال: مااستخلف رسول الله صلی الله علیه و سلم فاستخلف ولکن ان یرد الله بالناس خیرا فسیجمعهم بعدی علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم۔

هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔ (المستدرک 294/3)

وافقه الذهبی فی التلخیص،صحیح"

''حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کر دیتے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا، تو میں خلیفہ بنا دوں، لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو میرے بعد سب لوگوں میں سے بہترین اور افضل شخص پر ان کو جمع فرما دے گا جیسا کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب صحابہ کرام میں سے افضل صحابی پر ان کو جمع فرما دیا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو روایت نہیں کیا۔،،

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو جب ابن ملجم شقی نے تلوار کے ساتھ شدید زخمی کر دیا تھا تو اس کے بعد جب آپ کے اصحاب آپ کی صحت کی بحالی سے مایوس ہو گئے تو آپ سے خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی جس کا جواب اس حدیث مرتضوی میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اور حدیث شریف کے الفاظ: ''کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم ،، سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب کئے جانے سے پہلے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل تھے تو حضرات صحابہ کرام میں سب سے افضل ذات اقدس کو خلیفہ مقرر کرنے پر ان کا اتفاق اور اجماع اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور توفیق سے ہوا۔

نہ یہ کہ خلیفہ منتخب کیے جانے کے بعد فرائض خلافت اچھے طریقہ سے سرانجام دینے کی وجہ سے آپ صرف بحیثیت خلیفہ افضل ہیں اور روحانی مرتبہ و مقام میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں جیسا کہ صاحبِ زبدہ اور ان کے ہمنوا لوگوں کا

نظریہ ہے۔ یہ نظریہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ضلالت اور گمراہی ہے۔

نیز حدیث مرتضوی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ اگر سید الخزرج وسید الانصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیونکر فرماتے:

کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم۔

آپ نے تو اعلان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں سب سے افضل ذات اقدس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر دیا یعنی سب نے بالا جماع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔

لہٰذا شاہ عبدالقادر صاحب نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر جو خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار تھوپا ہے اس کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ وہ سراسر افتراء اور بہتان ہے اور پُرفریب انداز میں اس امر کی تبلیغ ہے کہ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار کرنے سے سنیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نعوذ باللہ من ذلك، جو درحقیقت اہل سنت کو رافضیت میں دھکیلنے کی ایک مہم ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنے والوں پر
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا برسرِ منبر انکار:

عن وھب السوائی قال: خطبنا علی رضی اللہ عنہ فقال: من خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقلنا: انت یا امیر المؤمنین قال: لا .خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر وما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق

علی لسان عمر۔ حدیث نمبر 1374 (کتاب السنة 2/582) اسنادہ حسن

حدیث نمبر 50 (فضائل الصحابة 1/101)

حضرت امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن امام اہل السنة احمد بن محمد بن حنبل شیبانی رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ سوائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا: تو فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہترین اور افضل کون ہیں؟

تو ہم نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین تم سب سے افضل ہو۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ہم اس امر کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینت بولتی ہے۔

ضروری تنبیہ:

حدیث مذکور میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ دورانِ خطبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سامعین سے سوال کیا: من خیر هذه الامة بعد نبیها صلی الله علیه وآله وسلم؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل کون ہیں؟

اور یہ بات دین متین کا ادنیٰ خادم بھی جانتا ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا معمول مسجد میں منبر پر خطبہ دینے کا تھا۔ یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں منبر پر جلوہ افروز ہونے کی حالت میں دورانِ خطبہ مذکور سوال کیا۔ تو سامعین نے جواب دیا۔ انت یا امیر المؤمنین کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل تم ہو۔ تو آپ نے اس جواب کو غلط قرار دیدیا، فرمایا: لا یعنی اس امت میں سب

سے افضل میں نہیں ہوں۔ بلکہ ''خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر
،،الحدیث۔

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وللہ الحمد

اب حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسرا ارشاد مرتضوی ملاحظہ فرمائیں:

''عن ابی جحیفۃ قال: کنت اری ان علیا افضل الناس بعد رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم ۔ قلت یا امیر المؤمنین انی لم اکن اری ان احدا من المسلمین بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل منك قال: اولا احدثك یا ابا جحیفۃ بافضل الناس کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قلت بلی۔ قال: فقال: ابوبکر۔ قال: افلا اخبرك بخیر الناس کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر ؟ قلت: بلی فدیتك، قال: عمر۔،،

حدیث نمبر 1054 (زوائد مسند الامام احمد 1/313) اسنادہ قوی

حدیث نمبر 1376 (کتاب السنۃ 2/583)

حدیث نمبر 404 (فضائل الصحابۃ 1/370-371) اسنادہ حسن

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہی سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں تو میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین میں نہیں گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں میں سے کوئی شخص تم سے افضل ہے تو آپ نے فرمایا: اے ابو جحیفہ کیا میں تمہیں بتا نہ دوں وہ ذات اقدس جو حضور پُر نور رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل ہے؟ تو میں عرض کیا:

کیوں نہیں (آپ ضرور ارشاد فرمائیں) تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر فرمایا: کیا میں تمہیں اس ذات اقدس کی خبر نہ دوں جو حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے؟ تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ میں آپ پر قربان (آپ ضرور ارشاد فرمائیں) تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔،،

سبحان اللہ قربان جائیں اس پیکر اخلاص وصدق وصفا پر کیسی حق شناسی اور کیسا حق کا اعلان وبیان ہے کرم اللہ وجہہ الکریم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ میرے نظریہ کے مطابق تمہیں افضل الامت ہو لیکن حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے ان پر واضح کر دیا کہ تم غلطی پر ہو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ افضل الامت کونسی ذات اقدس ہے اور پوری امت مسلمہ میں فضیلت میں دوسرے درجہ پر کونسی ہستی ہے پھر واشگاف الفاظ میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اسماء مبارکہ ذکر فرمائے۔ وللہ الحمد

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر کے لیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سزا:

حدیث نمبر 1:

''عن الحکم بن جحل قال: سمعت علیا یقول: لا یفضلنی احد علی ابی بکر وعمر الا جلدته حد المفتری،، (فضائل الصحابہ 1/100) حدیث نمبر 49

''حضرت حکم بن جحل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرمارہے تھے۔ جو شخص بھی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دے گا میں اسے تہمت لگانے اور بہتان باندھنے والے کی حد (اسی کوڑے) لگاؤں گا۔''

حدیث نمبر 2:

''عن ابراھیم قال: ضرب علقمة ھذا المنبر فقال: خطبنا علی رضی اللہ عنہ علی ھذا المنبر فحمد اللہ واثنی علیه ثم ذکر ماشاء اللہ ان یذکر ثم قال: الا انه بلغنی ان قوما یفضلونی علی ابی بکر وعمر ولو کنت تقدمت فی ذلك لعاقبت فیه ولکن اکره العقوبة قبل التقدم من قال شیئا من ذلك فھو مفتر علیه ما علی المفتری. خیر الناس کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم ابوبکر ثم عمر الحدیث'' حدیث نمبر 1394 (کتاب السنة 2/588)

''وفی روایة فضائل الصحابة:

ان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر ثم عمر. الحدیث''

حدیث نمبر 484 (فضائل الصحابة 1/412)

''حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس منبر پر ہاتھ مارا پھر فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا بیان کیا، پھر فرمایا: خبردار، مجھے یہ بات ضرور پہنچی ہے کہ کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتے ہیں۔ اور اگر میں نے اس بارے میں پہلے انتباہ کیا ہوتا تو ان کی اس

حرکت پر ضرور سزا دیتا لیکن متنبہ کرنے سے پہلے سزا دینا، میں ناپسند کرتا ہوں۔

جس شخص نے ان نفوس قدسیہ پر مجھے فضیلت دینے کی بات کی وہ افتراء پرداز اور بہتان باندھنے والا ہے۔ اس کی وہی سزا ہے جو الزام تراشی اور بہتان بازی کرنے والے کی ہے (اسی کوڑے) رسول اللہ ﷺ کے بعد بے شک سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔،، الحدیث

عظیم محدث احمد بن حجر مکی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''واخرج الدار قطنی عنه لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری،، (صواعق محرقہ، ص 60)

''حضرت امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

میں کسی شخص کو نہ پاؤں گا جس نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دی مگر میں اسے افتراء پرداز اور بہتان باندھنے والے کی حد (اسی کوڑے) لگاؤں گا۔،،

حدیث نمبر 3:

شیخ الاسلام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''ثنا شعبة عن سلمة بن كهيل عن ابی الزعراء اوعن زيد بن وهب ان سويد بن غفلة الجعفی دخل علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی امارته فقال: یا امیر المؤمنين انی مررت بنفر يذكرون ابابكر و عمر بغير الذی هما له اهل من الاسلام لانهم يرون انك تضمر لهما علی مثل ذلك وانهم لم يجترئوا علی

ذلك الا وھم یرون ان ذلك موافق لك وذکر حدیث خطبة علی و کلامه فی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہم و قوله فی آخرہ۔

الا ولن یبلغنی عن احد یفضلنی علیھما الا جلدته حد المفتری۔ ''

(کتاب السیر ، ص 327)

''شیخ الاسلام ابو اسحاق الفزاری نے فرمایا: شعبہؒ نے ہمیں بیان کیا سلمہ بن کہیل سے، انہوں نے ابوالزعراء یا زید بن وہب سے: کہ سوید بن غفلہ جعفی رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امارت وخلافت کے زمانہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئے تو کہا، اے امیر المؤمنین میں لوگوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرا ہوں جو حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا ذکر اس کے بخلاف کررہے تھے جس کے وہ اسلام میں مستحق اور اہل ہیں اس لیے کہ وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ (بھی) حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسا ہی موقف اپنے دل میں چھپاتے ہیں اوران لوگوں نے اس اقدام پر صرف اس لیے جرأت کی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اقدام آپ کے موافق ہے۔اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خطبہ اور حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی ثنا اور مدح میں آپ کا کلام ذکر کیا اوراس کے آخر میں آپ کا یہ قول ذکر کیا: ''الا ولن یبلغنی عن احد الخ،

''خبردار کسی کے بارے میں مجھے یہ اطلاع ہرگز نہیں پہنچے گی کہ وہ مجھے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے مگر میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔''

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''وقال ابو اسحاق الفزاری عن شعبة عن سلمة بن کھیل عن ابی

الزعراء عن زید بن وھب ان سوید بن غفلة دخل علی علی فی امارته فقال انی مررت بنفر یذکرون ابابکر وعمر یرون انک تضمر لھما مثل ذلک منھم عبداللہ بن سبا وکان عبداللہ اول من اظھر ذلک فقال علی مالی ولھذا الخبیث الاسود ثم قال معاذاللہ ان اضمر لھما الا الحسن الجمیل ثم ارسل الی عبداللہ بن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لا یساکننی فی بلدۃ ابدا ثم نھض الی المنبر حتی اجتمع الناس فذکر القصة فی ثنائه علیھما بطوله وفی آخرہ الاولا یبلغنی عن احد یفضلنی علیھما الا جلدته حد المفتری ،، (لسان المیزان 290/3)

''حضرت ابو اسحاق فزاری قدس سرہ نے اپنی سند مذکورۃ الصدر کے ساتھ حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوئے تو کہا: میں لوگوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرا ہوں وہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا تذکرہ (ایسے انداز سے) کررہے تھے (جو ان کی شان کے مناسب نہیں ہے) ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ آپ بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنے دل میں ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن سبا بھی ان لوگوں میں سے ہے اور اس سوچ اور فکر کا اظہار کرنے والوں میں پہلا شخص عبداللہ ہے (یعنی سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نے اس فکر کا اظہار کیا ہے)

تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کالے خبیث سے میرا کیا تعلق؟ پھر فرمایا: اللہ کی پناہ کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوائے حسن جمیل کے کوئی نظریہ میں اپنے دل میں چھپا رکھوں۔ پھر عبداللہ بن سبا کی طرف حکم بھیجا اور اسے

مدائن کی طرف چلے جانے کا فرمایا اور فرمایا: وہ میرے ساتھ کسی شہر میں بھی سکونت اختیار نہیں کر سکتا پھر منبر کی طرف اٹھے یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی ثنا اور مدح کے بیان میں طویل قصہ ذکر کیا اور اس کلام کے آخر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے:

الا ولا یبلغنی عن احد یفضلنی علیھما الا جلدته حد المفتری۔

خبردار جس کسی کے بارے میں میرے علم میں یہ بات آئے گی کہ وہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتا ہے تو میں اسے افتراء پرداز اور بہتان لگانے والے کی حد (اسی کوڑے) لگاؤں گا۔،،

عبداللہ بن سبا کے بارے میں شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ذہبی سے نقل کیا:

''عبدالله بن سبا من غلاة الزنادقة ضال مضل احسب ان علیا حرقه بالنار،، (لسان المیزان 3/289)

کہ یہ شخص، غالی زندیق لوگوں سے تھا، گمراہ اور گمراہ کرنے والا تھا میرے گمان کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے آگ کے ساتھ جلا دیا تھا۔

ضروری تنبیہ:

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر پر حدِ مفتری جاری کرنے کے بارے میں ارشادات مرتضویہ دیگر اسانید متعددہ کے ساتھ بھی علماء اعلام اور ائمہ کرام نے روایت کیے ہیں اختصار کے پیش نظر انہیں احادیث پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر پر حد مفتری والی حدیث مرتضوی کی فنی حیثیت کا بیان:

بحمد اللہ تعالیٰ یہ حدیث مختلف اسانید اور طرق کے ساتھ مروی ہے۔

بعض روایات میں تو الفاظ کا معمولی تفاوت ہے جبکہ بعض طرق حدیث میں دیگر روایات کی نسبت اتنا زیادہ تفاوت ہے کہ اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک مجلس میں اس سزا کا اعلان کرنے پر اکتفاء نہیں کی کہ آپ کے ارشاد مقدس کی روایت بالمعنی کی وجہ سے عبارات اور تعبیرات میں معمولی تفاوت آ گیا ہو بلکہ مختلف اوقات میں متعدد دفعہ برسرِ منبر مرکزی مسجد میں اجتماعِ عام میں مختلف تعبیرات وعبارات کے ساتھ اس سزا کا اعلان فرمایا ہے۔

اور بعض روایات کی سند میں اگر کچھ ضعف ہے تو دوسری بعض کی سند حسن اور بعض کی سند صحیح ہے۔ لہٰذا نفس حدیث بلاشک وشبہ حدیث صحیح ہے۔

اور اگر کسی محدث نے اس حدیث کی کسی روایت پر ضعف کا حکم لگایا ہے تو وہ اس کی مخصوص سند کی وجہ سے ہے جو درحقیقت سند پر ضعف کا حکم ہے نہ کہ متن حدیث پر کیونکہ متن حدیث تو دوسری سند حسن بلکہ سند صحیح کے ساتھ بھی مروی ہے تو اس پر ضعف کا حکم کیونکر لگایا جا سکتا ہے۔

مثلاً فضائل الصحابۃ کی حدیث نمبر 49 کی سند میں ایک راوی: ابو عبیدہ بن حکم، میں ضعف ہے۔ اور فضائل الصحابۃ کی حدیث نمبر 484 کی سند میں بھی ایک راوی: ابو معشر نجیح المدنی ضعیف ہے اور دونوں روایات کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں

لیکن شیخ الاسلام ابو اسحاق الفزاری قدس سرہ العزیز کی کتاب السیر کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ بعض راوی، مشاہیر ائمہ اعلام سے ہیں ملاحظہ کریں:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

شیخ الاسلام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری قدس سرہ العزیز کی سند گزشتہ صفحات میں نقل کی جاچکی ہے اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی حضرت سوید بن غفلة الجعفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"سوید بن غفلة بن عوسجة بن عامر (الی ان قال) ابو امیة الجعفی الکوفی: ادرك الجاهلیة (الی ان قال) و قدم المدینة حین نفضت الایدی من دفن رسول الله صلی الله علیه وسلم و هذا اصح وشهد فتح الیرموك وروی عن ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود (الی ان قال) قال ابن معین والعجلی ثقة"، (تہذیب التہذیب 244/4)

ترجمہ: "حضرت سوید بن غفلہ بن عوسجہ بن عامر۔۔۔ ابو امیہ الجعفی الکوفی رضی اللہ عنہ نے قبل از بعثت کا زمانہ پایا ہے۔ (تا) اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے جبکہ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فارغ ہو چکے تھے اور یہی اصح ہے اور فتح یرموک میں حاضر ہوئے ہیں (یرموک فتح کرنے والے اسلامی لشکر میں شامل تھے)۔ حضرات خلفاء راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہے۔ (تا) حضرت یحییٰ بن معین اور عجلی نے فرمایا: سوید بن غفلہ ثقہ ہیں۔"

حضرت سوید بن غفلہ سے راوی زید بن وہب ہے یا ابو الزعراء ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"زید بن وهب الجهنی ابو سلیمان الکوفی، رحل الی النبی ﷺ فقبض وهو فی الطریق وروی عن عمر وعثمان وعلی وابی ذر وابن مسعود (الی ان قال) قال زهیر عن الاعمش اذا حدثك زید بن وهب عن احد فکانك سمعته من الذی حدثك عنه وقال ابن معین ثقة وقال ابن خراش کوفی ثقة (الی ان قال) وقال ابن سعد کان ثقة کثیر الحدیث وقال العجلی ثقة"

(تہذیب التہذیب 368/3)

ترجمہ: "حضرت زید بن وہب الجہنی ابو سلیمان الکوفی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ (کی زیارت اور شرف صحبت حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ) کی طرف کوچ کی، ابھی آپ راستہ میں تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ہوگیا۔ حضرت عمر وعثمان وعلی وابوذر وعبداللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہے۔

(تا) زہیر نے اعمش سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب تجھے زید بن وہب کسی سے حدیث بیان کرے تو گویا تو نے خود وہ حدیث اس شخص سے سنی ہے جس سے زید بن وہب نے تجھے بیان کی ہے اور یحییٰ بن معین نے فرمایا: زید بن وہب ثقہ ہے اور ابن خراش نے کہا کوفی ثقہ ہے (تا) ابن سعد نے کہا: ثقہ کثیر الحدیث ہے اور عجلی نے کہا: ثقہ ہے۔"

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

عبداللہ بن ھانئ (الی ان قال) ابو الزعراء الکبیر الکوفی۔

روی عن عمر وابن مسعود و عنه ابن اختہ سلمۃ بن کیھل (الی ان قال) وذکرہ ابن حبان فی الثقات (الی ان قال) والذی فی الطبقات لابن سعد ابوالزعراء الحضرمی و قیل الکندی روی عن علی وعبداللہ وکان ثقۃ و لہ احادیث وقال العجلی ثقۃ من کبار التابعین۔ (تہذیب التھذیب 56/6)

عبداللہ بن ھانئ۔۔۔۔ابوالزعراء الکبیر کوفی، نے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اس سے اس کے بھانجے سلمہ بن کہیل نے روایت کی ہے (تا) اور ابن حبان نے ثقات میں اس کا ذکر کیا ہے (تا) اور طبقات ابن سعد میں ہے، ابوالزعراء الحضرمی اور کہا گیا ہے الکندی، نے حضرت علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ثقہ ہے اور اس کے پاس احادیث (وافرہ) ہیں اور عجلی نے کہا ثقہ ہے، کبار تابعین سے ہے۔

ضروری تنبیہ:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے لسان المیز ان میں حضرت شیخ الاسلام ابواسحاق الفزاری قدس سرہ العزیز کی سند کا یہ مقام یوں نقل کیا ہے

"عن سلمۃ بن کھیل عن ابی الھزعراء عن زید بن وھب"

جبکہ کتاب السیر کا جو نسخہ فقیر کے سامنے ہے اس میں اس طرح ہے:

عن سلمۃ بن کھیل عن ابی الزعراء او عن زید بن وھب

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے سلمہ بن کہیل ابوالزعراء سے راوی ہے یا زید بن وہب سے، یا سلمہ بن کہیل ابوالزعراء سے ہی راوی ہے اور وہ زید بن وہب

سے۔تو اس سے کوئی سقم لازم نہیں آتا کیونکہ ابوالزعراء شیخ سلمۃ بن کہیل اور زید بن وہب دونوں ہی ثقہ ہیں۔اب سلمہ بن کہیل کا مختصر تعارف ملاحظہ کریں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ قمطراز ہیں:

''سلمة بن كهيل بن حصين الحضرمي التنعمي ابو يحيى الكوفي،

دخل على ابن عمر و زيد بن ارقم و روى عن ابي جحيفة وجندب بن عبدالله وابن ابي اوفى و ابي الطفيل (الى ان قال) قال ابو طالب عن احمد سلمة بن كهيل متقن للحديث (الى ان قال) و قال اسحاق بن منصور عن ابن معين ثقة و قال العجلى كوفي تابعي ثقة ثبت في الحديث و كان فيه تشيع قليل و هو من ثقات الكوفيين وقال ابن سعد كان كثير الحديث و قال ابو زرعة ثقة مامون ذكى و قال ابو حاتم ثقة متقن و قال يعقوب بن شيبة ثقة ثبت على تشيعه و قال النسائي ثقة ثبت و قال ابن المبارك عن سفيان ثنا سلمة بن كهيل و كان ركنا من الاركان وشد قبضته و قال ابن مهدى لم يكن بالكوفة اثبت من اربعة منصور و سلمة و عمرو بن مرة و ابي حصين (الى ان قال) و ذكره ابن حبان في الثقات،، (تهذيب التهذيب 4/137-138)

''سلمہ بن کہیل بن حصین الحضرمی التنعمی ابو یحییٰ الکوفی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور حضرت ابو جحیفہ و حضرت جندب بن عبداللہ و حضرت ابن ابی اوفی اور حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اور اس کے بعد شیخ الاسلام ابن حجر نے کثیر ائمہ اعلام سے سلمہ بن کہیل کا

ثقہ متقن ثبت مامون ہونا نقل کیا حتی کہ اس کے ثقہ ہونے پر ائمہ اعلام کا اجماع اور اتفاق ہے کسی سے اس پر جرح کا ایک حرف بھی نقل نہیں کیا۔اور جس تشیع کا بعض نے ذکر کیا ہے اور وہ بھی قلیل ،تو وہ عرف سلف والا تشیع ہے نہ کہ عرف متاخرین والا اور دونوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے ۔اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے قائل پر حد مفتری والی حدیث کے سلمہ بن کہیل خود راوی ہیں۔،،

وللہ الحمد۔

سلمۃ بن کہیل سے حدیث مذکور کا راوی شعبہ بن حجاج الواسطی ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

”شعبة بن الحجاج بن الورد العتکی الازدی مولاهم ابابسطام الواسطی ثم البصری، روی عن ابان بن تغلب (الی ان قال) وسلمة بن کهیل (الی ان قال) قال عبدالله بن احمد عن ابیه کان شعبة امة وحده فی هذا الشان یعنی فی الرجال وبصره بالحدیث وتثبته وتنقیته للرجال (الی ان قال) وقال ابن مهدی کان الثوری یقول شعبة امیر المؤمنین فی الحدیث (الی ان قال) وقال الشافعی لولا شعبة ماعرف الحدیث بالعراق (الی ان قال) وقال ابن سعد کان ثقة مامونا ثبتا حجة صاحب حدیث وقال العجلی ثقة ثبت فی الحدیث و کان یخطیٔ فی اسماء الرجال قلیلا وقال صالح جزرة اول من تکلم فی الرجال شعبة ثم تبعه القطان ثم احمد و یحیی (الی ان قال) وقال ابوبکر بن منجویه ولد سنة (۸۲) ومات سنة (۱۶۰) وله (۷۷) سنة وکان من سادات اهل زمانه حفظا و اتقانا وورعا وفضلا وهو اول من فتش بالعراق عن امر

المحدثین وجانب الضعفاء والمتروکین وصار علما یقتدی به وتبعه علیه بعده اهل العراق (الی ان قال) وقال الحاکم شعبة امام الائمة فی معرفة الحدیث بالبصرة رای انس بن مالك وعمرو بن سلمة الصحابیین وسمع من اربعمائة من التابعین''۔(تہذیب التہذیب 297/4 تا 303)

ان ارشادات علمائے اعلام سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شعبہ بن حجاج نہ صرف ثقہ مامون ثبت حجت ہیں بلکہ امام الائمہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث اور یحییٰ بن سعید القطان وامام احمد بن حنبل ویحییٰ بن معین رضی اللہ عنہم جیسے ائمہ اعلام کے بھی مقتدیٰ ہیں اور ان کی جلالت علمی اور حدیث میں ثقہ ثبت متقن ہونے پر ائمہ اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع اور اتفاق ہے۔وللہ الحمد

حضرت شعبہ بن حجاج قدس سرہ العزیز سے حدیث مذکور کے راوی شیخ الاسلام ابواسحاق الفزاری الکوفی قدس سرہ العزیز ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''ابراهیم بن محمد بن الحارث (الی ان قال) الفزاری ابواسحاق الکوفی۔(الی ان قال) قال ابن معین ثقة ثقة وقال ابوحاتم الثقة المأمون الامام وقال النسائی ثقة مامون احد الائمة وقال العجلی کان ثقة رجلا صالحا صاحب سنة (الی ان قال)وکان کثیر الحدیث وکان له فقه وقال سفیان بن عیینة کان اماما (الی ان قال) وقال الخلیلی ابواسحاق امام یقتدی به وهو صاحب کتاب السیر نظر فیه الشافعی واملی کتابا علی ترتیبه

ورضیہ وقال الحمیدی قال لی الشافعی لم یصنف احد فی السیر مثلہ ،،

(تہذیب التہذیب 1/132,131)

''ابراہیم بن محمد بن حارث (تا) الفزاری ابواسحاق الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (تا) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقہ ہے، ثقہ ہے اور امام ابوحاتم نے فرمایا: ثقہ مامون امام ہے۔ اور امام نسائی نے فرمایا: ثقہ مامون احد الائمہ ہے اور عجلی نے فرمایا: ثقہ صالح مرد صاحبِ سنت ہے (تا) اور کثیر الحدیث ہے اور فقیہ ہے اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا امام ہے (تا) اور خلیلی نے فرمایا: ابواسحاق امام مقتدیٰ ہیں اور وہ صاحبِ کتاب السیر ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب السیر ملاحظہ کی تو اسے پسند کیا اور اس کی ترتیب پر ایک کتاب املا کرائی اور حمیدی نے فرمایا مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کسی نے سِیَر میں اس (کتاب السیر) جیسی کتاب تصنیف نہیں کی۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ کتاب السیر کی سند مذکور بلاشک وشبہ سند صحیح ہے لہٰذا احد مفتری والی حدیثِ مرتضوی بلاشبہ حدیث صحیح ہے اور بعض دوسری اسانید کا ضعف متن حدیث کی صحت پر اثر انداز ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اسانید اور طرق کی کثرت زیادتِ تقویت کا باعث ہے۔ وللہ الحمد

عظیم محدث امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی متوفی (463) حدیث مذکور کے تحت رقمطراز ہیں:

''قال ابو عبداللہ البوشنجی ھذا الحدیث الذی سقناہ ورویناہ من الاخبار الثابتۃ لامانۃ حمالہ وثقۃ رجالہ واتقان آثریہ وشہرتہم بالعلم فی کل عصر من اعصارھم الی حیث بلغ من نقلہ الی الامام الھادی علی ابن ابی

طالب رضی اللہ عنہ حتی کانك شاهد حول المنبر وعلی فوقه ولیس مما یدخل اسنادہ وهن ولا ضعف لقول الراوی عن ابی الزعراء اوعن زید بن وهب لما لعله لوهمه شكافیه و لیس مثل هذا الشك یوهن الخبر ولا یضعف به الاثر لانه حكاه عن احد الرجلین و كل منهما ثقة مأمون وبالعلم مشهور ''

(کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص376)

''امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی قدس سرہ نے اپنی سند کے ساتھ شیخ الاسلام ابواسحاق الفزاری قدس سرہ سے اور ابواسحاق الفزاری سے آخر تک کتاب السیر والی ان کی سند کے ساتھ مذکورہ روایت پوری نقل کی ہے اور اس کے بعد حدیث مذکور کے بارے میں امام ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم البوشنجی کا کلام نقل کیا ہے چنانچہ فرمایا: (امام) ابوعبداللہ البوشنجی (قدس سرہ) نے فرمایا:

یہ حدیث جسے ہم نے روایت کیا ہے اخبار ثابتہ سے ہے اپنے حاملین کی امانت اور رجال و راویان کی ثقاہت اور اپنے ناقلین کے اتقان اور ان کے زمانوں سے لے کر ہر زمانہ میں علم کے ساتھ ان کی شہرت کی وجہ سے، یہاں تک کہ اس حدیث کا ناقل اور راوی، امام ہادی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا حتی کہ گویا کہ تو منبر کے آس پاس حاضر ہے اور امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہیں۔ اور یہ ان احادیث سے نہیں ہے کہ راوی کے قول، عن ابی الزعراء اوعن زید بن وھب کی وجہ سے اس کے اسناد میں کمزوری اور ضعف داخل ہو جائے، اس لیے کہ شاید راوی نے اس میں شک کا وہم کرنے کی وجہ سے (ایسا کہا ہے) اور اس طرح کا شک خبر کے ضعف کا موجب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے ساتھ اثر ضعیف ہوتا ہے۔ اس

لیے کہ اس راوی نے دو مردوں میں سے ایک سے (بالیقین) روایت کی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک ثقہ مامون اور علم کے ساتھ مشہور ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ فقیر راقم الحروف نے جس سند کی رو سے جزمی اور یقینی طور پر حدیث مذکور کو صحیح قرار دیا حضرات ائمہ اعلام سے اس کی تصویب اور توثیق اس قدر شاندار اور زوردار الفاظ سے حاصل ہوگئی

حتی کہ خطیب بغدادی کے شیخ الشیخ کا یہ فقرہ کتنا حسین ہے:

کانك شاهد حول المنبر و علی فوقه۔

گویا کہ تو منبر کے اردگرد حاضر موجود ہے اور امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہیں۔

(یعنی تو اپنے کانوں سے آپ کا فرمان سن رہا ہے:

''الا و لن یبلغنی عن احد یفضلنی علیهما الا جلدته حد المفتری''

''خبردار کسی کے بارے میں بھی مجھے یہ اطلاع ملی کہ وہ مجھے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے مفتری والی حد لگاؤں گا۔،، و للہ الحمد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے احادیث مرتضویہ مذکورہ کے راویان حضرات:

اول: صحابی رسول حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ السوائی رضی اللہ عنہ

ثانی: صحابی رسول حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

ثالث: محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما المعروف محمد بن حنفیہ جلیل القدر تابعی

رابع: نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

خامس: عبد خیر بن یزید رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

سادس: عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

سابع: علی بن ربیعہ بن فضلہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

ثامن: علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

تاسع: حکم بن جحل رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

عاشر: سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی

بیان فوائد احادیث مذکورہ:

(الف) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے کیونکہ صرف ظنی یا اختیاری امر کے انکار پر مفتری کی حد کے برابر تعزیر اور سزا کا اعلان کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

(ب) ان احادیث مرتضویہ سے اس تعزیری اعلان کا پس منظر اور اصل سبب بھی واضح ہو گیا ہے۔

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ارشاد مرتضوی بایں الفاظ وارد ہے۔" الا انہ بلغنی ان قوما یفضلونی علی ابی بکر و عمر"

خبردار مجھے یہ بات ضرور پہنچی ہے کہ کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتے ہیں۔

اور دوسری تمام روایات مذکورہ میں اس تعزیری اعلان کے الفاظ بھی اس

کے سبب کو واضح کر رہے ہیں ملاحظہ کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''الا ولن یبلغنی عن احد یفضلنی علیھما الا جلدتہ حد المفتری''

(کتاب السیر، ص 327)

خبردار کسی شخص کے بارے میں مجھے یہ اطلاع ہرگز نہیں پہنچے گی کہ وہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتا ہے مگر میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

''عن الحکم بن جحل قال: قال علی بن ابی طالب:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری''

(المؤتلف والمختلف 807/2) للامام ابی الحسن علی بن عمر الدار قطنی المتوفی 385ھ

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بھی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دے گا میں اسے تہمت لگانے اور بہتان باندھنے والے کی حد (اسی کوڑے) لگاؤں گا۔''

اور ایسے ہی دوسری روایات میں بھی اس سزا کا یہی سبب بیان کیا گیا ہے یعنی افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا موقف اور نظریہ اپنانا اور انہیں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں

(ج) حضرت سوید بن غفلہ کی روایت سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ سب سے پہلے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تنقیص شان اور افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے نظریہ کی تبلیغ عبداللہ بن سبا یہودی نے کی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحفہ اثنا عشریہ میں تفصیل سے لکھا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی اصل عبارت آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

شبہ عظیمہ:

بعض تفضیلیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ:

اگر اس اثر کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحت ثابت ہو بھی جائے تو لازماً اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگر کسی شخص نے سیدنا علی علیہ السلام کی ایسی افضلیت بیان کی جس سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ پر حرف آئے یا ان کی تنقیص وتوہین لازم آئے تو اس پر مفتری کی حد جاری کی جائے گی۔

(شرح اسنی المطالب ص 808۔ از قاری ظہور احمد فیضی صاحب)

بلاشبہ یہ حد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محض افضلیت کے قائلین کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی جرم نہیں بلکہ یہ حد مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ایسے نام نہاد مگر غالی محبین کے لیے ہے جو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بدخواہ تھے۔ (شرح اسنی المطالب، ص 808)

شیخ الاسلام ابو اسحاق الفزاری کی کتاب السیر والی روایت مذکورہ نقل کرنے کے بعد لسان المیزان میں اس روایت کے منقول ہونے کا حوالہ دے کر اس کا کچھ خلاصہ نقل کر کے اس کے تحت رقمطراز ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ہمنوا لوگ تھے اور ابن سبا بد بخت کی بدبختی محتاج بیان نہیں۔ یہ ایک طرف تو ''کان یقع فی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما'' (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی برائی کرتا تھا) اور دوسری طرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرتا تھا۔

• حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: اس کے پیروکاروں کو سبائیہ کہا جاتا ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا تھا۔ (لسان المیزان، ج4ص 24، وطبعہ اخریٰ، ج4ص 485)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے فتنے پرور لوگوں کا سد باب کرنے کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انتہائی سخت قدم اٹھایا اور ارشاد فرمایا: باقی باتیں تو اپنی جگہ، آج کے بعد مجھے اتنا معلوم ہوا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس پر بھی جھوٹے کی حد لگاؤں گا۔

کونسا تفضیلی مفتری کی حد کا سزاوار ہے؟ اگر کوئی شخص اس واضح تصریح کے باوجود بھی اس حقیقت کا انکار کرے، تا آخر۔ (شرح اسنی المطالب، ص 810)

شبہ مذکورہ کے جوابات:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

فقیر راقم الحروف کی تحریر چونکہ خیر خواہی کے لیے ہے شاید کسی کو قبول حق کی توفیق نصیب ہو جائے اس لیے اصلاحی اور تعمیری انداز میں حق واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جہاں تک اس اثر یعنی حدیث مرتضوی کی صحت ثابت ہونے کا تعلق ہے تو بفضلہ تعالیٰ فقیر راقم الحروف اس کی صحت ثابت کر چکا ہے جس کا انکار ارباب انصاف میں سے کسی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

جواب اول:

اگر محض افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائلین کے بارے میں یہ حد نہیں ہے کیونکہ یہ

کوئی جرم نہیں ہے بلکہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بدخواہ اوران کی خلافت پر طعن اوران کی تنقیص وتوہین کرنے والوں کے لیے ہے،

تو جواب طلب سوال یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس اعلان اور ارشاد کہ: باقی باتیں تواپنی جگہ آج کے بعد مجھے اتنا معلوم ہوا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس پر بھی جھوٹے کی حد لگاؤں گا، (شرح اسنی المطالب، ص 810) کے بعد اگر کوئی شخص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تنقیص وتوہین کرنے والوں سے بھی نہ ہوتا اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قول کرتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے وعدہ کے مطابق اس پر مفتری کی حد جاری کرتے یا نہ کرتے؟ جب کرتے اور ضرور کرتے، تو اب بتایا جائے کہ یہ حد محض افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر ہوتی یا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی مزید تنقیص وتوہین اور بدخواہی پر ہوتی؟

صورت مذکورہ میں جب اس شخص نے مزید کسی تنقیص اور توہین کا ارتکاب ہی نہیں کیا اور نہ ہی توہین کرنے والے گروہ سے اس کا کوئی تعلق تھا، تو بالیقین یہ حد محض افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے نظریہ اور قول پر ہوتی۔

لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ رکھنا اور قول کرنا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تنقیصِ شان کا ارتکاب کرنا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی سزا آپ کے نزدیک مفتری کی حد ہے چہ جائیکہ مزید تنقیص وتوہین کی جائے۔

ہاں البتہ تفضیلیہ کے نزدیک یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جواب ثانی:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات مذکورہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے جس کی آپ کو اطلاع موصول ہوئی تھی تو آپ نے اس پر مفتری کی حد لگانے کا اعلان فرمایا چنانچہ آپ نے مسجد میں برسر منبر فرمایا:

''الا انہ بلغنی ان اناسا یفضلونی علی ابی بکر و عمر الحدیث''

(فضائل الصحابۃ، کتاب السنۃ)

خبردار مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتے ہیں، تا آخر۔ پھر ان کے اس عمل پر سزا کا اعلان فرمایا:

''فمن قال شیئا من ذلک فھو مفتر علیہ ما علی المفتری''

جس شخص نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر مجھے افضلیت دینے کے بارے میں کچھ کہا وہ بہتان باندھنے والا ہے اس کی وہی سزا ہے جو مفتری کی ہے۔ پھر فرمایا:

''ان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر الحدیث۔'' (فضائل الصحابۃ)

''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔''

اسی طرح دوسری روایات میں بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قول کرنے پر اس سزا کا اعلان کیا گیا ہے۔

''لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد الفتری''

حدیث نمبر 49 (فضائل الصحابۃ 100/1)

''جو شخص مجھے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔''

''الا ولن یبلغنی عن احد یفضلنی علیھما الا جلدته حد المفتری''

''خبردار کسی شخص کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔''

(کتاب السیر لشیخ الاسلام ابی اسحاق الفزاری)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مسجد میں بر سر منبر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اپنی تفضیل کی اطلاع موصول ہونے کا حوالہ دینا اور پھر اسی تفضیل پر سزا کا اعلان کرنا اور آخر میں پھر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے قطعی ہونے کا اعلان کرنا، ان تمام تصریحات سے ثابت ہوا کہ تفضیلیہ کا یہ دعویٰ سراسر باطل ہے کہ یہ سزا صرف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی توہین کرنے والوں اور بدخواہوں کے لیے ہے محض افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائلین کے بارے میں نہیں ہے۔

ایسی تصریحات کی موجودگی میں اس تاویل کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی مزید تنقیص و توہین کرنے والے اور بدخواہ اس سے بھی سنگین سزا کے مستحق ہیں۔

جواب ثالث:

صحابیٔ رسول حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ جو اپنی غلط فہمی کی وجہ سے ایک وقت تک افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کی رائے رکھتے تھے وہ تو بلاشبہ محض افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایسی افضلیت مانتے تھے جس سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما

کی خلافت حقہ پر حرف آئے اور نہ ہی ان کی توہین کرتے تھے نہ ہی ان کے بدخواہ تھے۔ جبکہ مرویات ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے واضح ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس پر انکار کیا اور اپنی ایسی افضلیت ماننے کی بھی انہیں اجازت نہیں دی بلکہ فوری طور پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہونے کا عقیدہ تعلیم فرمایا، اور جب مزید لوگوں کے بارے میں اسی نظریہ کی اطلاع ملی تو سزا کا اعلان فرمایا۔ تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ محض افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھنے کی بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی اور یقینی ہے۔ وللہ الحمد

جواب رابع:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس:

"اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر"، (کتاب السنة، مسند احمد بن حنبل، جامع الترمذی وغیرھا من الکتب الکثیرة) کے مطابق جو ذات اقدس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھی مقتدیٰ ہے یعنی حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس اعلان سے بھی طویل زمانہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے منکر کے لیے اسی سزا کا اعلان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوعبدالرحمن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد کریم امام اہل سنت حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی حدیث:

''حدثنا عبداللہ قال: حدثنی ابی قثنا محمد بن جعفر قثنا شعبۃ عن حصین عن ابن ابی لیلی قال: تداروا فی امر ابی بکر و عمر فقال رجل من عطارد: عمر افضل من ابی بکر فقال الجارود: بل ابوبکر، ابوبکر افضل منہ، قال فبلغ ذلک عمر، قال: فجعل ضربا بالدرۃ حتی شغر برجلیہ ثم اقبل الی الجارود فقال: الیک عنی ثم قال عمر: ابوبکر کان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کذا و کذا قال: ثم قال عمر: من قال غیر ھذا اقمنا علیہ ما نقیم علی المفتری''

حدیث نمبر 396 (فضائل الصحابۃ 1/367-368) حدیث صحیح

''حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں باہمی گفتگو کی تو عطارد قبیلہ سے ایک مرد نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ حضرت ابوبکر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: پھر اس امر کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موصول ہوئی تو آپ نے اس شخص (جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبلر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا تھا) کو زبردست درے مارے پھر حضرت جارود رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا:

مجھ سے رکیے، پھر فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے ایسے کمالات

میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

پھر فرمایا: جس شخص نے اس موقف اور نظریہ کے خلاف کہہ دیا (یعنی کسی دوسرے صحابی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہا) تو ہم اسے وہی حد لگائیں گے جو افتراء پرداز اور بہتان باندھنے والے کو لگاتے ہیں۔''

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون کی روشنی میں یہ بات دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین نہیں کی تھی اور نہ ہی آپ کا بدخواہ تھا اور نہ ہی اس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایسی افضلیت بیان کی تھی جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر حرف آئے بلکہ صرف اتنا کہا تھا: عمر افضل من ابی بکر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ تو اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے زبردست کوڑے مارے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بیان فرمائی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے منکر پر مفتری کی حد قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔

دوسری حدیث:

''حدثنا عبداللہ قال: حدثنی ابی قثنا هشیم قال: انا حصین عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال: خطب عمر بن الخطاب فحمد اللہ و اثنی علیه ثم قال: الاان خیر هذه الامة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ابوبکر فمن قال سوی ذلك بعد مقامی هذا فهو مفتر علیه ما علی المفتری''

حدیث نمبر 189 (فضائل الصحابة 222/1) حدیث صحیح

''حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا:

خبردار بیشک اس امت میں سب سے افضل حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پس جس شخص نے میرے اس مقام (پر اس حق کا اعلان کرنے) کے بعد افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف اور نظریہ کے سوا (کسی بھی دوسرے صحابی کی افضلیت کا) قول کیا تو وہ شخص مفتری ہے اس کی وہی سزا ہے جو مفتری کی ہے۔''

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سماع کا ثبوت حقیقت واقعیہ ہے:

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما جو کہ جلیل القدر تابعی اور نہایت ثقہ راوی ہیں، شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ولدلست بقین من خلافة عمر۔ روی عن ابیه وعمر وعثمان وعلی وسعد الخ۔'' (تہذیب التہذیب 234/6)

''جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ (6) سال باقی تھے تو حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔''

انہوں نے اپنے باپ (حضرت ابولیلی رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمر وعثمان وعلی وسعد وغیرہم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

"قال عطاء بن السائب عن عبد الرحمن ادركت عشرين ومائة من الانصار صحابة وقال عبد الملك بن عمير لقد رايت عبد الرحمن فی حلقة فيها نفر من الصحابة فيهم البراء يسمعون لحديثه وينصتون له"

(تهذیب التہذیب 6/234-235)

"حضرت عطاء بن سائب نے حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک سو بیس انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ (اور حضرات مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے علاوہ ہیں) اور عبدالملک بن عمیر نے کہا: میں نے عبدالرحمن کو لوگوں کے حلقہ میں ضرور دیکھا ہے اس حلقہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے (بھی) ایک گروہ موجود تھا ان میں حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی تھے عبدالرحمن سے حدیث سن رہے تھے اور اس کے لیے خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔"

حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کے سماع کے بارے میں اہل علم کا ایک قول یہ ہے کہ سماع ثابت نہیں ہے اور ان حضرات کے اس قول کی ایک وجہ یہ ہے کہ انہیں کسی سند قوی اور ثقہ رجال کے طریق پر اطلاع نہیں ہوئی جس کے ساتھ سماع کی صحت ثابت ہو سکے۔

اور دوسری وجہ اعتماد ہے یعنی بعض حضرات نے یہ کہہ دیا کہ سماع ثابت نہیں ہے تو نقل در نقل کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حقیقی صورتحال کا جائزہ لیے بغیر کافی لوگوں نے کہہ دیا کہ سماع ثابت نہیں ہے۔ جبکہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ عدم اطلاع عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے۔ اس لیے دیگر ائمہ اعلام نے جب ایسے متعدد طرق و

اسانید پر اطلاع پائی ہے جن سے سماع کا ثبوت صرف یہی نہیں کہ پایۂ صحت کو پہنچ ہے بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے تو انہوں نے فرمایا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ کا سماع ثابت ہے اور یہی قول حق وصواب ہے کیونکہ پہلے قول کی بنیاد عدم علم اور عدم اطلاع پر ہے جبکہ دوسرے قول کی بنیاد ایسے دلائل پر ہے جو واقعی طور پر صحتِ سماع کے لیے مثبت ہیں۔ ملاحظہ کریں:

(الف)

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کی عمر چھ سال ہو چکی تھی جبکہ تحمل اور سماع حدیث کی صحت اور معتبر ہونے کے لیے پانچ سال عمر ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ شرط عقل وضبط ہے وہ پانچ سال سے کم عمر میں پائے جانے کی صورت میں بھی سماع معتبر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن صلاح سے اس مسئلہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت اور اُن کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے۔

”قال ابو حاتم روی عن عبدالرحمن انه رأی عمر (رضی اللہ عنہ)“،

(تهذیب التهذیب 235/6)

”امام ابو حاتم نے فرمایا: حضرت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ بیشک انہوں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا ہے۔“

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کی عمر اس سے بھی زیادہ تھی جو سماع حدیث کے معتبر ہونے کے لیے شرط

ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور شرف زیارت پانا بھی ثابت ہے تو سماع کی نفی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے حتی کہ اگر ثقہ راوی مدلس نہ ہو اور وہ عن فلان کے ساتھ روایت کرے تو راوی کی مروی عنہ سے ایک بار ملاقات ثابت ہونے کی صورت میں اس کا عن فلان کے ساتھ روایت کرنا بھی اتصال اور سماع پر محمول ہوتا ہے نفس خبر میں سماع کی تصریح بھی ضروری نہیں ہے۔

(ب)

شیخ الاسلام امام ابویعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی قدس سرہ متوفی 307ھ رقمطراز ہیں:

”حدثنا محمد بن علی بن الحسن بن شقیق قال: سمعت ابی یقول: حدثنا الحسین بن واقد عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت ان عبد الرحمن بن ابی لیلی حدثه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب الی مکة فاستقبلنا امیر مکة نافع بن علقمة ۔ وسمی بعم له یقال له نافع ۔ فقال: من استخلفت علی مکة؟ قال استخلفت علیها عبد الرحمن بن ابزی ،قال عمدت الی رجل من الموالی فاستخلفته علی من بها من قریش واصحاب رسول اللہ ﷺ؟ قال: نعم وجدته اقرأهم لکتاب اللہ ومکة ارض محتضرة فاحببت ان یسمعوا کتاب اللہ من رجل حسن القراءة قال: نعم ما رأیت ،ان اللہ یرفع بالقران اقواماً ویضع بالقران اقواماً وان عبد الرحمن بن ابزی ممن رفعه اللہ بالقران،،

(مسند ابی یعلی موصلی 129/1)

”حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں حضرت عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ کی طرف نکلا تو امیر مکہ نافع بن علقمہ رضی اللہ عنہ نے ہمارا استقبال کیا، ان کا نام ان کے چچا کے نام پر رکھا گیا ہے اسے نافع کہا جاتا ہے۔ تو امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امیر مکہ سے فرمایا: تم نے کس شخص کو مکہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: عبدالرحمن بن ابزی کو، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: موالی سے ایک مرد کا تم نے قصد کر لیا پھر تم نے اس کو اہل مکہ قریش اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خلیفہ مقرر کر دیا؟ تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں، میں نے اسے اہل مکہ میں سے کتاب اللہ کا سب سے اچھا قاری پایا ہے، اور مکہ مکرمہ کی سرزمین، اسلامی سلطنت کے طول وعرض سے مسلمانوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے تو میں نے اس بات کو پسند کیا کہ مسلمان اچھی قراءت والے مرد سے کتاب اللہ (کی تلاوت) سنیں۔ تو امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بہت اچھی رائے قائم کی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قرآن کے ساتھ کچھ قوموں کو رفعت عطا فرماتا ہے اور کچھ قوموں کو پستی میں ڈال دیتا ہے اور عبدالرحمن بن ابزی ان (خوش نصیبوں) سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ رفعت اور بلندی عطا فرمائی ہے۔،،

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"واخرج ابو یعلی من طریق حسین بن واقد عن حبیب بن ابی ثابت، ان عبدالرحمن بن ابی لیلی حدثه قال: خرجت مع عمر الی مکة فاستقبلنا امیر مکة نافع بن علقمة و سمی بعمه له یقال له نافع فقال له عمر: من استخلفت علی مکة ... الحدیث.

وهذا السند قوی الاان فیه غلطافی تسمیة ابیه فالقصة معروفة

لنافع بن عبد الحارث کما تقدم قریبا ،،(الاصابة 323/6)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند ابی یعلی موصلی کی مذکور حدیث کی سند کے بارے میں فرمایا:

اور یہ سند قوی ہے مگر متن روایت میں (کسی راوی سے) حضرت نافع کے باپ کا نام بیان کرنے میں غلطی ہے۔ یہ قصہ حضرت نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں معروف ہے جیسا کہ قریب گزرا ہے (کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ مکرمہ کا امیر مقرر فرمایا تھا اور وہ کبار اور فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں)،،

بحمدہ تعالیٰ سند قوی (جس کے تمام راوی ثقہ ہیں) کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کا سماع ایسی عبارت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہاں عدم سماع یا کسی راوی کی غلطی اور وہم کا احتمال بھی نہیں ہے اور درحقیقت یہ صرف ایک حدیث کے سماع کا ثبوت نہیں ہے بلکہ احادیث کثیرہ کے سماع پر بمنزلہ نص کے ہے اس لیے کہ حج یا عمرہ کے ادائیگی کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک تمام سفر میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی معیت کی سعادت حضرت عبد الرحمن کو حاصل ہونے کا بیان ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس سفر سے پہلے مدینہ منورہ میں اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی معیت اور صحبت کی سعادت انہیں حاصل رہی، تو واللہ تعالیٰ اعلم کتنے دنوں بلکہ ہفتوں کی معیت میں حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ سے کتنے ہی ارشاداتِ نبویہ اور ارشاداتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سننے کی سعادت انہیں حاصل ہوئی؟

اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے تہذیب التہذیب

میں عدم سماع کے بارے میں بعض ائمہ فن کے اقوال نقل کرنے کے باوجود الاصابۃ میں مسند ابی یعلی الموصلی کی سند قوی ہونے کی تصریح کر کے عدم سماع کے تمام اقوال کا غیر معتبر ہونا واضح کر دیا۔ کیونکہ جن حضرات کو طرق صحیحہ پر اطلاع نہیں ہو سکی اور صرف طرق ضعیفہ ان کے سامنے آئے تھے تو انہوں نے سماع ثابت نہ ہونے کی بات کی ہے۔ لیکن جب واقعی طور پر سند قوی بلکہ متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ سماع ثابت ہے تو عدم سماع کے اقوال کا غیر معتبر ہونا ایک لازمی امر ہے۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

''سند مذکور کے رجال کے ثقہ ہونے کے بیان میں صرف حوالہ جات کے ذکر پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

محمد بن علی بن الحسن بن شقیق ثقہ ہے۔ (تہذیب التہذیب 311/9)

علی ابن الحسن بن شقیق، ثقہ ہے۔ (تہذیب التہذیب 263/7-264)

حسین بن واقد المروزی ثقہ ہے۔ (تہذیب التہذیب 321/2-322)

سلیمان بن مہران الاسدی الاعمش ثقہ ہے (تہذیب التہذیب 195/4-196)

حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار ثقہ ہے (تہذیب التہذیب 156/2-157)

عبدالرحمن بن ابی لیلی جلیل القدر تابعی ثقہ ہے (تہذیب التہذیب 235/6)

(ج)

حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''حدثنا روح بن الفرج قال: ثنا یوسف بن عدی قال: ثنا

ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عمرو بن مرۃ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال:
صلی بنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بمکۃ صلاۃ الفجر الحدیث۔
(شرح معانی الآثار مع شرحہ نخب الافکار 319/2)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ہمیں نمازِ فجر پڑھائی، الحدیث۔

حضرت امام بدرالدین محمود بن احمد عینی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''ثم اخرج الاثار المذکورۃ من تسع طرق صحاح رجالھا کلھم ثقات،، (نخب الافکار 320/2)

''السابع: عن روح بن الفرج القطان (الی ان قال) وھؤلاء کلھم من رجال الصحیحین ما خلا روحا،، (نخب الافکار 321/2-322)

''روح بن الفرج القطان (الی ان قال) وکان من الثقات (الی ان قال) قال الکندی فی الموالی کان من اوثق الناس وقال ابن قدید ذاك رجل نفسہ رفعہ اللہ بالعلم والصدق وقال الخطیب کان ثقۃ،، (تہذیب التہذیب 256/3)

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نو (۹) طرق صحاح سے آثار مذکورہ روایت کیے ہیں ان کے تمام راوی ثقہ ہے۔

ساتواں طریق: عن روح بن الفرج القطان (تا) روح بن الفرج کے سوا یہ تمام راوی رجالِ صحیحین سے ہیں۔،، جبکہ روح بن الفرج القطان کے ثقہ ہونے پر ائمہ اعلام متفق ہیں جیسا تہذیب التہذیب سے ائمہ اعلام کی تصریحات ابھی گزر چکی

ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اثر مذکور (حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی نے فرمایا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ الحدیث) کی متعدد اسانید صحیحہ ہیں جن سے حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کا امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سماع روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت امام ابو جعفر الطحاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"حدثنا یزید بن سنان قال: ثنا ابو عامر و مسلم بن ابراھیم قالا: ثنا محمد بن طلحة عن زبید عن عبدالرحمن بن ابی لیلی، قال: خطبنا عمر رضی اللہ عنہ فذکر مثلہ" (شرح معانی الاثار مع نخب الافکار 226/4)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، الحدیث۔

امام بدرالدین عینی قدس سرہ نے اس حدیث کے تحت فرمایا:

"و ھذا ایضا اسناد صحیح وفیہ تصریح بسماع ابن ابی لیلی عن عمر رضی اللہ عنہ" (نخب الافکار فی شرح شرح معانی الآثار 228/4)

"اور یہ بھی اسناد صحیح ہے اور اس اثر میں حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کے حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح ہے۔"

(د)

حضرت امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

و اسند عبدالرحمن بن ابی لیلی و قد حفظ عن عمر بن الخطاب و صحب علیا الخ،، (صحیح مسلم 24/1)

''حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عبارت منقولہ میں پورے وثوق کے ساتھ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی نے حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے (سماع کر کے احادیث و آثار کو) ضرور حفظ کیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ہیں۔،،

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سماع ثابت ہونے کی جزمی طور پر تصریح فرمادی ہے:

واسند عبدالرحمن بن ابی لیلی و قد حفظ عن عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ)

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''حصین بن عبدالرحمن السلمی ابوالھذیل الکوفی متفق علی الاحتجاج بہ الا انہ تغیر فی آخر عمرہ (الی ان قال) فاما شعبۃ والثوری وزائدۃ وھشیم وخالد فسمعوا منہ قبل تغیرہ،،

(ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری 560-561)

''حصین بن عبدالرحمن سلمی ابوالھذیل کوفی (کی مرویات احادیث و آثار) کے ساتھ حجت پکڑنے پر علمائے اعلام وائمہ کرام کا اتفاق ہے مگر اس کی عمر کے آخری حصہ میں اس کی یادداشت اور حافظہ متاثر ہو گیا تھا۔ لیکن شعبہ، ثوری، زائدہ اور ہشیم و خالد نے اس کے حال میں اس تغیر اور تبدیلی واقع ہونے سے پہلے اس سے حدیث

کا سماع کیا ہے۔،، لہذا حصین بن عبد الرحمن سے شعبہ اور ھشیم کا روایت کرنا موجب طعن ہر گز نہیں ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی سے مروی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دونوں احادیث مبارکہ مذکورہ صحیح ہیں کسی حدیث کی سند میں انقطاع ہر گز نہیں ہے لہٰذا فضائل الصحابۃ کی حدیث نمبر 189 اور حدیث نمبر 396 کی سند میں اگر کسی نے انقطاع کا قول کیا ہے اس بنا پر کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عبد الرحمن بن ابی لیلی کا سماع ثابت نہیں ہے تو یہ قول ہر گز قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ حق وصواب یہ ہے کہ سماع ثابت ہے اور دونوں احادیث کی اسانید صحیحہ ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

حدیث مذکور سے ثابت شدہ مسائل:

(الف)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیث مذکور میں محض افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انکار پر مفتری کی حد لگانے کا اعلان فرمایا ہے ورنہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین یا تبرا بازی اور آپ کی خلافت حقہ پر طعن کسی نے نہیں کیا تھا۔ تو بعینہ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی صرف افضلیت کے منکر کو ہی مفتری کی حد لگانے کا

اعلان فرمایا ہے۔

(ب)

اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا موقف اور نظریہ، یہ ہے کہ افضلیتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے۔اس لیے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور یہ خطبہ مسجد نبوی شریف میں منبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھا اور حمد وثنا کے بعد بالاہتمام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہونے کا اعلان وبیان فرمایا:

الا ان خیر ھذہ الامۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر۔

پھر اس کے منکر کی سزا بیان فرمائی، فرمایا:

فمن قال سویٰ ذلک بعد مقامی ھذا فھو مفتر علیہ ما علی المفتری۔

اور اس خطبہ سے پہلے جب آپ نے شخص مذکور کو درے مارے تھے اس وقت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان کے ساتھ اس کے منکر کی سزا کا اعلان فرما چکے تھے، چنانچہ فرمایا تھا:

''من قال غیر ھذا اقمنا علیہ ما نقیم علی المفتری''

''جس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کی افضلیت (مطلقہ) کا قول کیا ہم اس پر وہی حد قائم کریں گے جو مفتری پر قائم کرتے ہیں۔''

جبکہ خطبہ میں ''الا'' حرف تنبیہ اور ''ان'' حرف تحقیق کے ساتھ آپ کی افضلیت کا بیان فرمایا ہے۔

اور ''ان'' کے ساتھ وہی حکم بیان کیا جاتا ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے۔اور جب آپ نے صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اس کی قطعیت بیان فرمائی ہے تو کسی صحابی نے آپ کے اس فرمان سے اختلاف نہیں کیا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ دیگر حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا بھی وہی موقف اور نظریہ تھا جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا تھا

اور اگر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قطعی ہونے پر اتفاق نہ ہوتا تو کم ازکم اکابر حضرات اپنی رائے کا اظہار ضرور کرتے، کیونکہ اپنی رائے کا اظہار کرنے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی پابندی نہیں تھی جیسا کہ کتب احادیث وسیر سے خوب واضح ہے۔ وللہ الحمد

(ج)

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ حضرات اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ محض افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منکر کی سزا مفتری کی حد (اسی کوڑے) ہے اس لیے کہ اگر یہ حضرات نفوس قدسیہ اس سزا کو شرعی طور پر درست نہ سمجھتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان سن کر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ خلافتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محض افضلیت کے انکار کی سزا حدِّ مفتری ہے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اعلان سے آپ کا اختلاف کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ عملاً تائید کرنا ضرور ثابت ہے کیونکہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بھی محض افضلیت کے انکار پر بھی اسی سزا کا اعلان صرف ایک بار ہی نہیں بلکہ متعدد بار کیا ہے۔

اس سے تفضیلیہ کے اس مغالطہ کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ یہ سزا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی محض افضلیت کے انکار پر نہ تھی بلکہ ان کے بدخواہ اور خلافت حقہ پر طعن اور توہین کرنے والے کے بارے میں تھی۔ جبکہ خلافت فاروقی میں ان اُمور کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

جواب خامس:

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائلین کے نزدیک واللہ تعالیٰ اعلم کس حد تک غیر محتاط گفتگو کی جائے تو وہ تنقیص شان کے زمرہ میں آئے گی لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو محض افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھنا اور اس کا قائل ہونا ہی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی شان میں تنقیص کا ارتکاب کرنا ہے اسی لیے تو آپ نے اس پر حدِّ مفتری کے اعلان سے متصل بعد بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

''ان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر الحدیث۔''
حدیث نمبر 484 (فضائل الصحابة 412/1)

حضور رسول اللہ ﷺ کے بعد بیشک تمام لوگوں سے افضل حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اپنی تفضیل کو ان کی تنقیصِ شان کیوں نہ سمجھتے جبکہ وہ نفوس قدسیہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد مقدس کے مطابق اہل بیت وغیر اہل بیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقتدیٰ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"عن حذیفة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: اقتدوا بالذین من بعدی ابو بکر و عمر"

کتاب السنة 2/579۔ حدیث نمبر 1366۔ اسنادہ صحیح

مسند امام احمد۔ جامع الترمذی وغیرھا من الکتب الکثیرة۔

"حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان دونوں کی اقتدا کرو جو میرے بعد (یکے بعد دیگرے میرے خلفاء) ہیں ابو بکر (صدیق) اور عمر (فاروق اعظم رضی اللہ عنہما)"، تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مقتدایان پر اپنی تفضیل کا قول کیونکر گوارا کر سکتے تھے اس لیے مفتری کی حد لگانے کا اعلان فرمایا۔

کاش تفضیلیہ کو بھی اس نظریہ کی سنگینی کا احساس ہو جائے کہ اگر خود انہوں نے کسی کو اپنا مقتدا سمجھ رکھا ہو تو اس پر اپنی تفضیل سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے لیکن جن نفوس قدسیہ کو حضور سید المرسلین ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مقتدا ٹھہرایا ہے ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

نتیجۂ کلام:

وہ ذات اقدس جس کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لو کان بعدی نبی کان عمر بن الخطاب۔''

عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ۔ حدیث نمبر 498 (فضائل الصحابۃ 1/423-424)

''عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ان اللہ عزوجل جعل الحق علی قلب عمر ولسانہ''

(فضائل الصحابۃ 1/307) حدیث نمبر 313

عن ابی ھریرۃ: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ'' حدیث نمبر 524 (فضائل الصحابہ 1/439)

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔ (رضی اللہ عنہ)''

''بیشک اللہ عزوجل نے عمر کے دل اور اس کی زبان پر حق رکھ دیا ہے۔''

''بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور اس کے دل پر حق رکھ دیا ہے۔''

اور جن کے حق میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر''

حدیث نمبر 523 (فضائل الصحابۃ 1/438-439)

''ہم بعید نہیں سمجھتے تھے کہ بیشک سکینت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتی ہے۔''

تو اس ذات اقدس کا اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی موجودگی میں فیصلہ یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محض افضلیت کے منکر کی سزا مسری کی

حد ہے۔ اور ان کے ساتھ اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

اور جس ذات اقدس کے حق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے:

''اللّٰھم ادر الحق معه حیث دار'' (ازالة الخفاء 310/1)

''یا اللہ! حق کو علی کے ساتھ گردش دے، علی جہاں پھرے (رضی اللہ عنہ)۔''

اس ذات اقدس کا یہ فیصلہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی محض افضلیت کے منکر کی سزا مفتری کی حد ہے۔ جب حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی موجودگی میں مسجد نبوی شریف میں منبر رسول پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور اس کے منکر کو مفتری کی حد لگانے کا اعلان کیا ہے جبکہ حضرات اکابر و مجتہدین صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد میں منبر پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور محض افضلیت کے انکار پر مفتری کی حد اسی (80) کوڑے مارنے کا اعلان کیا ہے۔ جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں وحی نبوت سے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق رکھ دیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ان کے ساتھ حق گردش کرنے کی دعا فرمائی ہے۔

اور وہ دونوں نفوس قدسیہ اور ان کے ساتھ تمام مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے اور ان کی محض افضلیت کے منکر کی سزا مفتری کی حد ہے۔

اور حضرت علی مرتضیٰ و باقی تمام مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس پر متفق ہیں کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی محض افضلیت کے انکار کرنے والے پر مفتری کی حد قائم کرنے کا اعلان کیا ہے

اور یہ بات ہر صاحبِ عقل و خرد جانتا ہے کہ حق کا مقابل باطل ہے تو جس مسئلہ پر حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب فاروق اعظم اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما متفق ہوں اور اسے منبر پر بیان کریں اور تمام اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان سے اتفاق کریں تو اس موقف اور نظریہ کے حق اور اس کے خلاف کے باطل ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔

لہٰذا تفضیلیہ مہربانی کریں محض باطل نظریہ پر ضد اور اصرار نہ کریں بلکہ سچی توبہ کر کے حق قبول کرنے کا اعلان کریں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محبین مخلصین ہونے کا ثبوت دیں اس طرح کہ منبروں پر افضلیت شیخین کریمین قطعی ہونے کا اعلان کریں اور محض افضلیت کے منکر کو مفتری کی حد کا مستحق ٹھہرائیں اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ لوگوں کو سنا کر ان کو گمراہی سے بچائیں۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

جواب سادس:

شرحِ اسنی المطالب میں لسان المیزان کا یہ مقام بیان کرنے میں دھاندلی اور مکاری کی گئی ہے اس لیے کہ شیخ الاسلام ابو اسحاق الفزاری کی روایت کے بعد والا ابن حجر قدس سرہ کا کلام روایت مذکورہ کے پس منظر کے طور پر ساتھ ملا کر اور ایک جملہ

دوسری روایت سے نقل کر کے ایک مضمون تیار کر لیا گیا،

پھر اس کے تحت ایک نتیجہ: اس سے معلوم ہوا، تا آخر،

قلمبند فرما دیا تا کہ قارئین مطمئن ہو جائیں۔ اور پھر ایک سرخی:

(کونسا تفضیلی مفتری کی حد کا سزاوار ہے؟) قائم کی اور اس کے تحت لکھا:

اگر کوئی شخص اس واضح تصریح کے باوجود بھی اس حقیقت کا انکار کرے، تا آخر۔ (پوری عبارت آپ شبہ میں ملاحظہ کر چکے ہیں)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دھاندلی اور دھوکا دہی کی انتہاء ہے کہ جس چیز کا مفتری کی حد کے اعلان کے وقت تک نام ونشان بھی نہیں ہے اسے اس اعلان کے پس منظر کی تصریح قرار دیدیا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

حقیقت یہ ہے کہ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام ابو اسحاق الفزاری قدس سرہ کی سند سے روایت نقل کی ہے جس کے آخر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

"الا ولا یبلغنی عن احد یفضلنی علیھما الا جلدتہ حد المفتری"

موجود ہے، اس روایت میں عبداللہ بن سبا (یہودی) اور اس کے ہمنواؤں کا افضلیت علی کا نظریہ اختراع کرنے کا بھی ذکر ہے۔ فقیر راقم الحروف لسان المیز ان کی اصل عبارت گزشتہ صفحات میں نقل کر چکا ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکورہ کے اختتام کے بعد عبداللہ بن سبا کا مزید کچھ تعارف پیش کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

واخبار عبداللہ بن سبا شھیرۃ فی التواریخ و لیست لہ روایۃ وللہ

الحمد وله اتباع يقال لهم السبائية معتقدون الهية علی بن ابی طالب وقد احرقهم علی بالنار فی خلافته،،(لسان المیزان 290/3)

عبداللہ بن سبا (کی تخریب کاری اور مسلمانوں میں فتنہ وفساد برپا کرنے) کے قصے کتب تواریخ میں مشہور ہیں اور (کسی حدیث یا اثر کی) روایت اس سے ثابت نہیں ہے۔ و للہ الحمد۔ اور اس کے پیروکار ہیں جنہیں سبائیہ کہا جاتا ہے وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ اور معبود مانتے ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں انہیں آگ میں جلایا۔،،

اقول و باللہ التوفیق: شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ کی عبارت خوب واضح ہے۔ انہوں نے اس عبارت کے ساتھ اجمالی انداز میں عبداللہ بن سبا کا سارا کردار بیان کر دیا ہے کہ کتب تاریخ میں اس کی تخریب کاری کے واقعات اور قصص کی تفصیل موجود ہے کہ اس نے اہل اسلام میں پھوٹ ڈالنے کے لیے کس طرح مرحلہ وار اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنایا کہ پہلے فرقہ شیعہ تفضیلیہ تیار کیا پھر شیعہ سبیہ اور تبرائیہ پھر شیعہ غلاۃ اور یہ آخری فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا نظریہ رکھتا ہے اور اسی کو سبائیہ کہا جاتا ہے۔

تو ’’ولہ اتباع،، الخ میں شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سب سے بڑی تخریب کاری کی نشاندہی کی ہے کہ شقاوت اور بدبختی میں یہ شخص اس حد تک آگے نکل گیا تھا کہ ایک جماعت ایسی بھی تیار کر لی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ اور معبود مانتی تھی

تو اس مقام پر اس امر کو ملحوظ رکھنا لازم وضروری ہے کہ شیخ الاسلام ابن حجر

قدس سرہ نے یہ نہیں کہا: کہ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بارے میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیئے جانے کی اطلاع موصول ہوئی تھی تو اس کے ساتھ سبائیہ کی بدعقیدگی اور گمراہی کی اطلاع بھی ملی تھی اور یہ فرقہ اس وقت سے پہلے معرضِ وجود میں آچکا تھا اور فتنہ پھیلا رہا تھا اور افضلیتِ علی کا قول بھی انہی کا تھا، کہ فیضی صاحب کہتے ہیں۔تو آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے ایسے فتنے پرور لوگوں کا سدباب کرنے کے لیے انتہائی سخت قدم اٹھایا اور ارشاد فرمایا:

باقی باتیں تو اپنی جگہ آج کے بعد مجھے اتنا معلوم ہوا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس پر بھی جھوٹے کی حد لگاؤں گا۔

(شرح اسنی المطالب، ص 810)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے اگر فرقہ سبائیہ اس وقت معرض وجود میں آچکا تھا اور ان کی بدعقیدگی کی اطلاع بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھی تو کیا اُلوہیتِ علی کا عقیدہ زیادہ سنگین ہے یا محض افضلیتِ علی کا عقیدہ؟ جو تفضیلیہ کے نزدیک کوئی جرم ہی نہیں ہے۔

جب بالیقین اُلوہیتِ علی کا عقیدہ ظلم عظیم ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے خطبات مذکورہ میں اس بدعقیدگی کی اطلاع موصول ہونے کا صراحتاً تو درکنار اشارۃً بھی ذکر نہ کرنا اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اپنی تفضیل کا بالاہتمام حوالہ دینا اور صرف اسی پر سزا کا اعلان کرنا، تو ان حقائق واقعیہ کے ہوتے ہوئے کیا کوئی صاحبِ عقل وخرد بقائمی ہوش وحواس اس بات کو تسلیم کرسکتا ہے کہ فرقہ سبائیہ کے فتنے کے سدباب کے لیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سزا کا اعلان کیا تھا؟ کیا تفضیلیہ نفس الامری طور پر ثابت کرسکتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو کہ

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تنقیص وتوہین اوران کی خلافت حقہ پر طعن کرنااور مجھے اللہ اور معبود ماننا یہ تمام باتیں تواپنی جگہ آج کے بعد مجھے اتنا معلوم ہوا، تا آخر؟

فقیر پورے وثوق سے کہتا ہے کہ ہر گز ثابت نہیں کرسکیں گے۔

تفضیلیہ کی انوکھی منطق ہے کہ جوفعل ان کے نزدیک جرم ہی نہیں ہے اس پر خلیفۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مفتری کی حد کا اعلان کر رہے ہیں اور جو فعل باجماع انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کفراور ظلم عظیم ہے اس پر کسی سزا کا اعلان تو درکنار اس مجلس میں اس کا ذکر تک بھی نہیں کیا تو تفضیلیہ کہتے کہ اس الحاد اور بے دینی کے فتنے کی روک تھام کے لیے خلیفہ نے انتہائی سخت قدم اٹھایا تھا۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا جو فعل جرم نہیں ہے اس پر سنگین سزا کا اعلان کرنا اور ظلم عظیم کا نام تک نہ لینا بے دینی کے فتنے کا سد باب ہے؟ کیا خلیفہ راشد سے ایسا کرنا متصور ہوسکتا ہے؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں ہوسکتا تو ثابت ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر پر مفتری کی حد لگانے کے پہلے اعلان کے وقت تک سبائیہ معرض وجود میں نہیں آئے تھے ،لہٰذا اس سزا کے اعلان کا پس منظر سبائیہ کے فتنے کا سد باب قرار دینا سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مخلصین سے کوئی شخص افضلیت علی کا نظریہ رکھتا بھی تھا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانۂ خلافت میں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کرنے کے بعد اس نے اپنا نظریہ ترک کردیا اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اتفاق واجماع کے علاوہ اہل حق میں دوسری کوئی رائے نہیں تھی۔

البتہ عبداللہ ابن سبا نے افضلیتِ علی کی رائے لوگوں کے ذہن میں ڈالی تو

فرقہ تفضیلیہ معرض وجود میں آیا۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ نے اس قول پر مفتری کی حد، سزا کا اعلان فرمایا۔ یہ لوگ محض افضلیت علی کے قائل تھے۔

اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ صرف سبائیہ ہی ابن سبا کے پیروکار ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسلامی تعلیمات وہدایات کے خلاف جب افکار ونظریات اپنا لیتا ہے تو اس کی گمراہی بیان کرنے کے وقت اس کے نظریات وعقائد میں جو سب سے سنگین ہوتے ہیں وہ بیان کیے جاتے ہیں اور انہی کے مطابق اس پر شرعی حکم لگتا ہے۔

تو اس ضابطہ کے مطابق عبداللہ بن سبا کا تعارف کراتے ہوئے ابن حجر قدس سرہ نے بھی اس کے سب سے سنگین نظریات وافکار کی نشاندہی کی ہے اور ان نظریات میں جو لوگ اس کے موافق تھے اُن کا حوالہ دیا ہے۔ ورنہ شیعہ تفضیلیہ، سبیہ وتبرائیہ، غلاۃ یعنی سبائیہ، تینوں فرقے ہی ابن سبا کی سازشوں اور فریب کاریوں کا نتیجہ ہیں جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ کے شروع میں مفصل تحریر فرمایا ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت کا خلاصہ:

حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں جب کفار (یہود ونصاری ومجوس ومشرکین) کے شہر عنایتِ ایزدی سے حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے بدست فتح ہوئے تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں ان لوگوں

نے غلبہ حمیت وشدتِ عصبیت کی وجہ سے ہاتھ پاؤں مارے اور قتال وجدال کا بازار گرم رکھا لیکن پے در پے نصرت الٰہی اہل اسلام کی مددگار رہی اور انہیں ناکامی اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک دوسرا حیلہ اختیار کیا اور مکر وفریب کی مضبوط منصوبہ بندی کی کہ ایک بڑی جماعت تیار کی جائے جو بظاہر مسلمان ہو کر اہل اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کا نور بجھانے کے لیے مسلمانوں میں بغض وعناد، فتنہ وفساد واقع کر دیں تاکہ ان کا اتحاد واتفاق ختم ہو جائے اور آپس میں قتل وغارت اور ایک دوسرے کی آبرو ریزی میں مصروف رہیں۔

جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے آخر میں مصر کے کچھ لوگ آپ کے خلاف ہو گئے تو اس جماعت نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اطراف واکناف سے مدینہ منورہ اکھٹے ہو گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی تو یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محبین مخلصین شمار کرنے لگے اور اپنا لقب، شیعہ علی رکھ لیا۔ بس پھر جس فتنہ وفساد کو برپا کرنے کے لیے سالہا سال سے بے تاب تھے اب اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ اس جماعت کا لیڈر عبداللہ بن سبا یہودی صنعانی تھا اس نے پہلے خاندان نبوی سے کمال محبت واخلاص کا اظہار کیا اور خود کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بڑا ہمدرد اور خیر خواہ، وفادار ظاہر کیا بایں وجہ لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنا لی اور اپنی فریب کاری کے جال میں پھنسا لیا تو سب سے پہلے افضلیتِ علی کا نظریہ ان کے ذہن میں ڈالا۔ اب اس کے بعد کے مضمون کی اصل عبارت ملاحظہ کریں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''اولا القانمود کہ جناب مرتضوی بعداز پیغمبر افضل مردم واقرب ایشانست بسوی پیغمبر (تا) ہرگاہ دید کہ تلامذۂ او بہ تفضیل جناب مرتضوی بر جمیع اصحاب قائل شدند وایں معنی دراذہان ایشاں رسوخ واستحکام پذیرفت جماعت راازخلص اخوان وبرگزیدۂ یاران خود راسر دیگر تعلیم کرد کہ جناب مرتضوی وصی پیغمبر بود وپیغمبر اورا بنص صریح خلیفہ ساختہ وخلافت او درقرآن از آیۃ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، مستنبط میشود ولکن صحابہ بغلبہ ومکر وصیت پیغمبر راضائع ساختند واطاعت خدا ورسول نکردند وحق مرتضٰی راتلف نمودند (تا) چوں دید کہ ایں تیر او ہم بر ہدف نشست وفتنہ وفساد درعقیدۂ اہل اسلام مداخلت کرد (تا) جماعت راازاخص الخواص شاگردان خود بر چیدہ درخلوت خالی از اغیار بعداز گرفتن عہد ومیثاق و پیمان وقسم سر دیگر باریک تر ونازک تر درمیان نہاد کہ از جناب مرتضوی چیز ہا صادر میشوند کہ مقدور بشر نیست (تا) اعلموا ان علیا ہو الالٰہ و لا الٰہ الا ہو۔ (تا) پس لشکریان حضرت امیر بسبب رد وقبول وسوسۂ ایں شیطان لعین چہار فرقہ شد۔

اول فرقہ شیعہ اولٰی وشیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہل سنت و جماعت اند برروش جناب مرتضوی درمعرفت حقوق اصحاب کبار وازواج مطہرات (تا) دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل میدادند وایں فرقہ آزادنامی تلامذۂ آں لعین شدند وشمہ از وسوسۂ او قبول کردند وجناب مرتضوی درحق اینہا تہدید فرمود کہ کسے را خواہم شنید کہ مرا بر شیخین تفضیل می دہد او را حد افترا کہ ہشتاد چابک است خواہم زد۔

سوم فرقہ شیعہ سبیہ کہ آنہارا تبرائیہ نیز گویند جمیع صحابہ را ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق می دانستند (تا) چہارم فرقہ شیعہ غلاۃ کہ ارشد تلامذہ و اخص الخواص یاران آں خبیث بودند قائل بالوہیت آنجناب شدند،، (تحفہ اثنا عشریہ، ص 5-4)

ترجمہ: ''عبداللہ بن سبا نے اولاً ان کے اذہان میں ڈالا کہ جناب مرتضوی بعد از پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام لوگوں سے افضل ہیں اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سب سے قریب ہیں (تا) جب دیکھا کہ اس کے تلامذہ جناب مرتضوی کی تمام صحابہ کرام پر تفضیل کے قائل ہو گئے ہیں اور یہ نظریہ ان کے اذہان میں راسخ اور مستحکم ہو چکا ہے تو اپنے خالص بھائیوں اور برگزیدہ دوستوں سے ایک جماعت کو دوسرا راز تعلیم دیا کہ جناب مرتضوی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصی ہیں۔ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نص صریح کے ساتھ انہیں خلیفہ بنایا ہے اور ان کی خلافت قرآن کی آیت، اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ سے مستنبط ہوتی ہے لیکن صحابہ نے غلبہ اور مکر کے ساتھ پیغمبر کی وصیت کو ضائع کر دیا اور خدا اور رسول کی اطاعت نہ کی اور مرتضیٰ کا حق تلف کر دیا (تا) جب اس نے دیکھا کہ اس کا یہ تیر بھی نشانے پر بیٹھ چکا ہے اور عقیدۂ اہل اسلام میں فتنہ و فساد نے مداخلت کی ہے (تا) اخص الخواص اپنے شاگردوں سے ایک جماعت کو چنا تو خلوت میں جہاں اغیار سے کوئی نہ تھا عہد و میثاق اور قسم لینے کے بعد ایک دوسرا راز باریک تر اور نازک تر درمیان میں رکھا کہ جناب مرتضوی سے ایسی چیزیں صادر ہوتی ہیں جو مقدورِ بشر نہیں ہیں (تا) یقینی طور پر جان لو کہ علی ہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (تا) پس حضرت امیر کے لشکری، اس شیطان لعین کے وسوسہ کے رد و قبول کے سبب چار گروہ ہو گئے:

پہلا گروہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین ہیں جو اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں جو اکابر صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے حقوق کی معرفت میں جناب مرتضوی کی روش پر تھے۔ (تا)

دوسرا گروہ شیعہ تفضیلیہ ہے جو جناب مرتضوی کو تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ فرقہ اس لعین کے آزاد نامی تلامذہ ہیں اور انہوں نے اس کے وسوسہ سے قلیل مقدار قبول کی ہے اور جناب مرتضوی نے ان کے حق میں تہدید فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے میں، میں سنوں گا کہ حضرات شیخین (رضی اللہ عنہما) پر مجھے فضیلت دیتا ہے تو اس کو افتراء اور الزام تراشی کی حد اَسی (80) کوڑے ماروں گا

تیسرا گروہ شیعہ سبیہ :اس کو تبرائیہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ تمام صحابہ کو ظالم وغاصب بلکہ کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ (تا)

چوتھا گروہ شیعہ غلاۃ: جو اس خبیث کے ارشد تلامذہ اور اخص الخواص دوست ہیں یہ آنجناب (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی اُلوہیت کے قائل تھے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی تحقیق اور تصریح سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حدِ مفتری کی سزا کا اعلان محض افضلیت علی کے قائل کے لیے کیا ہے اس کے ساتھ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بدخواہی اور مزید تنقیص و توہین اور ان کی خلافت حقہ پر طعن کرے یا نہ کرے۔

اگرچہ تفضیلیہ کا مبلغ علم یہی ہے کہ محض افضلیت علی کا قول کوئی جرم نہیں ہے لیکن حضرت اسد اللہ الغالب باب مدینۃ العلم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دینی بصیرت کا فیصلہ یہی ہے کہ محض افضلیت علی کا قائل بھی اسی (80) کوڑے کا مستحق ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ۔

تفضیلیہ نے عبداللہ بن سبا کے وسوسہ سے تھوڑی سی مقدار ہی قبول کی، محض افضلیت علی کے قائل ہوئے اور ان سے زیادہ اس کے وسوسہ کو قبول کرنے والا فرقہ سبیہ اور تبرائیہ ہے اور اس کے اوپر غلاۃ ہیں جو اُلوہیتِ علی کا نظریہ رکھتے ہیں یہ تفضیلیہ کے بعد معرض وجود میں آئے جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت سے تصریح گزر چکی ہے۔ اور حدِ مفتری کی تہدید اول الذکر یعنی تفضیلیہ کے لیے صادر ہوئی۔

ازالۂ شبہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی عبارت:

''وا اینہا ہمہ در یک وقت پیدا شدہ اند و بانی مبانی ایں ہر سہ طریق ہماں یک یہودی خبیث الباطن نفاق پیشہ بود،، (تحفہ اثنا عشریہ، ص5)

''اور یہ تمام گروہ ایک وقت میں ظاہر ہوئے ہیں اور ان تینوں کا بانی مبانی وہی ایک یہودی خبیث الباطن نفاق پیشہ ہے۔،،

اس میں ''یک وقت'' سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ دفعۃً اور بیک وقت تینوں گروہ معرض وجود میں آگئے تھے۔ اس لیے کہ مرحلہ وار اور بتدریج ان کے معرضِ وجود میں آنے کی تصریح خود حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کی ہے جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ بلکہ ایک وقت میں ظہور سے مراد یہ ہے کہ یہ تینوں فرقے یکے بعد دیگرے قریب قریب زمانہ میں اس طرح معرضِ وجود میں آئے کہ پھر ایک ہی وقت میں تینوں موجود تھے اور اپنے اپنے نظریہ کا پرچار کر رہے تھے۔

نعوذ باللہ من شرورھم۔

ضروری تنبیہ:

تفضیلیہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت حسن اور ان کے بعد تمام ائمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم افضلیت علی کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یہ ان نفوس قدسیہ پر سراسر افتراء اور بہتان ہے

ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانۂ خلافت میں برسرِ منبر خطبات میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے اعلان و بیان کے بعد بھی بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے حق میں افضلیت علی کے قائل ہونے کا دعویٰ سراسر افتراء اور بہتان عظیم ہے اور بعض ائمہ اہل سنت پر تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ تھوپنا بھی تفضیلیہ کی غلط بیانی ہے جس کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

ارشادات مرتضویہ کی روشنی میں دعوتِ حق اور اتمامِ حجت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ افضلیت کے بارے میں متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کثیرہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی شخصیت مقتدایانِ اہل سنت و جماعت سے ہے اور باقی تمام اسلاف اہل سنت و جماعت کا نظریہ اور عقیدہ بھی آپ کے عقیدہ اور ارشاداتِ عالیہ

کے عین مطابق ہے۔ جو موقف اور نظریہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے متعدد مرتبہ منبر پر مسجد میں عظیم اجتماعات میں بیان فرمایا ہے اور اس کے خلاف نظریہ پر اَسی (80) کوڑے سزا کا اعلان کیا ہے تمام اسلاف اہل سنت و جماعت کے نزدیک بلاشک و شبہ وہی حق اور صراط مستقیم وسنیت ہے کیونکہ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے عین مطابق ہے اور اس کا انکار محض باطل اور خالص گمراہی اور بدعت ہے۔

جواب طلب سوال:

کیا تفضیلیہ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ حق اور صراط مستقیم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو افضلیتِ علی کے نظریہ سے فوری توبہ کریں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ اپنانے کا اعلان کریں۔ اور اگر تفضیلیہ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ، حق اور صراط مستقیم نہیں ہے تو اس کا واضح اعلان اور بیان کریں۔ اور اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ بھی حق اور صراط مستقیم ہے اور تفضیلیہ کا نظریہ بھی حق اور صراط مستقیم ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق بھی حق اور صراط مستقیم ہے اور ان کی تکذیب اور انہیں جھٹلانا بھی حق اور صراط مستقیم ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك

فقیر کہتا ہے یہ تفضیلیہ کی روشن عقیدگی کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک جس مسئلہ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قدر اہتمام سے بیان فرمایا ہے اور حضرات مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت بھی انہیں حاصل ہے تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھٹلانا سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جب مانتے ہیں کہ حق علی کے ساتھ ہے جدھر علی اُدھر ہی حق ہے تو کیا مسئلہ افضلیت میں حق علی کے مخالفین کے ساتھ ہے جدھر مخالفین علی ہیں اُدھر ہی حق ہے اور باطل علی کے ساتھ ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔

حق دائر والی دھاندلی اور دھوکا دہی کی حقیقت ازالۂ شبہات کے باب میں واضح کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دوسرا سوال:

یہ ہے کہ اگر واقعی طور پر افضلیتِ علی پر اتنے دلائل ہیں اور اتنی آیات واحادیث سے افضلیتِ علی نفس الامری طور پر ثابت ہے جیسا کہ تفضیلیہ نے سینکڑوں صفحات بھر دیئے ہیں، تو کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو تفضیلیہ کے نزدیک اعلم الصحابۃ ہیں ان آیات واحادیث کو اپنی افضلیت کے دلائل سمجھتے تھے یا نہیں؟ اگر سمجھتے تھے تو پھر اپنی افضلیت کی بجائے افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا اعلان کیوں فرمایا؟ اور بالخصوص افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے کا اعلان کیوں فرمایا؟

اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان آیات واحادیث کو اپنی افضلیت کے دلائل نہیں سمجھتے تھے جبکہ بزعم تفضیلیہ فی الواقع وہ دلائل ہیں، تو پھر کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم میں تمام تفضیلیہ سے کمزور تھے کہ آپ کو اپنی افضلیت کی کوئی دلیل بھی معلوم نہ ہو سکی اور تفضیلیہ نے سینکڑوں صفحات بھر دیئے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب تفضیلیہ کے بیان کردہ دلائل کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی افضلیت کے دلائل نہیں سمجھا تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ افضلیتِ علی کے دلائل

ہرگز نہیں ہیں بلکہ تفضیلیہ دھاندلی کررہے ہیں۔ اس لیے ہمدردانہ گزارش ہے اللہ تعالیٰ اور حضور رسول اللہ ﷺ سے حیا کے بھی کچھ تقاضے ہیں ان کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ نیز موت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر بھی کرلی جائے۔ سراسر دھاندلی اور فریب کاری پر کمربستہ رہنا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔ دنیا والوں کو فریب دیا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دے سکتا۔

محبتِ اہل بیت کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ عملاً سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تجہیل کی جارہی ہے اور انہیں جھٹلایا جارہا ہے اور اس کے ساتھ اسلاف کرام پر افتراء اور بہتان باندھے جارہے ہیں اور اس ساری فریب کاری کا نام تحقیق رکھا جارہا ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسلاف کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مصدقین قرار دینے کی بجائے آپ کے مکذبین ٹھہرانے پر اصرار کیا جارہا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں خود ان کے اپنے ارشادات عالیہ کو قبول نہ کرنا اور دوسروں کے اقوال کو آپ کے ارشادات کے مخالف ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود حرف آخر قرار دینا اور دونوں قسم کے اقوال میں جمع اور توفیق کی کوئی صورت ہی قبول نہ کرنا جبکہ فی الواقع وہ دوسرے حضرات نظریہ اور عقیدہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخالف بھی نہیں ہیں اور خواہ مخواہ ہی افضلیتِ علی کا عقیدہ ان پر تھوپنا، بعض نصوص قرآنیہ کے عموم کی تخصیص، دوسری نصوص شرع کے ساتھ تطبیق کے لیے ضروری سمجھنا لیکن بعض روایات اور اقوال علماء کے عموم پر اتنی ضد کرنا کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترۃ المعنی اور ارشادات مرتضویہ متواترہ

اور اجماع اہل سنت سے ان روایات واقوال کی موافقت بھی ضروری نہ سمجھنا اور علمائے اعلام کی عبارات میں خیانتیں کر کے مبتدعہ کے نظریات کو بھی اہل سنت کے نظریات قرار دینا اور صریحاً جھوٹ بول کر ایسے علمائے اعلام واسلاف کرام پر بھی افضلیتِ علی کا عقیدہ تھوپنا جن کی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے پر تصریحات موجود ہیں۔ یہ کونسی امانت ودیانت کی پاسداری ہے؟ کیا عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کا عزم کر چکے ہیں؟

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار کرتے کرتے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر اجماع صحابہ ہونے کا بھی انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت کا انکار باجماع اہل سنت رافضیت ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے غلط بیانی کرتے ہوئے مقالات الاسلامیین مصنفہ حضرت امام ابوالحسن اشعری قدس سرہ کا حوالہ بھی دیا ہے، جبکہ قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے مزید جرأت کا مظاہرہ کیا اور صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد کا حوالہ دے کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار تھوپ دیا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب جھوٹ اور غلط بیانی پر ہی اتنی دلیری ہے تو وہاں سچ بولنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟

فقیر راقم الحروف تو بار بار یہی تاکید کرتا ہے کہ سنیت ہی میں فوز وفلاح ہے اس سے باہر نہ نکلیں لیکن اگر کوئی شخص حقائق سے باخبر ہونے کے باوجود سنیت پر مطمئن نہیں ہے اور تشیع ورافضیت کی راہ پر چلنا چاہتا ہے تو وہ اپنے نظریہ کا صاف

اعلان کردے فریب کاری اور دھوکا دہی سے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ نہ کرے۔

راقم الحروف تفضیلیہ کو دعوت دیتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محبین مخلصین ہونے کا مظاہرہ کریں دھاندلی پر مبنی افضلیتِ علی کے دلائل کے یہ سینکڑوں صفحات صاف شفاف پانی سے دھو ڈالیں اور بدعت اور گمراہی چھوڑ کر عقیدۂ اہل سنت اختیار کریں جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔"

اور اگر تفضیلیہ افضلیتِ علی کے عقیدہ پر ہی بضد ہیں تو پھر جواب طلب سوال یہ ہے کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی عظمت اور شان پوری طرح معلوم نہ تھی اس لیے انہوں نے مساجد میں منبر پر عظیم اجتماعات میں افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا اعلان کیا ہے اور بالخصوص افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی اور یقینی ہونے کی تصریحات فرمائی ہیں اور صرف اپنا ہی نہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عقیدہ بھی یہی بتایا ہے اور افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر کو اسی (80) کوڑے مارنے کی سزا سنائی ہے؟

کیا تفضیلیہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان ان سے بھی زیادہ جانتے ہیں اس لیے ان پر راز منکشف ہوا ہے کہ فی الواقع بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دلائل سے بے خبر تھے اس لیے مسئلہ افضلیت میں غلطی پر تھے اور تفضیلیہ حق اور صراط مستقیم پر ہیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ذلک

ازالۂ شبہ: کچھ تفضیلیہ کہتے ہیں افضل الامت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور آپ کو معلوم بھی تھا کہ میں افضل الامت ہوں، البتہ آپ نے کسر نفسی اور عاجزی کرتے ہوئے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو افضل قرار دیا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ اگر تفضیلیہ کی یہ بات مان لی جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مساجد میں منبر پر بار بار غلط بیانی کرنا اور جو شخص مسئلہ افضلیت میں سچ بولے اسے اسی (80) درے مارنے کی سزا سنانا اور سامعین سے افضل الامت کے بارے میں سوال کرنا اور ان کے صحیح جواب کو غلط قرار دینا اور اپنی غلط بات کا انہیں قائل کرنا اور اسی کے مطابق عقیدہ اختیار کرنے کا انہیں پابند کرنا، تفضیلیہ کے نزدیک یہ سب کسر نفسی اور عاجزی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ کوئی عقل کا دشمن ہی اسے کسر نفسی اور عاجزی قرار دے سکتا ہے۔ جبکہ کوئی صاحبِ عقل سلیم بقائمی ہوش وحواس یہ بات کہنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتا۔ کیا بے قصور اور سچ بولنے والے کو مفتری قرار دینا اور اس پر مفتری کی حد قائم کرنے کا اعلان کرنا ظلم ہے یا کسر نفسی اور عاجزی؟

گزارش یہ ہے کہ تفضیلیہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات حقیقت پر مبنی ہیں نہ کہ کسی کسر نفسی اور عاجزی پر اور افضلیتِ علی کے قائلین میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوسکتا جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ ومقام کو آپ کی ذات اقدس سے زیادہ جانتا تو درکنار آپ کے برابر بھی جانتا ہو، تو افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کے ارشادات عالیہ کی موجودگی میں اس بات کا کیا جواز ہے

کہ کہا جائے فلاں اور فلاں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل الامت کہا ہے؟ جب یہ بات ہی فی نفسہ غلط ہے اور اس کو درست ماننے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تکذیب لازم آتی ہے تو اس کا حوالہ دینے کا کیا جواز ہے؟

جب حق وہی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے تو پھر مسئلہ افضلیت میں آپ کی ذات اقدس کو اپنا امام اور مقتدیٰ ماننے کے لیے تفضیلیہ کیوں تیار نہیں ہیں؟ اگر تو مسئلہ افضلیت میں اتباعِ حق مقصود ہے تو پھر ارشادات مرتضویہ کے مطابق عقیدہ لازم اور ضروری ہے کیونکہ ان میں قرآن وحدیث اور عقیدہ صحابہ کرام کی ترجمانی کی گئی ہے۔

اور اگر اتباع ہویٰ (خواہشِ نفس کی پیروی) مقصود ہے تو پھر تفضیلیہ کا مرض لاعلاج ہے۔ لیکن اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور فیصلے کا ایک دن ہے جس میں کوئی دھاندلی اور مکاری نہیں چلے گی اور بفضلہٖ تعالیٰ وتوفیقہ اتمام حجت بھی ہو چکا جس کے بعد تفضیلیہ کا کوئی عذر باقی نہیں ہے تاہم ازالۂ شبہات کے لیے مزید گزارشات بھی پیش کی جائیں گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کوشش جاری رکھی جائے گی کہ انہیں قبول حق کی توفیق نصیب ہو جائے کیونکہ فقیر راقم الحروف کا مقصود صرف خیر خواہی ہے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب وما علینا الا البلاغ المبین۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ

افضلیتِ اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر و تصویب اور تصدیق:

امام المحدثین حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(الی ان قال) عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم،،

الحدیث: 3655 (صحیح البخاری مع فتح الباری 19/7)

قولہ: (باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ای فی رتبۃ الفضل، و لیس المراد البعدیۃ الزمانیۃ فان فضل ابی بکر کان ثابتا فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما دل علیہ حدیث الباب (الی ان قال)

قولہ: (کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ای نقول: فلان خیر من فلان الخ۔ (فتح الباری 19/7)

''باب: (مرتبۂ فضیلت میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت،،

شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

اور بعدیت زمانیہ مراد نہیں ہے اس لیے کہ بیشک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ دنیویہ میں ہی ثابت تھی جیسا کہ اس

باب کی حدیث اس پر دلیل ہے۔(فتح الباری)

''حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ہم (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں لوگوں (صحابہ کرام) کے درمیان تخییر وتفضیل کا عمل کرتے تھے۔(یعنی کہتے تھے فلاں فلاں سے افضل ہے) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب پر فضیلت دیتے پھر حضرت عمر بن الخطاب کو پھر حضرت عثمان بن عفان کو رضی اللہ عنہم۔''

''عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: کنا فی زمن النبی صلی الله علیه و سلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان، ثم نترك اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا نفاضل بینهم'' (صحیح البخاری مع فتح الباری 66/7)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر، ہم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مفاضلہ اور تخییر ترک کردیتے تھے۔'' قوله: (لا نعدل بابی بکر) ای لا نجعل له مثلا۔ (فتح الباری)

حضرت امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''قال سالم بن عبدالله ان ابن عمر قال: کنا نقول ورسول الله صلی الله علیه وسلم حی، افضل امة النبی صلی الله علیه وسلم بعده ابوبکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ عنہم'' (سنن ابی داود 280/2)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ میں ہم کہتے تھے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سب سے افضل، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (مرتبہ افضلیت میں) حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔''

شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''زاد الطبرانی فی روایۃ "فیسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینکرہ'' (فتح الباری 19/7)

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت میں مزید یہ بھی روایت کیا ہے:

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا یہ کلام سنتے تھے پھر اس پر انکار نہیں فرماتے تھے''

عظیم محدث حضرت عبداللہ بن امام المحدثین حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''قثنا یحیی بن سعید عن نافع عن ابن عمر (رضی اللہ عنہما) قال: "کنا نفضل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر و عمر و عثمان ثم لا نفضل احدا علی احد'' حدیث نمبر 53 (فضائل الصحابۃ ج اول ص 104) اسنادہ صحیح

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو (تمام صحابہ کرام پر) فضیلت دیتے تھے پھر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔''

عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال: کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی بکر ثم عمر

ثم عثمان ثم نترك ولا نفاضل بینهم ''

حدیث نمبر 54،(فضائل الصحابة ج اول،ص 106) اسنادہ صحیح

''حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (مرتبۂ فضیلت میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر باقی صحابہ کرام میں مفاضلہ ترک کر دیتے اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیتے۔''

عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر (رضی اللہ عنہما) قال: کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیّ: ''ابوبکر و عمر و عثمان ''

حدیث نمبر 55(فضائل الصحابة ج اول،ص 107) اسنادہ صحیح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ میں ہم کہتے تھے: حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم، (سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل ہیں)

عن الزهری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ ان عبداللہ بن عمر قال:

''انا کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی، افضل امة رسول اللہ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان۔

حدیث نمبر 56(فضائل الصحابة ج اول،ص 108) اسنادہ صحیح

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بیشک ہم کہتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیوی حیات مبارکہ سے جلوہ افروز تھے کہ اُمتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سب سے افضل آپ کے بعد حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔''

''عن نافع عن ابن عمر قال: "کنا نتحدث علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر ثم عثمان''

حدیث نمبر 57 (فضائل الصحابة ج اول، ص 108) اسنادہ صحیح

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں باہمی گفتگو کیا کرتے تھے کہ: بیشک اس امت میں سب سے افضل امت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔''

حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز نے روایت کیا ہے: کہ حضرت ابوصالح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''کنا نعد و رسول الله صلی الله علیه وسلم حی و اصحابه متوافرون۔ ابوبکر و عمر و عثمان ثم نسکت''

حدیث نمبر 58، (فضائل الصحابة ج اول، ص 108) اسنادہ صحیح

حدیث نمبر 4626، (مسند امام احمد 243/8)

''ہم (امت کے افضل اور بہترین افراد) شمار کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیوی حیات مبارکہ سے جلوہ افروز تھے اور آپ کے اصحاب بکثرت اور وافر تعداد میں تھے (ہم کہتے تھے) حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پھر ہم خاموش ہو

جاتے۔،،

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

''عن عمر بن اسید عن ابن عمر قال: کنا نقول فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رسول اللہ خیر الناس ثم ابو بکر ثم عمر''

حدیث نمبر 59، (فضائل الصحابۃ ج اول، ص 109)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم (صحابہ کرام) کہا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں پھر حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔،،

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اخرجہ خیثمۃ من طریق یوسف بن الماجشون عن ابیہ عن ابن عمر کنا نقول فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان ثم ندع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا نفاضل بینھم۔

(فتح الباری 20/7)

''حدیث مذکور کو خیثمۃ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابۃ میں یوسف بن الماجشون عن ابیہ ابی یوسف یعقوب الماجشون کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (کہ آپ نے فرمایا)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کہا کرتے تھے (امت مسلمہ میں سب سے افضل افراد) حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔ پھر ہم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے مابین تفضیل وتخییر) کو ترک کر دیتے ان کے درمیان مفاضلہ نہ کرتے

حضرت امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن امام اہل سنت احمد بن محمد حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه قال: كنا نقول على عهد النبى صلى الله عليه وآله وسلم: ابوبكر وعمر وعثمان، و يبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وآله وسلم فلا ينكره علينا۔"

حدیث نمبر 1357 (کتاب السنۃ 2/576-577) اسنادہ صحیح

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کہا کرتے تھے: حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم (تمام صحابہ کرام میں افضل ہیں) اور ہمارا ان حضرات کی افضلیت بیان کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا تو آپ ہم پر انکار نہ فرماتے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شخصیت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیدنا وابن سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی شخصیت کا مختصر تعارف علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

"عبدالله بن عمر بن الخطاب بن نفيل القرشى العدوى،

ابو عبدالرحمن (الى ان قال) اسلم مع ابيه وهو صغير لم يبلغ الحلم (الى ان قال) ان هجرته كانت قبل هجرة ابيه واجمعوا انه لم يشهد بدرا واختلف فى شهوده احدا: والصحيح ان اول مشاهده الخندق (الى ان قال)

يروى عن نافع ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رده يوم احد

لانه کان ابن اربع عشرۃ سنة واجازہ یوم الخندق وھو ابن خمس عشرۃ۔

(الی ان قال) عن مجاهد قال: ادرك ابن عمر الفتح وهو ابن عشرين سنة يعنى فتح مكة. و كان رضى الله عنه من اهل الورع والعلم و كان كثير الاتباع لآثار رسول الله صلى الله عليه وسلم، شديد التحرى و الاحتياط والتوقى فى فتواه و كل ما ياخذ به نفسه و كان لايتخلف عن السرايا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم كان بعد موته مولعا بالحج قبل الفتنة وفى الفتنة الى ان مات ويقولون: انه كان من اعلم الصحابة بمناسك الحج.

و قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لزوجته حفصة بنت عمر: ان اخاك عبدالله رجل صالح لو كان يقوم من الليل". فما ترك ابن عمر بعدها قيام الليل، و كان رضى الله عنه لورعه قد اشكلت عليه حروب على رضى الله عنه و قعد عنه (الى ان قال) عن ميمون بن مهران عن ابن عمر انه دخل عليه رجل سأله عن تلك المشاهد فقال كففت يدى فلم اندم والمقاتل على الحق افضل۔

و قال جابر بن عبدالله: ما منا احد الا مالت به الدنيا و مال بها، ماخلا عمر وابنه عبدالله۔

و قال ميمون بن مهران: ما رأيت اورع من ابن عمر ولااعلم من ابن عباس۔ وروى ابن وهب عن مالك، قال: بلغ عبدالله بن عمر ستا و ثمانين سنة وافتى فى الاسلام ستين سنة و نشر نافع عنه علما جما۔"

(الاستيعاب 1/569-570)

"حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی

رضی اللہ عنہما بلوغ سے قبل بچپن ہی میں اپنے والد کریم حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے (تا) بیشک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت اپنے باپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہجرت سے پہلے تھی اور علمائے سیَر کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے (عمر کم ہونے کی وجہ سے) اور غزوۂ احد میں ان کی حاضری میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جن غزوات میں آپ حاضر ہوئے ہیں ان میں پہلا غزوہ، غزوۂ خندق ہے۔ (اور اس کے بعد تمام غزوات میں شمولیت کی سعادت انہیں حاصل ہے)۔

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا تھا اس لیے کہ ان کی عمر چودہ سال تھی اور غزوۂ خندق کے دن انہیں شرکت کی اجازت عطا فرما دی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پندرہ برس کے تھے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فتح مکہ کو پایا ہے یعنی غزوۂ فتح مکہ میں شرکت کی ہے اور فتح مکہ کے موقع پر آپ کی عمر بیس سال تھی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اہل ورع (تقویٰ) اور اہل علم سے تھے اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع بہت کرتے تھے اور اپنے فتویٰ میں شدید تحری اور احتیاط اور حفظ ونگہداشت اور تقویٰ کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے اور ایسے ہی ہر اس امر میں جس کے ساتھ اپنے نفس کو اخذ کرتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنے بلوغ کے بعد سرایا (جہادی مہم پر جانے والے لشکر۔ غزوہ اور سریہ کے بارے میں اہل سیر کی اصطلاح اہل علم پر مخفی نہیں ہے) سے پیچھے نہیں رہتے تھے پھر رسول

اللہ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حج کرنے پر بڑے حریص تھے۔ فتنہ سے پہلے بھی اور فتنہ کے زمانہ میں بھی، یہاں تک کہ دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

اور علمائے اعلام و اسلاف کرام فرماتے ہیں: بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مناسکِ حج کا بہت زیادہ علم رکھنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: بیشک تیرا بھائی عبداللہ صالح مرد ہے کاش رات کا قیام کرتا ہوتا۔ پھر تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان مقدس سے آگاہی کے بعد) تاحیات قیام لیل ترک نہیں کیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ان کے ورع و تقوی اور کمالِ احتیاط ہی کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) جنگیں مشتبہ ہوگئیں اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا (بلکہ غیر جانب دار رہے جیسا کہ بعض دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔

(تا) حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگوں سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنا ہاتھ روکا ہے (ان جنگوں میں شمولیت نہیں کی) تو میں نادم اور پشیمان نہیں ہوں اور حق پر قتال کرنے والا افضل ہے۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم میں سے کوئی نہیں مگر دنیا اس کے ساتھ مائل ہوگئی اور وہ دنیا کے ساتھ مائل ہو گیا ماسوائے حضرت عمر اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کے (رضی اللہ عنہما)۔

اور میمون بن مہران نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے زیادہ صاحب ورع اور صاحب تقویٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ صاحبِ علم میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چھیاسی (86) سال عمر پائی ہے اور (آپ وہ عظیم انسان ہیں کہ) آپ نے اسلام میں ساٹھ (60) سال فتویٰ دیا ہے اور (آپ کے قابل صد فخر شاگرد رشید) حضرت نافع قدس سرہ العزیز نے آپ سے (اقتباس فیض کر کے) بہت علم پھیلایا ہے۔،، (الاستیعاب)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس مختصر تعارف سے واضح ہوا کہ آپ مجتہدین اور فقہاء صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ساٹھ (60) سال تک فتویٰ دینے کا آپ کو اعزاز حاصل ہے اور وہ بھی کمال ورع اور شدید احتیاط وتحری کے ساتھ اور آپ اعلم الصحابۃ بمناسک الحج میں سے ہیں اور آثارِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں آپ کا مقام تمام صحابہ کرام میں منفرد ہے جیسا کہ کتب احادیث وسیر کے خادم پر پوشیدہ نہیں اور اس پر علمائے اعلام کی تصریحات بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مذکور کے راوی

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہدِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرات شیخین کریمین اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پر افضلیت

بیان کرتے تھے اس حقیقت کو بیان کرنے والی حدیث مذکور جس کے بعض طرق میں صراحت ہے:

''فیسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینکرہ''

(کتاب السنۃ، طبرانی)

''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا بیان اپنے صحابہ کرام سے سنتے پھر اس پر انکار نہ فرماتے۔''

اس طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ نظریہ حدیث مرفوع تقریری بن گئی۔

فقیر راقم الحروف نے صرف مسند الامام احمد اور فضائل الصحابۃ از امام خیثمۃ بن سلیمان اور صحیح البخاری اور سنن ابی داؤد اور کتاب السنۃ از حضرت عبداللہ بن امام احمد اور فضائل الصحابۃ تصنیف لطیف حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ العزیز کی مذکورہ احادیث مبارکہ کی اسانید کے حوالے سے جائزہ پیش کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مذکور کے راویان پانچ جلیل القدر حضرات تابعین ہیں:

نمبر 1 حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

نمبر 2 حضرت نافع رضی اللہ عنہ

نمبر 3 حضرت ابو صالح ذکوان السمان المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

نمبر 4 عمر بن اسید رحمہ اللہ تعالیٰ

نمبر 5 ابو یوسف یعقوب الماجشون رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جلیل القدر تابعی ہیں ان کے بارے میں

حافظ الحدیث امام ابوعمر ابن صلاح نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

''وروینا عن ابن المبارك قال كان فقهاء اهل المدينة (الى ان قال) سبعة فذكر هؤلاء الا انه لم يذكر اباسلمة بن عبدالرحمن و ذكر بدله سالم بن عبدالله بن عمر ۔،، (رضی اللہ عنہم)

(مقدمة ابن الصلاح مع الشرح للامام زين الدين العراقى، ص 325)

نیز حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

''سالم بن عبدالله بن امير المؤمنين عمر بن الخطاب، الامام الزاهد، الحافظ، مفتى المدينة، ابو عمر، وابو عبدالله، القرشى العدوى المدنى ۔،،

(سير اعلام النبلاء 4/457-458)

اوراس کے بعد اتنا طویل ترجمہ ان کے محاسن کے بیان پر مشتمل نقل کیا ہے کہ اگر صرف اسی کا خلاصہ لکھا جائے تو ایک رسالہ تیار ہو جائے اس سے صرف ایک جملہ برکت کے لیے ملاحظہ کریں:

قال اشهب، عن مالك قال: لم يكن احد فى زمان سالم اشبه بمن الصالحين فى الزهد والفضل والعيش منه ۔،،

(سير اعلام النبلاء 4/459)

حضرت امام اشہب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں کوئی شخص نہ تھا جو زہد اور فضل اور زندگی گزارنے میں گزشتہ صالحین (حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم) کے زیادہ مشابہ ہو حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے۔''

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی ولادت حضرت امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی اور 106 ھ میں وفات ہوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ:

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جلیل القدر تابعی ہیں جن کے متعلق حضرت امام دار الہجرت مالک بن انس قدس سرہ العزیز کا فرمان الاستیعاب سے قریب ہی گزرا ہے۔ ''ونشر نافع عنہ علما جما۔''

''اور حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے (اقتباس فیض کرکے) بہت علم پھیلایا ہے۔''

اور علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوسری کتاب ''الاستذکار'' میں لکھا ہے:

''وکان نافع عندہ احد الذین یقتدی بھم فی دینہ۔''

(الاستذکار 14/240)

اور حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان نفوس قدسیہ سے ایک ہیں جن کی دین میں اقتداء کی جاتی ہے۔

حضرت امام ذہبی نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں بھی کافی تفصیل سے

ان کے محاسن کا ذکر کیا ہے آغاز یوں کیا ہے:

''نافع الامام المفتی الثبت عالم المدینۃ ابو عبداللہ القرشی ۔''

(سیر اعلام النبلاء 95/5)

حضرت یعقوب بن دینار الماجشون قدس سرہ العزیز بھی جلیل القدر تابعی ہیں حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

''الماجشون الاما م المحدث ابو یوسف یعقوب بن دینار او ابن میمون وھو ابن ابی سلمۃ المدنی الخ ۔'' (سیر اعلام النبلاء 370/5)

حضرت ابو صالح ذکوان السمان المدنی قدس سرہ العزیز کے ترجمہ میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''قال عبداللہ بن احمد عن ابیہ ثقۃ ثقۃ من اجل الناس و اوثقھم (الی ان قال) قال ابن معین ثقۃ و قال ابو حاتم ثقۃ صالح الحدیث۔ یحتج بحدیثہ و قال ابو زرعۃ ثقۃ مستقیم الحدیث وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث الخ ۔'' (تہذیب التہذیب 3/189-190)

''حضرت ابو صالح ذکوان السمان جلیل القدر تابعی ہیں اور ان کے ثقہ ثبت ہونے پر ائمہ اعلام کا اجماع ہے۔ فقیر راقم الحروف نے صرف چند ائمہ اعلام کے ارشادات نقل کئے ہیں، تفصیل تہذیب التہذیب ودیگر کتب میں ملاحظہ کریں۔

حضرت عمر بن اُسید قدس سرہ العزیز:

وہ عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریۃ الثقفی المدنی قدس سرہ العزیز جلیل القدر تابعی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ترجمہ میں بھی ان کے ثقہ ثبت ہونے کے خلاف کسی امام سے ایک حرف بھی ذکر نہیں کیا ملاحظہ ہو،

(تہذیب التہذیب 37/8)

حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور مسئلۂ افضلیت میں عقیدۂ اہل سنت

حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں بیان کردہ عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نظریہ اور موقف: افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر چونکہ احادیث متواترۃ المعنی موجود ہیں اور قرآن وحدیث میں بیان کردہ معیارِ افضلیت کی رو سے بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت ہی ثابت ہوتی ہے اس لیے خیر القرون سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اہل سنت وجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے البتہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت جمہور اہل سنت وجماعت کا موقف اور نظریہ ہے جبکہ بعض اہل علم حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں توقف کا نظریہ رکھتے ہیں اور بعض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ یعنی اختلاف صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے نہ کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وفی الحدیث تقدیم عثمان بعد ابی بکر وعمر، کما ھو المشھور عند جمھور اھل السنۃ وذھب بعض السلف الی تقدیم علی علی عثمان وممن قال بہ سفیان الثوری ویقال انہ رجع عنہ وقال بہ ابن خزیمۃ وطائفۃ قبلہ وبعدہ و

قیل لایفضل احدھما علی الآخر قالہ مالك فی "المدونة" و تبعہ جماعة منھم یحیی القطان و من المتأخرین ابن حزم و حدیث الباب حجة للجمھور۔"

(فتح الباری شرح صحیح البخاری 19/7)

ترجمہ: "اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر (فضیلت میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقدیم ہے جیسا کہ وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک مشہور ہے اور بعض سلف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدیم کی طرف گئے ہیں۔ اور سفیان ثوری ان لوگوں سے ہیں جو اس نظریہ کے قائل ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ سے رجوع کرلیا تھا (اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد افضلیت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا موقف اختیار کر کے جمہور کے موافق ہو گئے تھے)۔

اور ابن خزیمہ اور ان سے پہلے اور بعد ایک طائفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل اور تقدیم کا قائل ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے (بلکہ توقف اور سکوت اختیار کیا جائے)۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المدونۃ" (حضرت امام مالک کی کتاب کا نام ہے) میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔ اور ان کے پیچھے ایک جماعت نے یہی نظریہ اپنایا ہے۔ یحییٰ قطان رحمہ اللہ تعالیٰ انہی سے ہیں۔ اور متاخرین سے ابن حزم بھی اس کا قائل ہے۔"

اور صحیح البخاری کے اس باب کی حدیث (حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما) جمہور کی

حجت اور دلیل ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

فائدہ عظیمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث مذکور میں مسئلہ افضلیت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ نظریہ اور عقیدہ بیان فرمایا ہے جو عہدِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا۔ اوران نفوس قدسیہ کا تاحیات اس نظریہ پر قائم رہنا تو واضح امر ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہد نبوی والے اپنے نظریہ کو ترک کر کے نیا عقیدہ اختیار کریں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص جبکہ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر وتصویب بھی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ وللہ الحمد

ارشاداتِ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ درافضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''اما اقوال فاروق درافضلیت صدیق بیرون از حد شمار است تا آنکہ بحد تواتر رسیدہ است دربعض روایات خیر الناس گفتہ است ودربعض سباق الی الخیر ودربعض احق بالخلافۃ ومعلوم است کہ خلافت مشروط است بشروط کمال واحق بالخلافۃ اکمل مردمان است درآں صفات۔'' (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء 314/1)

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال وارشادات حدِ شمار سے باہر ہیں حتی کہ تواتر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔

بعض روایات میں ''خیر الناس '' (بعد از انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام لوگوں سے افضل) فرمایا ہے اور بعض میں ''سباق الی الخیر'' (نیکی کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے) اور بعض میں ''احق بالخلافۃ'' (خلافتِ نبوت کے سب سے زیادہ مستحق) اور یہ بات تو معلوم ہے کہ خلافتِ نبوت مشروط ہے شروطِ کمال کے ساتھ اور خلافتِ نبوت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو ان صفات میں تمام مردوں سے اکمل ہے۔،،

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات عالیہ سے بعض سپرد قلم کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر 1:

حضرت امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

حدثنا اسماعیل بن عبداللہ (الی ان قال) فقال عمر: بل نبایعك انت فانت سیدنا و خیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ عمر بیدہ فبایعہ وبایعہ الناس،، (صحیح البخاری حدیث 3668 ص 615-616)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے (قصہ سقیفہ بنی ساعدہ میں) پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر) فرمایا:

بلکہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اس لیے کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل اور ہم سب سے زیادہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اور پیارے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دست اقدس پکڑا اور ان کی

بیعت کر لی اور لوگوں (حاضرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

حدیث نمبر 2:

حدثنا ابراهيم بن موسى (الى ان قال) اخبرني انس بن مالك رضي الله عنه :انه سمع خطبة عمر الآخرة حين جلس على المنبر (الى ان قال) وان ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم و ثاني اثنين فانه اولى المسلمين بامور كم فقوموا فبايعوه۔،،(صحیح البخاری حدیث 7219،ص 1243)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا (بیعت صدیقی کے بارے میں) آخری خطبہ سنا جو آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے دوسرے دن منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا: (اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا) وان ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

اور بیشک (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) صاحبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ثانی اثنین ہیں اس لیے بیشک وہ تمہارے امورِ خلافت کا والی بننے کے لیے تمام مسلمانوں میں اَولیٰ اور زیادہ لائق ہیں، پس اُٹھو اور ان کی بیعت کر لو۔،،

حدیث نمبر 3:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی خطبہ روایت کیا ہے جو آپ نے اپنے آخری حج سے واپسی پر مسجد نبوی شریف میں بروز جمعہ برسر منبر ارشاد فرمایا۔ اس میں آپ نے بیعتِ خلافت کے بارے میں بھی خصوصی ہدایات فرمائی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے اچانک معرض وجود میں آنے پر قیاس

کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ ان جیسا دوسرا کوئی نہیں ہے چنانچہ فرمایا:

"لیس منکم من تقطع الاعناق الیه مثل ابی بکر (الی ان قال) و انه قد کان من خیرنا حین توفی الله نبیه صلی الله علیه وسلم۔"

(صحیح البخاری مع شرحه عمدة القاری 7/24)

"وفی نسخة: لیس فیکم. الحدیث.

وفی نسخة: قد کان خیرنا. الحدیث۔"

"یعنی تم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی شخص نہیں ہے جس کی طرف (کثرتِ سفر کی وجہ سے) اونٹوں کی گردنیں قطع کی جائیں گی (فضیلت وتقدم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا تم میں کوئی شخص نہیں ہے) (تا) اور بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے "افضل" تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دی۔"

شیخ الاسلام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی قدس سرہ نے فرمایا:

قوله: من تقطع الاعناق ای اعناق الابل یعنی تقطع من کثرة السیر حاصله لیس فیکم مثل ابی بکر فی الفضل والتقدم (الی ان قال) قوله وانه قد کان ای وان ابابکر قد کان من خیرنا بالخاء المعجمة و سکون الیاء آخر الحروف کذا فی روایة المستملی وفی روایة غیره بالباء الموحدة۔"

(عمدة القاری 10/24)

شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

قوله: (و لیس فیکم من تقطع الاعناق الیه مثل ابی بکر) قال

الخطابی: یرید ان السابق منکم الذی لا یلحق فی الفضل لا یصل الی منزلة ابی بکر فلا یطمع احد ان یقع له مثل ما وقع لابی بکر من المبایعة له اولا فی الملأ الیسیر ثم اجتماع الناس علیه و عدم اختلافهم علیه لما تحققوا من استحقاقه فلم یحتاجوا فی امره الی نظر ولا الی مشاورة اخری و لیس غیره فی ذلک مثله۔ انتہی۔" (فتح الباری 12/182)

"خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس" و لیس فیکم من تقطع الاعناق الیه مثل ابی بکر" (کی شرح میں) کہا ہے کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے: کہ تم میں سے وہ سابق جسے فضیلت میں کوئی نہ مل سکے وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ و مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس کوئی شخص طمع نہ کرے کہ اس کے لیے اس کی مثل واقع ہو جائے گا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے واقع ہوا یعنی اولاً قلیل جماعت میں ان کی بیعت کیا جانا پھر تمام لوگوں کا ان پر مجتمع ہو جانا اور اختلاف نہ کرنا، اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت بلا فصل کے مستحق ہونے کی انہیں تحقیق تھی جس کی وجہ سے انہیں آپ کے معاملہ میں کسی نظر و تامل اور مزید مشاورت کی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔

اور کوئی بھی دوسرا شخص اس امر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثل نہیں ہے۔"

حدیث نمبر 4:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید رقمطراز ہیں:

"و وقع فی روایة ابن اسحاق المذکورة فیما اخرجه الذهلی فی "الزهریات" بسند صحیح عنه حدثنی عبدالله بن ابی بکر عن الزهری عن عبید

الله عن ابن عباس عن عمر قال: قلت یامعشر الانصار ان اولی الناس بنبی الله ثانی اثنین اذهما فی الغار ثم اخذت بیده"

و وقع فی حدیث ابن مسعود عند احمد و النسائی من طریق عاصم عن زر بن حبیش عنه ان عمر قال: یامعشر الانصار الستم تعلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر ابابکر ان یؤم بالناس .فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابابکر ؟ فقالوا نعوذ بالله ان نتقدم ابابکر .و سنده حسن،

و له شاهد من حدیث سالم بن عبیدالله عن عمر اخرجه النسائی ایضا. و آخر من طریق رافع بن عمرو الطائی اخرجه الاسماعیلی فی مسند عمر بلفظ، فایکم یجترئ ان یتقدم ابابکر؟ فقالوا لا ایّنا. واصله عند احمد وسنده جید، و اخرج الترمذی و حسنه وابن حبان فی صحیحه من حدیث ابی سعید قال "قال ابوبکر: الست احق الناس بهذا الامر؟ الست اول من اسلم؟ الست صاحب کذا"-(فتح الباری شرح صحیح البخاری 12/187)

ترجمہ: اور واقع ہوا ہے ابن اسحاق کی روایت مذکورہ میں جس کا امام ذہلی نے ''الزہریات'' میں سند صحیح کے ساتھ اس سے اخراج کیا ہے (تا) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے کہا: اے گروہِ انصار بیشک سب لوگوں سے زیادہ قریب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، ثانی اثنین ہیں جب وہ دونوں غار میں تھے۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دست اقدس پکڑا (اور بیعت کرلی)۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جسے امام احمد اور نسائی

نے بطریق عاصم عن زر بن حبیش عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہِ انصار کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امر فرمایا کہ لوگوں کی امامت کریں، تو تم میں سے کون ہے جس کا نفس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تقدم (آگے بڑھنے) کے ساتھ خوش ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: "نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر"۔

ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے بڑھیں۔ اور اس کی سند حسن ہے اور اس کے لیے شاہد حدیثِ سالم بن عبید اللہ عن عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ اس کا اخراج امام نسائی نے بھی کیا ہے۔

اور دوسرا شاہد رافع بن عمرو الطائی کے طریق سے ہے۔ اس کا اخراج امام اسماعیلی نے مسند عمر (رضی اللہ عنہ) میں کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ:

"فایکم یجترئ ان یتقدم ابابکر؟

تم سے کون جرأت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے بڑھے؟ تو انہوں نے کہا ہم میں سے کوئی یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ اس حدیث کی اصل امام احمد کے پاس ہے اور اس کی سند جید ہے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا امام ترمذی نے اخراج کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے اور امام ابن حبان نے (بھی) اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے۔

کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں اس امر (خلافتِ نبوت) کا سب لوگوں سے مستحق نہیں ہوں؟

کیا میں اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے پہلا شخص نہیں ہوں؟

کیا میں ایسی صفات (فلاں اور فلاں اور فلاں) والا نہیں ہوں؟،،

فائدہ عظیمہ:

حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ میں جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہونا بیان کیا گیا ہے وہاں اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ کے خلافتِ نبوت کا سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت موجبہ آپ کی افضلیت ہی ہے اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہی کا حوالہ دے کر اور اس افضلیت ہی کی وجہ سے آپ کو خلافت بلافصل کا سب سے زیادہ مستحق قرار دیا گیا ہے۔

سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جواب

نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر ،ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں، اور مسجد نبوی شریف میں بیعت عامہ کے وقت حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات پر انکار اور اختلاف نہیں کیا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ باقی تمام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا بھی وہی موقف تھا جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا یعنی اس موقف پر سب اکابر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع واتفاق ہے۔وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

فتح الباری میں اس مقام پر آخر میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی امیر المؤمنین وخلیفۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد مقدس

بھی آپ کی افضلیت کی وجہ سے زیادت استحقاقِ خلافت بلافصل کے بارے میں موجود تھا تو فقیر نے ضمناً اسے بھی یہاں سپردِ قلم کر دیا ہے جس میں ''الست اول من اسلم ''یعنی آپ کے اول المسلمین ہونے کی تصریح بھی خود آپ ہی نے فرمائی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک

افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منکر کی سزا:

حدیث نمبر 5:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

''عن ابن ابی لیلی، قال (الی ان قال) ثم قال عمر: ابو بکر کان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کذا و کذا، قال: ثم قال عمر: من قال غیر ھذا اقمنا علیہ ما نقیم علی المفتری۔''

حدیث نمبر 396 (فضائل الصحابۃ 1/367-368) حدیث صحیح

(حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے جیسا کہ تفصیلی بیان گزر چکا ہے)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما نے فرمایا (تا) پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسے ایسے کمالات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں افضل تھے۔

ابن ابی لیلی رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے اس قول اور موقف کے خلاف قول کیا (یعنی کسی بھی دوسرے صحابی کو خیر الناس بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور افضل الصحابۃ قرار دیا) تو ہم اس پر وہی حد قائم کریں گے جو مفتری پر قائم کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 6:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

"عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال: خطب عمر بن الخطاب فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال: الا ان خیر ھذہ الامۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، فمن قال سوی ذلک بعد مقامی ھذا فھو مفتر علیہ ما علی المفتری۔"

حدیث نمبر 189 (فضائل الصحابۃ 1/222) حدیث صحیح کما تقدم بیانہ

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: خبردار بیشک اس امت میں سب سے افضل بعد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں میرے اس مقام کے بعد جس شخص نے اس کے سوا (دوسرا) قول کیا (کسی بھی دوسرے صحابی کو خیر ھذہ الامۃ اور افضل الامت قرار دیا) تو وہ مفتری ہے اس پر وہی حد ہے جو مفتری پر (قائم کی جاتی) ہے۔

ضروری تنبیہ:

حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ان دونوں ارشادات میں اس حقیقت کو واضح فرما دیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔

(الف) اس کے منکر کی سزا مفتری کی حد بیان فرمائی ہے۔

(ب) دوسری حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

"الا ان خیر ھذہ الامۃ بعد رسول اللہ ﷺ ابو بکر، الحدیث۔"

اس میں "ان" مضمون جملہ کی تاکید اور اس سے شک وشبہ کی نفی کے لیے ہے تو حدیث مذکور کا معنی یہ ہوا:

سن لو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے (یعنی یہ امر قطعی اور یقینی ہے) کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وللہ الحمد

(ج) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد مقدس مسجد نبوی شریف میں برسرِ منبر مقدس حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجتماع عام میں فرمایا ہے جس پر کسی صحابی نے انکار اور اختلاف نہیں کیا، جبکہ ان کی شان یہ ہے لا یخافون لومۃ لائم، کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی انہوں نے تقیہ کیا ہے۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ اور عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ ذات اقدس ہے جن کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ عزوجل جعل الحق علی قلب عمر ولسانہ۔"

حدیث نمبر 313 (فضائل الصحابۃ 1/307) اسنادہ حسن

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے عمر (رضی اللہ عنہ) کے دل اوران کی زبان پر حق رکھ دیا ہے۔''

فقیر کہتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعیہ بھی اس حق سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل اور زبان پر رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی برسرِ منبر اس حق کا متعدد بار اعلان فرمایا اور صرف افضلیتِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا موقف اور نظریہ بھی یہی بتایا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے منکر کے لیے مفتری کی حد کا اعلان فرمایا ہے جبکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات سیدنا ابوبکر الصدیق وسیدنا عمر بن الخطاب الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے منکر کے لیے مفتری کی حد لگانے کا اعلان فرمایا ہے جیسا کہ ارشادات مرتضویہ میں مفصل گزرا۔ لہذا افضلیتِ علی کے قائلین کو فرموداتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہیں اور ان سے انحراف پر کمر بستہ رہنے کی صورت میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اور نہ وہاں ڈھاندلی چل سکے گی۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

حدیث نمبر 7:

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن عمر رضی اللہ عنہ قال: کان ابوبکر سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحیح علی شرطهما ولم یخرجاہ۔
حدیث 4477 (المستدرک 282/3)

وافقہ الذہبی فی التلخیص علی شرط البخاری ومسلم۔

عن عمر بن الخطاب قال ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ھذا حدیث صحیح غریب۔ (جامع الترمذی 206/2)

''حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) ہمارے سردار ہیں اور ہم سب میں افضل ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیارے ہیں۔

یہ حدیث شرطِ شیخین (امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ) پر صحیح ہے۔ اور انہوں نے صحیحین میں اسے روایت نہیں کیا۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔''

صاحبِ زبدہ کی گوہر افشانی:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور پر صاحبِ زبدہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا اخراج کیا،

آپ نے کہا: ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں ہم سب میں اچھے ہیں اور سب سے زیادہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیارے ہیں (تا) سید وخیر کا مفہوم متبادر تو افضل ہوتا ہے اور سب سے زیادہ پیارا ہونے کو بھی افضلیت میں دخل ہے۔

سب سے پہلے تو علم المصطلح کی رو سے یہ بات قابل غور ہوگی کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تدریب الراوی'' میں حدیث موقوف پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اگر قیاس صحابی کو قول صحابی میں دخل نہ ہو تو حدیث لفظاً موقوف ہوگی مگر حکماً مرفوع ہوگی۔

یہاں چونکہ قولِ صحابی میں قیاسِ صحابی کو دخل ہے اس لیے اس حدیث کو مرفوع حکمی کا درجہ نہیں دیا جائے گا چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے لہذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ (زبدۃ التحقیق، ص 108، 109)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: پہلے صاحبِ زبدہ کے موقف اور مقصود و مدعیٰ کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے پھر چند گزارشات پیش کی جائیں گی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا اور دیگر صفات کا بیان فرمایا ہے، صاحبِ زبدہ کہتے ہیں: یہاں چونکہ قولِ صحابی میں قیاسِ صحابی کو دخل ہے اس لیے اس حدیث کو مرفوع حکمی کا درجہ نہیں دیا جائے گا چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے لہذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ (زبدہ، ص 109)

آخری جملہ: چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے، تا آخر۔ بغور ملاحظہ کرلیں۔

یعنی صاحبِ زبدہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور دیگر اوصاف کے بیان میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ جیسے دوستی کی بنا پر دو دوست ایک دوسرے کی خلافِ واقع اور جھوٹی تعریف کر دیتے ہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے الفاظ:

ابو بکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بھی دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں کیونکہ شیخین میں دوستانہ تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہ ارشادات صاحبِ زبدہ کے نزدیک ''من تراحاجی بگویم تو مراحاجی بگو'' کے قبیل سے ہیں، کہ میں تیری قصیدہ خوانی کرتا ہوں اور تو میری قصیدہ خوانی اور تعریفیں کر۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ کیسی روشن عقیدگی ہے؟ کیسی زبدۃ التحقیق ہے؟ نعوذباللہ من سوء الظن بالاسلاف الکرام

صاحبِ زبدہ سے جواب طلب سوالات:

(1) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف یہی نہیں فرمایا:

''ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' بلکہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر پر مفتری کی حد قائم کرنے کا اعلان بھی فرمایا ہے۔ کیا وہ بھی دوستی پر مبنی ہے؟

(2) کیا صرف دوستی کی بنا پر یہ جائز ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل الامت تسلیم نہ کرے اس کو افتراء اور بہتان باندھنے والے کی سزا دی جائے؟

(3) کیا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے جرائم کی حدود وتعزیرات

میں اسلامی قواعد وضوابط کی رعایت کی بجائے محض اپنی مرضی اور من مانی روا رکھی تھی؟

(4) کیا جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف وکمالات بیان کیے ہیں ان کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دشمنی تھی اس لیے وہ بیان حقیقت پر مبنی ہے؟

(5) اور اگر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دوست تھے اور بالیقین دوست ہی تھے تو کیا وہ بیان بھی دوستی پر مبنی ہے۔ حقیقت واقعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(6) کیا حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں ایسی بدگمانی کی سنیت میں کوئی گنجائش ہے؟

(7) جب نہیں اور یقیناً نہیں تو تحقیق کے نام پر عوام اہل سنت کو بدعقیدگی کی کونسی وادی میں دھکیلنا چاہتے ہیں؟

جب اکابر صحابہ کرام حتی کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ذوات مقدسہ کے بارے میں بھی ایسی سوچ ہے تو ایسی تحقیق انہیں کو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کا واسطہ اہل سنت کو اس ہلاکت اور بدعقیدگی میں مبتلا نہ کریں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تینوں صفات جو بیان کی گئی ہیں وہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہیں۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام جنتی مشائخ اور بزرگوں اور جوانوں کے سردار ہیں اور اس حدیث مرفوع کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی راوی ہیں۔ بعد از انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر صدیق تمام انسانوں سے افضل ہیں ان سے افضل پر سورج طلوع اور

غروب ہی نہیں ہوا، یہ بھی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مردوں میں سب سے پیارے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا صحیح بخاری و مسلم میں بھی یہ حدیث مرفوع یعنی حضور سرور کونین ﷺ کا ارشاد مقدس موجود ہے۔

یہ تمام احادیث مبارکہ مرفوعہ عربی متن کے ساتھ گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہیں۔اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیث مذکور میں درحقیقت اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ احادیث نبویہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ثابت شدہ شانوں اور عظمتوں کا خلاصہ بیان فرمایا ہے لیکن صاحبِ زبدہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اظہارِ حق کی بجائے دھاندلی اور دھوکا دہی میں مصروف ہیں۔

(8) سوال یہ ہے کہ جامع ترمذی کی حدیث مذکور جو کہ درحقیقت احادیث مرفوعہ صحیحہ کا خلاصہ ہے اگر صاحبِ زبدہ کے نزدیک اس حدیث کو مرفوع حکمی کا درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا تو پھر بھی اس کو دوستی پر مبنی خلاف واقع اور جھوٹی تعریف قرار دینا کونسی روشن عقیدگی اور سنیت ہے؟

(9) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی برسر منبر متعدد بار افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا بیان فرمایا ہے۔اور اس کے منکر کو اسی (80) کوڑے لگانے کا اعلان فرمایا ہے۔اب سوال یہ ہے کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حقیقت واقعیہ بیان فرمائی ہے یا صاحب زبدہ کے نزدیک یہ ارشادات بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے دوستی پر مبنی ہیں؟

اگر آپ نے ایک حقیقت واقعیہ بیان فرمائی ہے تو پھر تفضیلیہ کیوں آپ کو جھٹلانے پر کمر بستہ ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات کو دوستی پر مبنی کیوں قرار دیا ہے؟ اور اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یہ ارشادات بھی دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں تو یہ روشن عقیدگی تفضیلیہ ہی کو مبارک ہو جن کے نزدیک حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے مسجد میں منبر پر صرف دوستی کی بنا پر محض مبالغہ آرائی اور خلافِ واقع تعریفیں کی ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تنبیہ:

جامع ترمذی کی حدیث مذکور میں اگرچہ اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد میں منبر پر یہ ارشادات فرمائے ہیں لیکن افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیان میں دیگر ارشادات برسرِ منبر فرمانا متعدد احادیث مبارکہ میں وارد ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ایمان افروز حدیث نمبر 8:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک اور ایمان افروز ارشاد مقدس ملاحظہ فرمائیں:

الامام الحافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ حدثنا ابوبکر احمد بن اسحاق الفقیہ، حدثنا عیسی بن السکن، حدثنا موسی بن عمران، حدثنا ابن المبارک، عن ابن شوذب عن محمد بن جحادۃ عن سلمۃ بن کھیل، عن ھزیل بن شرحبیل قال: قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل

الارض لرجح بهم۔،،

حدیث 35 (الجامع لشعب الایمان 1/143-144) رجالہ ثقات

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا (ماسوائے حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے) تمام روئے زمین والوں کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان پر ضرور بھاری ہوگا۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس، جو درحقیقت حدیث مرفوع حکمی ہے، میں بڑے لطیف اور جامع اور ایمان افروز انداز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کمالِ قوت ایمان میں ایسے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ بعد از انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام اہل زمین مجموعی طور پر بھی قوت ایمانی میں ان کے برابر نہیں ہیں۔ وللہ الحمد

حضرت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے پُر مغز کلام سے اس حدیث مبارک کی نہایت نفیس اور لطیف تشریح و توضیح ہو جاتی ہے گو یہ کلام ابتدائی مباحث میں گزر چکا ہے لیکن تتمیم فائدہ اور تسکین قلوب کے لیے اس کا کچھ حصہ سپرد قلم کیا جاتا ہے۔ حضرت نے مدارِ افضلیت کے بیان میں فرمایا:

آیۂ کریمہ ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' تو نص جلی ہے کہ مدارِ افضلیت زیادت تقویٰ ہے اور بیشتر احادیث واخبار بھی اسی کی مثبت اور آیۂ کریمہ، وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ میں سبقت الی الخیرات، اور آیۂ کریمہ، لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ، الآیۃ اور بعض احادیث

واکثر محاوراتِ صحابہ میں سوابق اسلامیہ اور زمانہ غربت وشدتِ ضعف میں دین کی اعانت اور احادیث کثیرہ مرفوعہ وموقوفہ میں فضل صحبتِ سید المرسلین ﷺ اور بعض اقوالِ علماء میں کثرتِ نفع فی الاسلام اور مواضع اُخر میں ان کے سوا اور اُمور کو بھی مناطِ تفضیل ومابہ الافضلیت قرار دیا (تا) لیکن غور کامل وفحص بالغ کو کام فرمایئے تو درحقیقت کچھ اختلاف نہیں، اصل مدار ونقطۂ پرکاران سب اُمور کا واحد ہے، جس منبع سے یہ سب نہریں نکل کر پھراسی طرف لوٹ جاتی ہیں وہ کیا ہے یعنی کمالِ قوتِ ایمان کہ ایک صفت مجہولۃ الکیفیت ہے جو قلب مؤمن پر کنوزعرش سے فائض ہوتی ہے۔ عبارات اس کے اداوایضاح سے قاصر جو کچھ کہا جاتا ہے سب اس کے آثار وثمرات ہیں (تا)

پس لاجرم جسے اس صفت میں مزیت ہوگی وہی کمالِ خوف وخشیت الٰہی و امتثال اوامر واجتناب نواہی میں گوئے سبقت لے جائے گا اور یہی روحِ معنی و صورتِ تقویٰ ہے۔ اور پُر ظاہر کہ ایسے شخص کا بسبب قوتِ انبعاث داعیۂ خیر کے سباق الی الخیر ہونا لازم اور جب سباق الی الخیر ہوا تو اسلام کو نفع بھی اسی سے زیادہ پہنچے گا اور حکمت الٰہی تقاضا کرے گی کہ ایسے ہی لوگوں کو سلطانِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا مونس ورفیق ووزیر ومشیر کیا جائے اور ابتدائے اسلام میں جو وقت نہایت ضعف وکثرت اعداء ومزلت اقدام وتراکم آلام اور دلوں کے ہل جانے اور جگروں کے کانپ اٹھنے کا تھا---اسلام کے حفظِ ناموس کو گلہائے "نحن انصار اللہ" کا سہرا انہیں کے ---سوابق اسلامیہ کا بھی یہی منشا اور سوابق اسلامیہ پھر کثرتِ نفع فی الاسلام ہی کی خبر دیں گے۔ بالجملہ یہ سب امور ایک دوسرے سے دست وبغل ہیں (تا) قوتِ

ایمان وعلم باللہ کے سوا یہاں دوسری چیز ما بہ الافضلیت نہیں ہوسکتی۔

(مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، ص 117-118-119)

بحمد اللہ تعالیٰ اس نفیس کلام کی روشنی میں بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ گزشتہ حدیث مبارک میں کیسی جامعیت کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت بیان فرمائی گئی ہے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کا ارشاد مقدس

امام حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت عامہ کے موقع پر حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا

"و انا نری ابابکر احق الناس بھا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه لصاحب الغار و ثانی اثنین وانا لنعلم بشرفه و کبره، ولقد امره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلاۃ بالناس وھو حی.

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔"

حدیث 4478 (المستدرك 283/3)

وافقه الذهبی فی التلخیص علی شرط البخاری ومسلم

"اور بیشک ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کا تمام لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں زیادہ مستحق جانتے ہیں۔ بیشک وہ صاحب الغار اور ثانی اثنین ہیں اور بیشک ہم ان کا شرف اور بزرگی ضرور جانتے ہیں اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دنیوی حیات مبارکہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ضرور امر فرمایا ہے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

یہ حدیث شرطِ شیخین پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کا اخراج نہیں کیا۔،،

ضروری وضاحت:

مسجد نبوی شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت عامہ کے وقت حضرات مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عظیم اجتماع میں حضرت علی مرتضی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت بلا فصل کا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے زیادہ مستحق قرار دیا ہے اور اس کی علت اور وجہ زیادتِ استحقاق آپ کی افضلیت بیان فرمائی ہے، فرمایا:

انہ لصاحب الغار وثانی اثنین، تاآخر یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی افضلیت ہی کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں خلافت نبوت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ تو حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے دونوں مسائل واضح فرمادیئے ہیں۔

نمبر 1: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ''احق الناس بالخلافۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''ہیں۔

نمبر 2: اس لیے کہ وہ افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جسے انہوں نے ''انہ لصاحب الغار وثانی اثنین، تا آخر کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ وللہ الحمد

فائدہ عظیمہ:

حضرت علی مرتضیٰ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد مقدس سے بھی ثابت ہوا کہ ان نفوس قدسیہ کے نزدیک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔ اس لیے

کہ جب ان حضرات کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ مستحق خلافت بلافصل ہونا قطعی اور یقینی ہے کیونکہ فرمایا ہے:

''انا نری ابابکر احق الناس بہا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''

ہم یقینی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (آپ کی) خلافت بلافصل کا تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے زیادہ حق دار جانتے ہیں۔''

اور پھر خلافت بلافصل کے سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت آپ کی افضلیت بیان فرمائی ہے: ''انہ لصاحب الغار و ثانی اثنین و انا لنعلم بشرفہ و کبرہ الحدیث''، اب اگر ان نفوس قدسیہ کے نزدیک آپ کی افضلیت ہی ظنی ہوتی تو خلافت بلافصل کا سب سے زیادہ مستحق ہونا کیسے قطعی اور یقینی ہو گیا؟

ثابت ہوا کہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی اور یقینی ہے۔ وللہ الحمد

اور یہی مفہوم و معنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات کا ہے یعنی جو بات مسجد نبوی میں برسرِ منبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائی تھی وہی بات مسجد نبوی شریف میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمائی جس کا حاصل یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ افضل الصحابۃ اور افضل الامت ہیں اس لیے خلافت نبوت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ وللہ الحمد

بیعت صدیقی کے وقت مسجد نبوی شریف میں تمام اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جمع تھے ان میں سے کسی صحابی نے ان تینوں

حضرات کے ارشادات سے اختلاف نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ تمام اکابر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہ کا یہی موقف اور نظریہ تھا۔ درحقیقت یہ تینوں نفوس قدسیہ تمام اکابر مہاجرین وانصار کے ترجمان تھے ورنہ العیاذ باللہ دوسرے حضرات تقیہ کرنے والے نہ تھے کہ تقیہ کی بنا پر اختلاف نہ کیا ہو، اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبیلہ سب قبائل سے طاقتور تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر آپ تمام صحابہ کرام میں زیادہ قوت والے تھے اور نہ ہی سب سے زیادہ مالدار تھے اور نہ ہی آپ پہلے حکمرانی کر چکے تھے کہ آپ کو عملی تجربہ تھا اس کے باوجود سب سے زیادہ مستحق خلافت تھے تو اپنی افضلیت کی وجہ سے جیسا کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تصریح فرمادی ہے۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

شاہ عبدالقادر صاحب نے زبدہ میں مسئلہ افضلیت کے بیان میں دھاندلی کی ہے اور حقائق کو چھپایا ہے، کہتے ہیں چونکہ زیر بحث خلافت تھی لہذا اجماع خلافت پر تو ہوسکتا ہے افضلیت پر نہیں ہوسکتا کیونکہ افضلیت زیر بحث ہی نہ تھی۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ بلاشبہ خلافت زیر بحث تھی لیکن سوال یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب کرتے وقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیادتِ استحقاق اور وجہ ترجیح کی بنیاد کس چیز کو بنایا ہے؟ جب اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریحات موجود ہیں کہ وجہِ ترجیح اور زیادتِ استحقاق کی علت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہے تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ خلافت پر اجماع سے پہلے تمام اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے۔ اسی لیے تو انتخابِ خلیفہ کے

وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حوالہ دینا ہی اکابر صحابہ کرام نے کافی سمجھا۔

اور اگر افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اختلاف ہوتا تو اس موقع پر اس کا زیر بحث آنا ایک لازمی امر تھا اس لیے کہ خلیفہ کا انتخاب تو حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے کرنا تھا تو جب بعض حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حوالہ دے کر ان کا سب سے زیادہ مستحقِ خلافت ہونا بیان کیا تھا تو دوسری رائے رکھنے والے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لازماً بول پڑتے کہ ہمارے نزدیک جب ان کی افضلیت ہی مسلم نہیں ہے تو افضلیت کی بنا پر ان کا سب سے زیادہ مستحقِ خلافت ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے؟ کیونکہ وہ نفوس قدسیہ اظہارِ حق اور اعلانِ حق میں کسی کی پرواہ کرنے والے نہ تھے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان پر ایک ہی فیصلہ تھا حتی کہ امین الامت حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں:

''اتبایعنی وفیکم الصدیق وثانی اثنین؟'' (ابن سعد)

''کیا تم میری بیعت کرتے ہو حالانکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟''

اور امر خلافت کے بارے میں غلط فہمی کی بنا پر سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کا حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے فیصلہ کیا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے آگاہی کے بعد انہوں نے حق قبول کرلیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر حضرات انصار رضی اللہ عنہم بھی کہہ رہے تھے:

''نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر ۔،،(المستدرک)

''ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں ۔،،

اور حضرت فاروق اعظم و حضرت علی مرتضیٰ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جو انہوں نے حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی موجودگی میں فرمائے ہیں اور ان ارشادات سے اکابر صحابہ سے کسی مہاجر اور انصاری کا اختلاف کرنا بھی ہر گز ثابت نہیں ہے۔

تو ان حقائق واقعیہ کے باوجود افضلیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حضرات اکابر صحابہ کرام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع تسلیم نہ کرنا سراسر دھاندلی اور تحکم اور سینہ زوری ہے اللہ تعالیٰ سب کو قبول حق اور اظہار حق کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اور افضلیتِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشا پوری رقمطراز ہیں:

''ابو العباس محمد بن یعقوب (الی ان قال) عن عبداللہ رضی اللہ عنه قال: لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قالت الانصار: منا امیر و منکم امیر، قال فاتاھم عمر رضی اللہ عنه فقال: یامعشر الانصار الستم تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد امر ابابکر یؤم الناس فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابابکر رضی اللہ عنه؟ فقالت الانصار: نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر ۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔،،

حدیث 4479 (المستدرک 283/3) وافقه الذھبی فی التلخیص صحیح

امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے فرمایا:

واخرج النسائی وابویعلی والحاکم وصححہ عن ابن مسعود الخ

(تاریخ الخلفاء، ص 68)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو حضرات انصار نے کہا: ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم (مہاجرین) سے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے گروہِ انصار کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ضرور امر فرمایا کہ لوگوں کی امامت کریں۔ پھر تم میں سے کون ہے جس کا نفس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تقدم اور آگے بڑھنے کے ساتھ خوش ہوتا ہے؟ تو حضرات انصار بولے:

''نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر۔''

''ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔''

''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کا (صحیحین میں) اخراج نہیں کیا۔''

''حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابویعلی اور حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

فائدہ:

بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث شریف میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر رضی اللہ عنہ، کے جواب میں

حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک جواب: نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر، نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے پوری طرح معترف تھے۔ وللہ الحمد

امین الامۃ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما

فقیر راقم الحروف ارشاداتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اختتام اس ذات مقدس کے ارشاد پر کرتا ہے جسے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت محمدیہ کا امین قرار دیا ہے۔ وباللہ التوفیق

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''واخرج ابن سعد عن ابراھیم التیمی قال: لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتی عمر اباعبیدۃ بن الجراح فقال: ابسط یدك لابایعك، انك امین ھذہ الامۃ علی لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال ابو عبیدۃ لعمر: ما رأیت لك فھّۃ قبلھا منذ اسلمت، اتبایعنی و فیکم الصدیق وثانی اثنین؟ الفھۃ: ضعف الرای۔'' (تاریخ الخلفاء، ص 70)

''ابن سعد نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اپنا ہاتھ پھیلاؤ تا کہ میں تمہاری بیعت کرلوں بیشک تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس کے مطابق اس اُمت کے امین ہو۔ تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

جب سے آپ نے اسلام قبول کیا ہے اس بات سے پہلے میں نے آپ کی کسی بات میں رائے کی کمزوری نہیں دیکھی۔ کیا آپ میری بیعت کرتے ہیں حالانکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟،،

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس سے افضلیتِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اس افضلیت کی وجہ سے ان کا خلافتِ نبوت کا سب سے زیادہ مستحق ہونا، دونوں مسائل دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہیں۔

اتبایعنی وفیکم الصدیق وثانی اثنین؟

یعنی افضل الامۃ اور افضل الصحابہ حضرت ابوبکر صدیق وثانی اثنین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے آپ میری بیعت کرنا چاہتے ہیں اگرچہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس کے مطابق امین الامۃ ہوں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں خلیفہ بنوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کسی بھی دوسرے صحابئ رسول کا نام ذکر نہیں فرمایا کہ وہ تمہارے درمیان موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے تم میری بیعت کرنا چاہتے ہو؟ اور نہ ہی یوں فرمایا: کہ صدیق اور فلاں فلاں صحابہ کرام تمہارے درمیان موجود ہیں تو ان حضرات کے ہوتے آپ میری بیعت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر نام لیا ہے تو صرف اور صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھا جاتا تھا۔

اور اگر کوئی شخص اس اُمت کے امین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس

کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس کا مرض لاعلاج ہے کیونکہ حق قبول کرنا اس کا مقصود ہی نہیں ہے اس کے لیے صرف دعا کی جاسکتی ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ارشاداتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم در افضلیتِ فاروق اعظم وذوالنورین رضی اللہ عنہما

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں۔

(الف) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

حضرت امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ رقمطراز ہیں

"حدثنا وکیع (الی ان قال) عن زبید بن الحارث ان ابابکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر یستخلفه فقال الناس: تستخلف علینا فظا غلیظا. ولو قد ولینا کان افظ واغلظ فما تقول لربك اذا لقیته وقد استخلفت علینا عمر، قال ابوبکر: ابربّی تخوفوننی، اقول اللّٰھم استخلفت علیھم خیر خلقك الحدیث۔" (مصنف ابن ابی شیبہ 574/8)

"حضرت زبید بن حارث نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے لیے ان کی طرف پیغام بھیجا تو کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا: جو شخص نہایت سخت ہیں آپ انہیں ہم پر خلیفہ بنا رہے ہیں۔ اور اگر وہ منصب خلافت پر فائز ہوجائیں گے تو اور بھی زیادہ سخت ہوجائیں گے۔ تو آپ اپنے رب جل جلالہ سے جب ملاقات کریں گے تو اُسے

کیا جواب دیں گے حالانکہ آپ ہم پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر چکے ہوں گے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم مجھے میرے رب کا خوف دلاتے ہو؟ میں عرض کروں گا یا اللہ میں نے تیری مخلوق (تیرے موجودہ بندوں) میں سے سب سے افضل کو ان پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔

فائدہ عظیمہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس سے دو مسائل ثابت ہوئے:

(1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود تھے ان میں سب سے افضل حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

(2) خلافتِ نبوت کے لیے جو امر بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے وہ خلیفہ کی افضلیت ہے یعنی خلیفہ اُسے مقرر کیا گیا جو سب سے افضل تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بعد تمام امت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کے بارے میں اس قدر وثوق اور یقین رکھتے تھے کہ فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا: ''اللھم استخلفت علیھم خیر خلقك۔''

''یا اللہ! میں نے ان پر تیرے بندوں میں سے سب سے افضل کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول کے بعد خلافتِ نبوت کا سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت اور وجہ ترجیح ان کی افضلیت قرار دی ہے۔ وللہ الحمد

(ب) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات گزشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جن میں افضل الامۃ علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے اور ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے افضل الامۃ ہونے کی تصریح کے ساتھ دونوں حضرات کی افضلیت قطعی ہونے اور حضرات صحابہ کرام (مہاجرین وانصار) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی موقف اور نظریہ ہونے کی تصریح بھی ترجمان الصحابۃ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آچکی ہے۔ وللہ الحمد

(ج) گزشتہ صفحات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پانچ احادیث مبارکہ میں تصریح آچکی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین عہد نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت (کا نہ صرف یہ کہ نظریہ اور عقیدہ رکھتے تھے بلکہ اس کا برملا) بیان بھی کرتے تھے اور حدیث صحیح میں اس امر کی صراحت بھی آچکی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ترتیب افضلیت کے بیان پر اطلاع پانے کے باوجود اس پر انکار نہیں فرماتے تھے۔ یعنی حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا عقیدۂ صحابۂ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصدیق شدہ اور تصویب شدہ ہے۔ حدیث مرفوع تقریری صحیح سے ثابت ہے۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک قطعی ہے جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے اور حضرات

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف اور نظریہ ہے اور ان جمہور میں بنفس نفیس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں متعدد بار منبر پر بیان فرمایا ہے یعنی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جو موقف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی زیادہ واضح بیان فرمایا ہے۔ وللہ الحمد۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ افضل الصحابہ وافضل الامۃ ہیں:

حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے برابر کسی صحابی کو نہیں سمجھتے تھے۔ حتی کہ بیعت خلافت کے وقت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا انتخاب ان کی افضلیت کی بنا پر کیا گیا جیسا کہ کتب احادیث وسیر وتواریخ کے صفحات اس روشن بیان سے چمک رہے ہیں۔ بعض تصریحات ملاحظہ کریں۔ وباللہ التوفیق

پہلی حدیث:

حضرت امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

”حدثنا موسی بن اسماعیل: حدثنا ابو عوانة عن حصین عن عمرو بن میمون (الی ان قال) فلما فرغ من دفنه اجتمع هولاء الرهط فقال عبدالرحمن: اجعلوا امرکم الی ثلاثة منکم فقال الزبیر: قد جعلت امری الی

علی فقال طلحة: قد جعلت امری الی عثمان و قال سعد قد جعلت امری الی عبدالرحمن بن عوف فقال عبدالرحمن: ایکما تبرأ من هذا الامر فنجعله الیه واللہ علیه و کذا الاسلام لینظرن افضلهم فی نفسه فاسکت الشیخان فقال عبدالرحمن: افتجعلونه الی واللہ علی ان لا آلو عن افضلکم ؟ قالا: نعم، فاخذ بید احدهما فقال: لك قرابة من رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم والقدم فی الاسلام ما قد علمت، فاللہ علیك لئن امرتك لتعدلن ولئن امرت عثمان لتسمعن و لتطیعن، ثم خلا بالآخر فقال له مثل ذلك .فلما اخذ المیثاق قال: ارفع یدك یا عثمان فبایعه و بایع له علی وولج اهل الدار فبایعوه۔''

حدیث 3700 (صحیح البخاری، ص 622 تا 624) مطبوعہ دار السلام، الریاض

''جب امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فراغت ہوئی تو یہ گروہ: حضرات عثمان وعلی وزبیر وطلحہ وسعد وعبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم ایک جگہ اکٹھا ہوا۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے میں سے تین آدمیوں کو اپنا مختار بنادو تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا مختار بنایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا مختار بنایا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنا اختیار دیا۔

''فقال عبدالرحمن :ایکما تبرأ من هذا الامر فنجعله الیه واللہ علیه و کذا الاسلام لینظرن افضلهم فی نفسه فاسکت الشیخان۔''

''پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم دونوں حضرات میں سے جو خلافت کا طالب نہیں ہے، خلیفہ کا انتخاب ہم

اس کے سپرد کردیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان اور شاہد ہے اور اسی طرح اسلام (بھی اس پر نگہبان وشاہد ہے) کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت میں سے اپنے اعتقاد میں سب سے افضل کو دیکھ کر اسے خلیفہ مقرر کرے گا (اور صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت میں۔''لینظرن'' صیغہ امر ہے تو اس کے مطابق اس کا مفہوم ومعنی یہ ہوگا: کہ خلیفہ بنانے کے لیے اسے حضرات صحابہ کرام کی اس جماعت :ارباب شوریٰ میں سے اپنے اعتقاد میں سب سے افضل کو ضرور دیکھنا چاہیے اور اسے خلیفہ منتخب کرنا چاہیے) تو شیخان (حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما) خاموش ہوگئے۔''

''فقال عبدالرحمن افتجعلونه الی واللہ علی ان لا آلو عن افضلکم؟ قالا نعم:''

''توحضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم انتخابِ خلیفہ کا معاملہ میرے سپرد کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ مجھ پر نگہبان وشاہد ہے کہ میں تم میں سے افضل کو خلیفہ مقرر کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا؟ تو دونوں حضرات عثمان ذوالنورین وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں ہم نے خلیفہ کے چناؤ کا اختیار آپ کو دیا۔''

پھر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات میں سے ایک (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت حاصل ہے اور تم قدیم الاسلام ہو جو آپ کو معلوم ہے پس اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان وشاہد ہے۔ اگر میں تمہیں امیر اور خلیفہ بنادوں تو ضرور عدل کروگے اور اگر (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ مقرر کردوں تو ان کا حکم ضرور سنو گے اور ان کی اطاعت ضرور کروگے۔ پھر دوسرے صاحب (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے تنہائی میں ایسا ہی کہا پس جب (دونوں

حضرات سے) عہد و میثاق لے چکے تو فرمایا:

ارفع یدك یا عثمان - اے عثمان اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ پھر ان کی بیعت کر لی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی بیعت کر لی اور (پھر باقی) اہل مدینہ داخل ہوئے تو انہوں نے (بھی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔،،

ضروری تنبیہ:

یہ حدیث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان میں کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے اس میں بطور خاص یہ جملے:

''واللہ علیه و کذا الاسلام لینظرن افضلهم فی نفسه۔،،

''کہ اللہ تعالیٰ اس پر رقیب اور شاہد ہے اور ایسے ہی اسلام بھی کہ وہ اپنے اعتقاد میں ان حضرات ارباب شوریٰ میں سے سب سے افضل کو خلیفہ نامزد کرے گا۔،،

''افتجعلونه الی واللہ علی ان لا آلو عن افضلکم؟،،

''کیا تم خلیفہ کے چناؤ اور انتخاب کا معاملہ میرے سپرد کرتے ہو اور میری صوابدید پر چھوڑتے ہو اور اللہ تعالیٰ مجھ پر نگہبان اور شاہد ہے کہ میں تم میں سے افضل کو خلیفہ مقرر کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا؟،،

''قالا: نعم'' شرط مذکور پر خلیفہ کا تقرر اور تعین کرنے کی صورت میں حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہاں، ہم خلیفہ کا انتخاب تمہاری صوابدید پر چھوڑتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے بھی ثابت ہوا کہ ان نفوس قدسیہ کے نزدیک

خلافتِ نبوت میں خلیفہ کا افضل ہونا بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔

بالآخر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کردیا۔ تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ اور اسلام کو نگہبان اور شاہد یقین کرتے ہوئے ان حضرات ارباب شوریٰ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے افضل کو خلیفہ مقرر کیا ہے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔ وللہ الحمد۔

ازالۂ شبہ:

ممکن ہے کہ کسی شخص کو شبہ لاحق ہو کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا افضل الصحابۃ ہونا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ذاتی اور شخصی رائے ہو دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس رائے سے اتفاق نہ ہو۔

تو جواباً گزارش یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف ہی کی دوسری روایت سے اس شبہ کا ازالہ ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ میں نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا ہے اور ان کی رائے لی ہے تو وہ حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ ملاحظہ فرمائیں:

دوسری حدیث:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

حدثنا عبداللہ بن محمد بن اسماء (الی ان قال) ان المسور بن مخرمۃ

اخبرہ ان الرھط الذین ولاھم عمر اجتمعوا فتشاوروا فقال لھم عبدالرحمن:لست بالذی انافسکم عن ھذاالامر ولکنکم ان شئتم اخترت لکم منکم فجعلوا ذلك الی عبدالرحمن فلما ولوا عبدالرحمن امرھم فمال الناس علی عبدالرحمن حتی ما اری احدا من الناس یتبع اولئك الرھط ولا یطأ عقبه، ومال الناس علی عبدالرحمن یشاورونه تلك اللیالی حتی اذا کانت اللیلة التی اصبحنا منھا فبایعنا عثمان،قال المسور (الی ان قال) فلما صلی للناس الصبح و اجتمع اولئك الرھط عندالمنبر. فارسل الی من کان حاضراً من المھاجرین والانصار و ارسل الی امراء الاجناد و کانوا وافوا تلك الحجة مع عمر۔ فلما اجتمعوا تشھد عبدالرحمن ثم قال: اما بعد، یا علی انی قد نظرت فی امرالناس فلم ارھم یعدلون بعثمان فلا تجعلن علی نفسك سبیلا۔ فقال: ابایعك علی سنة الله و رسوله والخلیفتین من بعدہ. فبایعه عبدالرحمن و بایعه الناس:المھاجرون والانصار و امراء الاجناد والمسلمون۔،،

حدیث 7207 (صحیح البخاری، ص1241) مطبوعہ دار السلام، الریاض

ترجمہ: ''حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت جنہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نامزد فرمایا کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کریں گے، ایک جگہ جمع ہوئے اور امر خلافت کے بارے میں مشاورت کرنے لگے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے باقی پانچ حضرات سے فرمایا:

میں تو امر خلافت میں کوئی رغبت نہیں رکھتا۔ (خلیفہ نہیں بننا چاہتا) لیکن اگر تم چاہو تو تم میں سے ایک کو خلیفہ چن دیتا ہوں۔ تو باقی پانچوں حضرات نے خلیفہ کے چناؤ کا معاملہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا انہیں اختیار دے دیا کہ

اپنی صوابدید پر ایک صاحب کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ تو لوگ (اکابر صحابہ کرام ارباب رائے) حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی طرف جھکے (حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) لوگوں میں سے میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ وہ باقی پانچ حضرات کے پیچھے چلتا ہو۔

لوگ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی طرف ہی مائل ہوئے۔ ان راتوں میں انہیں سے مشاورت کرتے رہے حتی کہ جب وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تا) جب انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور یہ چھ حضرات منبر شریف کے پاس جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں سے جو حضرات مدینہ منورہ میں حاضر تھے، سب کی طرف پیغام بھیجا اور اسلامی افواج کے سرداروں کو بھی پیغام بھیجا جو مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ اور ان حضرات نے یہ حج حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔ جب یہ تمام حضرات جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے پڑھا: اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ پھر فرمایا: اما بعد، اے علی (رضی اللہ عنہ) بیشک میں نے لوگوں (اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ارباب رائے) سے مشاورت کی ہے اور ان کی رائے معلوم کی ہے تو میں نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے برابر کسی کو سمجھتے ہوں۔ لہٰذا تم محسوس نہ کرنا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہاری بیعت کرتا ہوں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دونوں خلفاء حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی سیرت پر۔ پھر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرات مہاجرین وانصار اور افواج کے سرداروں اور باقی

مسلمانوں نے (بھی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث شریف میں: اما بعد، یا علی انی قد نظرت فی امر الناس فلم ارھم یعدلون بعثمان فلا تجعلن علی نفسک سبیلا۔ کے الفاظ نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کردیا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد افضلیتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا موقف صرف حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ذاتی اور انفرادی رائے نہیں ہے بلکہ وہ دوسرے اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے ترجمان تھے اس لیے کہ خلافت کے معاملہ میں حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے گفتگو اور مشاورت کرنے والے حضرات اکابر مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی تھے ایسے اہم معاملہ میں عامی لوگوں سے مشاورت ہرگز نہ تھی۔

توحضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ نظریہ اگرچہ عہد نبوی سے چلا آرہا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے لیکن بطور خاص اس موقع پر بھی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اپنے موقف سے آگاہ کیا تھا۔اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد مسجد نبوی شریف میں منبر رسول کے پاس بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھ کر اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔

اور یہ حقیقت صرف کسی تاریخ کی کتاب میں منقول نہیں ہے بلکہ کتب احادیث میں اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے اور بطور نمونہ صحیح بخاری شریف کا حوالہ آپ ملاحظہ کرچکے ہیں۔

اور فقیر راقم الحروف نے صرف یہ ثابت کرنا ہے جمہور صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تقدیم اور تفضیل کے قائل ہیں اور یہ حقیقت اس حدیثِ بخاری سے صرف ثابت ہی نہیں بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ وللہ الحمد

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تصریح کے بعد بھی خدانخواستہ اگر کسی کو اطمینان نہیں ہے اور وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضلیت، جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس کا مرض لاعلاج ہے کیونکہ اس کا مقصود اتباعِ حق نہیں ہے بلکہ اتباع ہویٰ (خواہش نفس کی پیروی) ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

تیسری حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"عن النزال قال: "لما استخلف عثمان قال عبداللہ: امرنا خیر من بقی ولم نأل۔" حدیث 747 (فضائل الصحابۃ 564/1) اسنادہ صحیح

"حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت نزال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باقی ہیں ان میں سب سے افضل کو ہم نے امیر اور خلیفہ بنالیا ہے اور ہم نے (افضل کو خلیفہ منتخب کرنے میں) کوتاہی نہیں کی۔"

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''و اخرج ابن سعد والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال، لما بویع عثمان: امرنا خیر من بقی ولم نأل۔'' (تاریخ الخلفاء، ص154)

''ابن سعد اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

امرنا خیر من بقی ولم نأل۔''

ترجمہ، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدہ عظیمہ:

حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ارشادات عالیہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی ترتیب افضلیت کے تناسب سے انہیں خلیفہ منتخب کیا گیا ہے چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کو ان کے خلافت بلافصل کا سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت قرار دے کر انہیں خلیفہ بلافصل منتخب کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی وجہ سے اپنے آخری ایام میں حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشاورت اور ان کے اقرار افضلیت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔

جیسا کہ اللھم استخلفت علیھم خیر خلقك، سے خوب واضح ہے۔

اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے وقت حضرت عبدالرحمن بن

عوف رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں منبر رسول کے پاس کلمہ شہادت پڑھ کر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک موجودہ تمام صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ سے انہیں خلیفہ مقرر کیا۔

بحمد اللہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے صاحب زبدہ اوران کے ہم نوالوگوں کے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو صرف بحیثیت خلیفہ راشد، افضل تسلیم کرنے کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ یہ نظریہ سراسر باطل اور مردود ہے۔

اس لیے کہ حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے بحیثیت خلیفہ راشد کون افضل ہیں؟ یہ فیصلہ دور خلافت گزرنے کے بعد ہی ہونا تھا لیکن حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو تو ان کی افضلیت ہی کی وجہ سے خلیفہ منتخب کیا گیا جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصریحات سے خوب عیاں ہے۔اسی طرح چوتھے نمبر پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی افضلیت ہی کی وجہ سے خلیفہ منتخب کیا گیا۔اور یہ افضلیت ان نفوس قدسیہ کے لیے خلیفہ بننے سے پہلے عہد نبوی سے ہی ثابت تھی اور یہی اہل سنت اور مبتدعہ کے درمیان نزاعی امر ہے جبکہ تفضیلیہ دھاندلی کررہے ہیں کہ جو افضلیت موضوع بحث اور محل کلام ہے اس کے تو بالکل منکر ہیں اور دھوکا دہی کے لیے بحیثیت خلیفہ راشد افضل قرار دے کر سنیت کا تقاضا پورا کرنا چاہتے ہیں اور پھر اس کو بھی اہل سنت میں اختلافی امر قرار دیدیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ راشد، افضل ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ یہ تو مبتدعہ کی دھاندلی کا مختصر بیان تھا۔تاہم یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم مقاصدِ خلافت کی تکمیل میں بھی بلاشبہ افضل

ہیں۔ وللہ الحمد

(نوٹ) باقی رہا یہ شبہ کہ خلافت راشدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے افضلیت کو اگر بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ارباب شوریٰ کے انتخاب پر خلیفہ کا تقرر کیوں چھوڑا اور ان میں سے افضل کا تقرر خود ہی کیوں نہیں کر دیا۔ اور اس طرح کے دوسرے شبہات کا جواب اِن شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں آئے گا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق:

افضلیتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر

حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے

حضرت محدث علی بن سلطان محمد القاری قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"و فی المنتقی سئل ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ عن مذهب اهل السنة و الجماعة فقال ان نفضل الشیخین ای ابابکر و عمر و نحب الختنین ای عثمان و علیا رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین و ان نری المسح علی الخفین و نصلی خلف کل بر و فاجر و قال الامام الاعظم فی کتابه الوصیة: ثم نقر بان افضل هذه الامة یعنی و هم خیر الامم بعد نبینا محمد رسول الله صلی الله علیه و علی آله وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین۔" (شرح فقہ اکبر، ص 90)

''اور منتقیٰ میں ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مذہب اہل سنت وجماعت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

ہم حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو (باقی تمام امت پر) فضیلت دیتے ہیں اور حضرات ختنین یعنی حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں اور موزوں پر مسح جائز سمجھتے ہیں اور ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ (نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں)

اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الوصیۃ میں فرمایا:

پھر ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ اس امت یعنی جو خیر الامم ہے، میں ہمارے نبی کریم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے بعد بیشک سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم پھر حضرت عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی مرتضیٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بیانِ فوائدِ عبارت مذکورہ:

(الف) بحمد اللہ تعالیٰ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مذہب اہل سنت وجماعت کی علامت وپہچان اور اس کا تعارف اور مبتدعہ سے امتیاز بعض ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت اور اجماعی عقائد ومسائل کے ذریعہ کرایا ہے۔

اب اگر بالفرض حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں اہل سنت وجماعت کے درمیان اختلاف ہوتا اور یہ مسئلہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے نہ ہوتا اور کچھ صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر

ہوتے جیسا کہ تفضیلیہ کا دعویٰ ہے، پھر تو لازم آئے گا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے مذہب اہل سنت کی ایسی علامت و پہچان بیان کی ہے کہ اس کے مطابق بعض صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم جو بزعم تفضیلیہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جائیں۔ جبکہ یہ ناممکن ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مذہب اہل سنت و جماعت کی علامت ایسی بیان کریں جس سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کا سنیت سے خارج ہونا لازم آئے **نعوذ باللہ من ذلك**۔ اس سے ثابت ہو کہ امام اعظم کے نزدیک حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم اور حضرت علی مرتضیٰ و حضرت عبداللہ بن مسعود و دیگر اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے شاگردوں کے شاگرد ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلاواسطہ استفاضہ کرنے کی سعادت بھی حاصل کی ہے، اور ان کا مسکن وہ شہر ہے جہاں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سالہا سال بنفس نفیس جلوہ افروز رہے ہیں اور اسے اپنا دارالخلافۃ منتخب فرمایا۔ تو اس شہر کے اکابر علماء اعلام تابعین کرام جنہوں نے حضرت علی مرتضیٰ و حضرت عبداللہ بن مسعود و دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا تھا ان سے بلاواسطہ یا بالواسطہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے علم حاصل کیا ہے۔ نیز امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کا سلسلہ حضرات اکابر علماء کوفہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اکابر علماء حرمین شریفین سے بھی امام اعظم کا استفادہ کرنا ایک حقیقت واقعیہ ہے حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما المعروف امام باقر سے بھی سماعِ حدیث کی سعادت

حاصل کی ہے۔

اب اگر حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم میں یہ مسئلہ اختلافی ہوتا اور ان میں سے کچھ حضرات افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائل ہوتے تو اکابر تابعین اہل کوفہ اس سے ضرور باخبر ہوتے اور امام اعظم بھی اپنے اساتذہ کے ذریعہ اس سے واقف ہوتے۔ جبکہ اس کے برعکس امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مذہب اہل سنت کی پہچان کراتے ہوئے سرفہرست افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ بیان فرمایا ہے جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اکابر صحابہ کرام کے شاگردوں سے تلمذ اور علماء اعلام کے مسکن میں زندگی بسر کرنے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حرمین شریفین کے اکابر تابعین کرام سے استفادہ اور ملاقاتوں کے باوجود حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہلسنت و جماعت کے درمیان افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف کا نام ونشان بھی نہیں پایا تھا کیونکہ اگر کسی کو غلط فہمی تھی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس غلط فہمی کا ازالہ فرما دیا تھا۔ اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قائل بھی اپنی غلطی پر آگاہ ہونے کے بعد افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ اپنا چکا تھا۔ اس لیے انہوں نے مذہب اہل سنت و جماعت کی علامت اور پہچان ذکر کرتے ہوئے بعض ضروریاتِ مذہب اہل سنت و جماعت کے بیان میں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عقیدہ کو پہلے نمبر پر ذکر فرمایا۔

اور ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ اسی شہر کوفہ میں عظیم اجتماعات میں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے برسر منبر متعدد بار افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا بیان فرمایا تھا جو آپ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے اور یہ سب کچھ حضرت امام اعظم

رضی اللہ عنہ کے علم میں تھا اس لیے بلاشبہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وہی عقیدہ تھا جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا اور انہوں نے برسرِ منبر بیان فرمایا تھا۔

نیز کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو کرنے والے فرقہ کے لوگ بھی بکثرت موجود تھے اس لیے مذہبِ اہل سنت و جماعت کی ایسی علامت بیان کرنا ضروری تھا جو مبتدعہ سے اہل سنت و جماعت کو ممتاز کردے۔ تو سرفہرست افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ذکر فرمایا۔

لہٰذا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبارت مذکورہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے پر اجماعِ صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کی تصریح کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ جو مذہب صحابہ کرام کا ہے وہی تابعین کا ہے اور صحابہ کرام کے مذہب کی تفصیل حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے گزر چکی ہے۔ وللہ الحمد

(ب) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب الوصیۃ میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور کتاب الوصیۃ کے نام ہی سے اس کی اہمیت واضح ہے کہ اس کتاب میں بیان کردہ عقائد و مسائل حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرف آخر ہیں اور انہوں نے اہل اسلام کو اس کے مطابق عقیدہ رکھنے اور عمل کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔

اور اس کتاب میں تصریح ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہے۔ ملاحظہ کریں:

''ثم نقر بان افضل هذه الامة---بعد نبينا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم ابوبکر ثم عمر الخ۔''

''پھر ہم اقرار کرتے ہیں کہ بیشک اس امت میں سب سے افضل ہمارے نبی کریم حضور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔''

جبکہ یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جس امر میں کوئی شک نہیں ہے وہ قطعی اور یقینی ہے۔

نیز کتاب الوصیۃ کی تصریح کے مطابق حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیں۔ انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی صراحت کی ہے لیکن اس کے باوجود شاہ عبدالقادر صاحب نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر بھی افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ سچ بولنے کی توفیق بخشے۔ آمین رب العالمین

افضلیت حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم پر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دوسری تصریح

"و افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔"

(الفقۃ الاکبر مع شرحہ للمحدث علی القاری، ص 74-73)

"حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر بن الخطاب پھر حضرت عثمان بن عفان پھر حضرت علی بن ابی طالب ہیں رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔"

حضرت محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

"و لا یبعد ان یقال اراد الامام الاعظم رحمہ اللہ تعالی البعدیۃ الزمانیۃ (الی ان قال) والحاصل ان افضل الناس بعد الانبیاء علیہم السلام الخ۔" (شرح الفقہ الاکبر، ص 73)

"اور یہ قول (بھی) بعید نہیں ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی نے بعدیت زمانیہ مراد لی ہے (تا) اور حاصل عبارت یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔"

محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

"و قد حکی الاجماع علی ذلک و لا عبرۃ بمخالفۃ الروافض ھنالک۔"

(شرح الفقہ الاکبر، ص 73)

''اور اس پر اجماع بیان کیا گیا ہے۔ یہاں روافض کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔''

یعنی انعقادِ اجماع میں صرف اہلِ حق کا اتفاق ضروری ہے مبتدعہ کی مخالفت انعقادِ اجماع سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ وہ قابل اعتبار ہی نہیں ہے لہٰذا روافض کا افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تسلیم نہ کرنا اہلِ حق کے اجماع پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

وللہ الحمد۔

محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''ولا یخفی ان تقدیم علی رضی اللہ عنہ علی الشیخین رضی اللہ عنہما مخالف لمذھب اھل السنة والجماعة علی ما علیہ جمیع اھل السلف۔'' (شرح الفقہ الاکبر، ص 76)

''یعنی یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ جس موقف اور نظریہ پر تمام اسلاف کرام ہیں اس کے مطابق، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تقدیم وتفضیل بیشک مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف ہے۔''

اس عبارت میں بھی روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تقدیم وتفضیل کی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

حضرت امام طحاوی کے قلم سے امام اعظم اور صاحبین کے عقیدہ کا بیان:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے صاحبین رضی اللہ عنہم کی تحقیق یہ ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اہل علم حضرات پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف کرام بالخصوص حضرات ائمہ متبوعین رضی اللہ عنہم کے عقائد کوئی صدری نسخہ نہیں ہے بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ کتبِ عقائدِ اہل سنت میں تحریری صورت میں محفوظ ہیں تقریباً ہر مسلک کے ائمہ اعلام نے مفصل بیان کیے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ائمہ احناف نے بھی اپنے ائمہ کرام کے عقائد کا بیان کتب عقائد میں شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم اور حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضی اللہ عنہم کے عقائد کا سب سے زیادہ علم حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی رضی اللہ عنہ کو ہے جو احناف میں حضرات ائمہ ثلاثہ (امام اعظم اور آپ کے صاحبین) رحمہم اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے اعلم تسلیم کئے گئے ہیں۔ علم العقائد میں ان کی تصنیف لطیف ''العقیدۃ الطحاویۃ'' عقائد اہل سنت کے بیان میں عظیم تسلیم کی جاتی ہے۔

حضرت امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے اس کتاب مستطاب کے شروع میں تصریح فرمائی ہے:

''ھذا ذکر بیان عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ علی مذھب فقھاء الملۃ ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی و ابی یوسف یعقوب بن ابراھیم الانصاری و ابی عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضوان اللہ علیھم اجمعین۔'' (العقیدۃ الطحاویۃ، ص 3)

''یہ بیانِ عقیدۂ اہل سنت و جماعت کا ذکر ہے بر مذہب فقہاء ملت (امام اعظم) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی اور (امام) ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور (امام) ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔''

حضرت حجۃ الاسلام امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

و نثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم اولا لابی بکر الصدیق رضی الله عنه تفضیلا له وتقدیما علی جمیع الامة ثم لعمر بن الخطاب رضی الله عنه ثم لعثمان رضی الله عنه ثم لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه وهم الخلفاء الراشدون والائمة المهتدون۔'' (العقيدة الطحاوية، ص 14)

''اور ہم حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اولاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت ثابت کرتے ہیں تمام امت پر ان کی تفضیل وتقدیم کی وجہ سے۔ (یعنی تمام امت میں سے ان کے افضل اور مقدم ہونے کی وجہ سے)

پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے۔

پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے لیے۔

پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے۔

اور یہ نفوس قدسیہ خلفائے راشدین اور ائمہ مہتدین ہیں۔''

عبارت منقولہ میں تین مسائل بیان کیے گئے ہیں:

نمبر 1: خلافت بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

نمبر 2: آپ تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں سے افضل اور سب پر مقدم ہیں۔

نمبر 3: خلافت بلافصل کے سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت آپ کی افضلیت ہی ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامت ہونے کی وجہ سے، ہی خلیفہ بلافصل منتخب کئے گئے۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے: یہی حقیقت واقعیہ ہے جیسا کہ ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر برہان جلی ہیں۔

فائدہ: یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ جب امام اعظم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامت ہونے کی وجہ سے خلیفہ بلافصل (پہلا خلیفہ) منتخب فرمائے گئے، تو امر خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقدیم کی علت کے بیان سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں اس لیے آپ نے ان کو اپنے بعد خلافت کے لیے منتخب فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ سے آپ کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خلیفہ مقرر فرمایا اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ سے چوتھے نمبر پر آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔

اس سے ثابت ہوا حضرت امام اعظم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ترتیب افضلیت کے تناسب سے ان کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ و للہ الحمد

بحمد اللہ تعالیٰ فقیر راقم الحروف اس پر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تصریح

کتاب الوصیۃ اور الفقہ الاکبر سے پیش کر چکا ہے کہ امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت فاروق اعظم پھر حضرت عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت امام طحاوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"ونحب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ولا نفرط فی حب احد منھم و لا نتبرأ من احد منھم و نبغض من یبغضھم و بغیر الخیر یذکرھم و لا نذکرھم الا بخیر وحبھم دین و ایمان واحسان"

(العقیدۃ الطحاویۃ، ص14)

"اور ہم تمام اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں افراط اور غلو نہیں کرتے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بیزار ہوتے ہیں اور جو شخص ان سے بغض رکھے اور خیر اور بھلائی کے بغیر ان کا ذکر کرے، ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔ اور ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر صرف خیر اور بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت دین و ایمان اور احسان ہے۔"

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مستطاب میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے جتنے عقائد بیان فرمائے ہیں ان تمام کے بارے میں ان حضرات سے ایک جامع وضاحت تحریر فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"فھذا دیننا و اعتقادنا ظاھرا و باطنا و نحن براء الی اللہ من کل من خالف الذی ذکرناو بیناہ۔" (العقیدۃ الطحاویۃ، ص15)

"یہ ہمارا دین اور عقیدہ ہے ظاہر و باطن کے اعتبار سے اور ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے ہر اس شخص سے بیزار ہیں جس نے ہمارے ذکر کردہ اور بیان کردہ عقائد میں سے کسی مخالفت کی۔"

ضروری تنبیہ:

حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل وتقدیم میں اختلاف کے بارے میں اس کتاب میں صراحتاً کچھ ذکر نہیں کیا لہٰذا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تقدیم وتفضیل کے قائل سے بیزار ہونا ہرگز نہیں لازم آتا۔اور کتاب کے آخر میں دعا میں بھی اہل سنت و جماعت کے مخالفین سے بیزاری کی تصریح کی ہے۔ملاحظہ کریں:

ونسال الله تعالیٰ ان یثبتنا علی الایمان ویختم لنابه ویعصمنا من الاهواء المختلفة والاراء المتفرقة والمذاهب الرديّة مثل المشبّهة و المعتزلة والجهميّة والجبرية والقدرية وغيرهم . من الذين خالفوا السنة و الجماعة وحالفوا الضلالة ونحن منهم براء وهم عندنا ضلال و ارديا ء وبالله العصمة والتوفيق۔" (العقيدة الطحاوية،ص 15)

"اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے خواہشاتِ مختلفہ وآراء متفرقہ اور مذاہبِ ردیہ سے۔جیسے مشبہہ اور معتزلہ وجہمیہ اور جبریہ وقدریہ اور ان کے علاوہ جن لوگوں نے سنت و جماعت کی مخالفت کی ہے اور ضلالت وگمراہی کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور اسے لازم پکڑا ہے اور ہم ان سے بیزار ہیں اور وہ لوگ ہمارے نزدیک

گمراہ اور ردی ہیں۔ وباللہ العصمۃ والتوفیق۔"

نتیجۂ کلام:

حضرت امام طحاوی رضی اللہ عنہ کی تصریحات کے مطابق جب امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا مذہب، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت کرنا اور کسی صحابی رسول سے بیزار نہ ہونا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والے اور خیر و بھلائی کے بغیر ان کا ذکر کرنے والے شخص سے بغض رکھنا، اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت، دین و ایمان اور احسان ہے۔ نیز امام اعظم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام امت محمدیہ پر اپنی افضلیت اور تقدیم کی وجہ سے خلیفہ بلافصل منتخب کئے گئے۔ اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کا یہ دین و اعتقاد ہے اور جس شخص کا عقیدہ، عقائد مذکورہ کے خلاف ہے اس سے وہ بیزار ہیں تو ان حقائق مذکورہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے صاحبین رضی اللہ عنہم کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق ہے۔

اس لیے کہ بقول تفضیلیہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مسئلہ افضلیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافی تھا پھر تو لازم آئے گا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بزعم تفضیلیہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نہ رکھتے تھے ان سے حضرت امام اعظم اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ بیزار ہوں کیونکہ انہوں نے ہر اس شخص سے بیزار ہونے کی

تصریح کی ہے جو عقائد مذکورہ سے کسی بھی عقیدہ کا مخالف ہو جبکہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کے مطابق کسی بھی صحابی سے بیزار ہونے کی سنیت میں کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماعِ صحابہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وللہ الحمد

جبکہ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کیا امام اعظم قدس سرہ العزیز کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہے اور فضیلت میں تیسرے درجہ پر حضرت عثمان ذوالنورین اور چوتھے درجہ پر حضرت علی مرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہما وللہ الحمد۔ لیکن شاہ عبدالقادر صاحب کی غلط بیانی پر حیرت ہے کہ انہوں نے ''زبدۃ التحقیق،، نامی کتاب میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے اور ایسے ہی حضرت امام مالک و حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد رضی اللہ عنہم پر بھی یہی بہتان باندھا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کا نظریہ اور عقیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے

مسئلہ افضلیت کے بارے میں حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کی اپنی کتاب مستطاب سے ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

”(قال) و سالت مالکا من خیر الناس بعد نبیھم صلوات اللہ و سلامہ علیہ فقال: ابوبکر ثم قال او فی ذلک شك۔ (قال ابن القاسم) فقلت لمالك فعلی و عثمان ایھما افضل (فقال) ما ادرکت احدا من اقتدی بہ یفضل احدھما علی صاحبہ یعنی علیا و عثمان و یری الکف عنھما۔“

(المدونۃ الکبری 451/6)

لامام دار الھجرۃ مالك بن انس الاصبحی مطبوعہ دار الباز

”المدونۃ الکبری کے راوی حضرت امام عبدالرحمن بن قاسم نے کہا: اور میں نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا (کہ مرتبۂ فضیلت میں) حضور نبی کریم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعد (آپ کی امت میں) تمام لوگوں میں سے کون افضل ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کیا اس میں (کوئی) شک ہے؟ (یعنی یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے)

امام عبدالرحمن بن قاسم نے کہا: پھر میں نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا کہ ان دونوں حضرات میں سے کون افضل ہیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جن کی (دین میں) اقتداء کی گئی ہے ان میں سے کسی کو میں نے نہیں پایا کہ وہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو اس کے صاحب پر فضیلت دیتا ہو۔

اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے ایک کی دوسرے پر تفضیل کے بارے میں کفِ لسان اور سکوت و توقف کی رائے رکھتے تھے۔''

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کی اپنی تصنیف لطیف سے ان کا نظریہ اور موقف روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مرتبۂ فضیلت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں تمام لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ کی افضلیت قطعی ہے اس لیے کہ انہوں نے افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شک کی نفی کی ہے فرمایا:

او فی ذلك شك۔ اور صرف قطعی امر ہی میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خیر الناس کون ہیں تو اس بارے میں اس موقع پر حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہی نہیں کیا گیا جبکہ علامہ ابن عبد البر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب: ''الاستذکار'' میں حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کے موقف کی صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ افضل الصحابۃ ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آپ ملاحظہ کریں گے۔ اور ایسے ہی ترتیب المدارک میں بھی صراحت ہے۔

البتہ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان تفضیل کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور نظریہ، توقف اور سکوت بیان کیا گیا ہے

جبکہ مذہب مالکی کے مشہور امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 544ھ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ختنین شریفین رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں توقف اور سکوت کے موقف سے تفضیل عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع نقل کیا ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی تحقیق: افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے پر حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے

حضرت امام قاضی عیاض قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

قال اشهب: كنا عند مالك اذوقف عليه رجل من العلويين و كانوا يقبلون على مجلسه فناداه يا اباعبد الله فاشرف له مالك ولم يكن اذا ناداه احد يجيبه اكثر من ان يشرف برأسه فقال له الطالبی: انی ارید ان اجعلك حجة فيمابينی و بين الله، اذاقدمت عليه فسألنی قلت مالك قال لی. فقال له قل قال: من خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟

قال ابوبكر: قال العلوی: ثم من؟ قال مالك: ثم عمر. قال العلوی ثم من؟ قال الخليفة المقتول ظلماً عثمان.

قال العلوی: والله لا اجالسك ابدا. قال له مالك فالخيار اليك. قال عبدالرحمن بن القاسم عنه: ما ادركت احدا الا و هو يری الكف بين عثمان و علی ولا شك فی ابی بكر وعمر انهما افضل من غيرهما.

زادابن وهب عنه وعلى هذا مضى الناس وفی رواية ابی مصعب سئل مالك. من افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ و قال مالك ابو بكر، ثم قال: ثم من؟ قال: عمر، ثم قال: ثم من؟ قال: عثمان.

قیل ثم قال: ھاھنا وقف الناس ھولاء خیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الی ان قال) وفی روایۃ ابن وھب افضل الناس ابوبکر وعمر قلت ثم من؟ فامسك قلت: انی امرؤ اقتدی بك فی دینی فقال وعثمان۔

(ترتیب المدارك وتقریب المسالك لمعرفۃ اعلام مذھب مالك 90/1)

حضرت امام اشہب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود تھے جبکہ علویین (اولادِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے ایک شخص آپ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اور علوی حضرات آپ کی مجلس میں آتے تھے تو اس نے آپ کو پکارا ''یا اباعبداللہ'' تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔ اور جب آپ کو کوئی بھی شخص ندا کرتا اور پکارتا تو آپ اس سے زیادہ جواب نہیں دیتے تھے کہ اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھتے۔

تو طالبی (یعنی علوی مذکور) نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت بنالوں، جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو وہ مجھ سے سوال کرے تو میں جواب میں کہہ دوں کہ امام مالک نے مجھے یہی کہا تھا (یہی تعلیم فرمایا تھا) تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: بولو (کیا پوچھنا چاہتے ہو) تو اس شخص نے کہا:

من خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

(مرتبۂ فضیلت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد (آپ کی امت میں) تمام لوگوں میں سے افضل کون ہیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

علوی نے کہا: ثم من ؟ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

علوی بولا: ثم من ؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟

تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''الخلیفة المقتول ظلما عثمان''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے افضل وہ خلیفہ ہے جو ظلماً شہید کر دیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

(تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے اس جواب کے بعد) علوی بولا:

واللہ لا اجالسك ابدًا۔ اللہ کی قسم میں آپ کے پاس آ کر کبھی نہیں بیٹھوں گا (آپ کی مجلس میں کبھی نہیں آؤں گا)

تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: فالخیار الیك۔

آپ کو اختیار ہے (جو چاہیں اپنے بارے میں فیصلہ کرلیں)

امام عبدالرحمن بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: میں نے کسی کو نہیں پایا مگر وہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان تفضیل کے بارے میں کفِ لسان اور توقف کی رائے رکھتا تھا۔

''ولا شك فی ابی بکر و عمر انهما افضل من غیرهما''

اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے بیشک وہ دونوں حضرات اپنے ماسوا سب صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

اور ابن وہب نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مزید یہ بھی روایت کیا ہے:

''و علی هذا مضی الناس ''لوگ (یعنی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور تابعین عظام رحمھم اللہ تعالیٰ) اسی موقف اور نظریہ پر ہی گزرے ہیں کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بلا شک وشبہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

اور ابو مصعب کی روایت میں ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا

من افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

(مرتبۂ فضیلت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (آپ کی امت میں) سب لوگوں سے افضل کون ہیں؟

تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر سائل نے کہا: ثم من؟

پھر (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد) سب سے افضل کون ہیں؟

تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

پھر سائل نے کہا: ثم من؟

پھر (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد) سب سے افضل کون ہیں؟

تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔ تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ان تینوں حضرات کے بعد کون افضل ہیں؟

تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہاں پر (حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے بیان پر) لوگ (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) رکے ہیں (اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد افضلیت میں کسی کو نامزد نہیں کیا) یہ تینوں حضرات ابوبکر صدیق وعمر

فاروق اعظم وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ ہیں۔ (تا)

اور ابن وہب کی ایک روایت میں ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''افضل الناس ابوبکر و عمر''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

تو میں نے کہا: ثم من؟ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد کون افضل ہیں؟

تو امام مالک رضی اللہ عنہ بیان کرنے سے رکے، تو میں نے کہا: میں ایسا شخص ہوں جو اپنے دین میں تمہاری اقتداء کرتا ہوں، تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

فوائد عبارت مذکورہ:

(الف)

علوی شخص نے صرف سوال ہی نہیں کیا بلکہ حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کو پہلے آگاہ کیا ہے کہ آپ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت بنانا چاہتا ہوں کہ جب روز قیامت اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال فرمائے گا تو میں کہہ دوں گا کہ مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نظریہ اور عقیدہ اور عمل اسی طرح ہی بتایا تھا بس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ آپ ہوں گے۔

تو اس شخص کی طرف سے اس وضاحت کے بعد حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: قُل، جو کہنا چاہتے ہو کہو۔

تو اس نے سوال کیا: من خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ تا آخر۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مسئلۂ افضلیت کے بارے میں حضرات شیخین کریمین اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے عقیدہ پر حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اس قدر مطمئن تھے کہ اگر کوئی شخص انہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت بھی بنانا چاہے کہ جوابدہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ہوگی تو حضرت امام مالک اس پر بھی راضی تھے کیونکہ انہیں اپنے موقف کی حقانیت کا پورا وثوق تھا۔

(ب)

اس عقیدہ کی وجہ سے اگر کوئی علوی ان سے روٹھ جائے تو انہیں اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

(ج)

ولا شك فی ابی ابکر و عمر انهما افضل من غیرهم ، اس امر پر نص ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرات باقی سب سے افضل ہیں۔

(د)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ ہے کہ ان سے پہلے لوگ حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب اسی نظریہ اور عقیدہ پر تھے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ولا شك في ابی بکر و عمر انهما افضل من غيرهما وزاد ابن وهب عنه وعلى هذا امضى الناس۔

عبارت منقولہ سے خوب واضح ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مبلغ علم یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہونے پر امام مالک رضی اللہ عنہ سے پیش رو اہل اسلام حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کیونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور اس کی قطعیت بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: وعلى هذا امضى الناس۔

اور یہ بات دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی مخفی نہیں ہے کہ عبارت مذکورہ میں ''الناس'' سے مراد حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم ہیں۔ وللہ الحمد

اس سے واضح ہوا کہ صاحبِ زبدہ کا یہ دعویٰ کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت کے پہلے مدعی حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالی ہیں، یہ ان کی غلط فہمی اور بے خبری پر مبنی ہے حقیقت واقعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ تو تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی موقف اور نظریہ بتا رہے ہیں اور حضرات صحابہ کرام کے نظریہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تصریحات بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اسی لیے تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے بار بار افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت بیان کی ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

(٥)

عبارت منقولہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بیان کے بعد متعدد بار حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بیان

کرنا اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل کے بارے میں توقف اور سکوت کے موقف سے رجوع کرلیا تھا اور تفضیل عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا نظریہ اختیار کرلیا تھا حتی کہ ابن وہب کی روایت میں ہے، قلت: انی امرؤ اقتدی بك فی دینی۔

میں نے حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز سے عرض کیا: میں اپنے دین میں تمہاری اقتداء کرتا ہوں (اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے افضل ذات اقدس کی تعیین بھی فرمادیں تاکہ میں اس کے مطابق عقیدہ رکھوں)

تو اس کے جواب میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وعثمان رضی اللہ عنہ،، اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں،،

اس سے واضح ہوا اگر کوئی شخص دین میں حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ مسئلۂ افضلیت میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھے تب وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ پر ہوگا۔ وللہ الحمد

(و)

عبارت منقولہ میں حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی افضلیت بیان کرنے کے بعد حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال: کہ ان تین حضرات کے بعد افضل کون ہے؟ تو آپ کا جواب: ھاھنا وقف الناس ھولاء خیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واضح ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ ہے کہ افضلیت مطلقہ کے بیان میں حضرات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرات خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد کسی کو نامزد کرنے کا معمول نہ تھا۔ جیسا کہ حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں بیان کیا گیا ہے اور یہ درحقیقت امام مالک کی طرف سے حدیث مذکور کی صحت کا اعلان ہے۔ البتہ فضائل جزئیہ اور خاصہ میں نامزدگی ضرور رائج تھی اور وہ حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کے اس بیان کے منافی نہیں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ضروری تنبیہ:

حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کی مذکور تحقیق سے واضح ہوا کہ صاحبِ زبدہ کا یہ دعویٰ کہ: جملہ عباسیہ، علویہ، فاطمیہ، ہاشمیہ اور بیسیوں فقہاء و مجتہدین وافاضل صحابہ رضی اللہ عنہم افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔

یہ صاحبِ زبدہ کی غلط فہمی اور حقائق پر اطلاع نہ ہونے کا نتیجہ ہے یا بالارادہ غلط بیانی ہے۔ نفس الامر اور واقع سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے حتی کہ اگر کسی نے غلط فہمی سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو افضل الامت اور افضل الصحابہ سمجھ رکھا تھا تو آپ نے خود ایسے شخص کی اصلاح کر دی اور اسے سمجھا دیا کہ افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور پھر حضرت عمر فاروق اعظم ہیں رضی اللہ عنہما جیسا کہ اس کی تفصیل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور حضرت امام مالک وعلامہ ابن عبد البر اندلسی رحمہما اللہ تعالیٰ کا نظریہ اور عقیدہ الاستذکار سے:

حضرت امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"قال ابو عمر: وقد روی عن مالک رحمہ اللہ تقدیم الشیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما من روایۃ ابن القاسم وغیرہ. (الی ان قال) حدثنا عبد العزیز بن ابی حازم، قال: سألت مالکا فیما بینی و بینہ: من تقدم بعد رسول اللہ ﷺ؟ قال اقدم ابابکر و عمر، قال: ولم یزل علی ھذا۔

قال ابو عمر: جماعۃ اھل السنۃ وھم اھل الفقہ والآثار علی تقدیم ابی بکر و عمر و تولی عثمان و علی و جماعۃ اصحاب النبی علیہ السلام و ذکر محاسنھم ونشر فضائلھم والاستغفار لھم. و ھذا ھو الحق الذی لا یجوز عندنا خلافہ، والحمد للہ -" (الاستذکار 14/244)

ابو عمر (ابن عبد البر مالکی اندلسی) نے کہا:

حضرات شیخین کریمین ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تقدیم وتفضیل امام عبد الرحمٰن بن قاسم اور ان کے علاوہ (دوسرے اہل علم) کی روایت سے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ضرور مروی ہے (تا) عبد العزیز بن ابی حازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ (مرتبۂ فضیلت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (آپ کی امت میں سے) آپ کس کو مقدم اور افضل سمجھتے ہیں؟

توامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مقدم اور افضل سمجھتا ہوں۔

حضرت عبدالعزیز بن ابی حازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تاحیات اسی نظریہ اور عقیدہ پر قائم رہے۔

ابوعمر (علامہ ابن عبدالبر اندلسی مصنف الاستذکار) نے کہا:

جماعتِ اہل السنۃ اور وہ اہل الفقہ والآثار ہیں اس نظریہ اور عقیدہ پر ہے: کہ حضرات شیخین کریمین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ کرام سے مقدم اور افضل سمجھنا اور حضرات عثمان وعلی و جماعتِ اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت کرنا اور ان (سب حضرات) کے محاسن بیان کرنا اور (تقریر وتحریر کے ذریعے) ان کے فضائل نشر کرنا اور ان سب کے لیے استغفار کرنا۔ اور یہی موقف اور عقیدہ حق ہے جس کے خلاف نظریہ اور عقیدہ ہمارے نزدیک جائز ہی نہیں ہے۔ والحمد للہ

ضروری تنبیہ:

الاستذکار کی عبارت منقولہ بغور ملاحظہ فرمالیں:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قد روی عن مالك رحمه الله تقديم الشيخين ابوبكر وعمر رضی اللہ عنہما“

شروع میں ”قد“ حرف تاکید ذکر کیا پھر فرمایا ہے: من رواية ابن القاسم وغيره، جس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ بات تحقیقی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تقدیم وتفضیل اور

افضلیت مروی ہے۔اور راوی بھی صرف ایک شخص نہیں ہے بلکہ آپ کے تلامذہ جو کہ جلیل القدر ائمہ اعلام ہیں امام عبدالرحمن بن قاسم اور ان کے علاوہ متعدد ہیں۔اور اس کے بعد علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔اور اس میں حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز سے سوال بایں الفاظ کیا گیا:

من تقدم بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

اس میں بعدیت زمانیہ مراد نہیں ہے بلکہ بعدیت رتبی مراد ہے۔یعنی مرتبہ اور درجہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی ساری اُمت میں سے کس شخص کو آپ افضل اور مقدم سمجھتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: ''اقدم ابابکر و عمر رضی اللہ عنہما۔''

''میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سب سے افضل اور مقدم سمجھتا ہوں''

اور پھر حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کا تا حیات اسی موقف اور عقیدہ پر قائم رہنا بھی بیان کیا ہے۔

فرمایا: ولم یزل علی ھذا۔

اور اس کے بعد جماعتِ اہل سنت کا عقیدہ اور نظریہ بیان کیا ہے جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جس میں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا بیان سرفہرست ہے۔اور آخر میں وضاحت کر دی ہے کہ یہی موقف اور نظریہ حق ہے جس کے خلاف نظریہ ہمارے نزدیک جائز ہی نہیں ہے۔

اس پورے مضمون کو غور سے پڑھ لیں اس میں صراحتاً تو درکنار کیا اشارۃً یا

کنایۃً بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز نے صرف بحیثیت خلیفہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تقدیم اور افضلیت کا قول کیا ہے اور وہ بھی ان سے بصیغۂ تمریض منقول ہے؟

اب صاحبِ زبدہ کی کرم فرمائی ملاحظہ کریں:

صحابہ کرام اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم تک میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سکوت اور توقف تھا۔ بحیثیت خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے جناب شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تقدیم کا قول بصیغۂ تمریض ہے، جو کتاب الاستذکار ج 14 ص 244 پر مذکور ہے:

"وقد روی عن مالك تقديم شيخين ابی بكر و عمر رضی اللہ عنہما من روايات ابن القاسم وغيره۔" (زبدة التحقيق، ص 196)

اقول: ایسی تحقیق پر "لاحول ولا قوة الا باللہ" ہی پڑھنا چاہیے۔

کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک "قد" حرف تاکید فعل پر داخل ہو تو وہ فعل صیغۂ تمریض بن جاتا ہے؟ اور کیا جب متعدد ائمہ اعلام راوی ہوں تو وہ روایت ضعیف ہو جاتی ہے؟ اور کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت یا کم از کم سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلفاء تھے کہ ان پر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تقدیم وتفضیل صرف بحیثیت خلیفہ راشد ہے؟ لاحول ولا قوة الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ کا واسطہ انصاف اور دیانت کا خون تو نہ کریں۔

صاحبِ زبدہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

”لا شك فی ابی بکر و عمر انہما افضل من غیرہما و علی ہذا مضی الناس۔“ (ترتیب المدارک وتقریب المسالک)

اللّٰہم اہدنا الصراط المستقیم۔

نیز علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ:

قال ابو عمر: جماعۃ اہل السنۃ وہم اہل الفقہ والآثار علی تقدیم ابی بکر و عمر (الی ان قال) وہذا ہو الحق الذی لا یجوز عندنا خلافہ، والحمد للہ۔

سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے کیونکہ جس حق کا خلاف جائز ہی نہیں ہے وہ صرف قطعی ہے۔ وللہ الحمد

جبکہ صاحبِ زبدہ نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کے کھاتے میں بھی ڈالا ہے جس کی تفصیل آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ضروری وضاحت:

الاستذکار کی عبارت مذکورہ میں جماعتِ اہل سنت کا موقف اور نظریہ جو بیان کیا گیا ہے اس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے کیونکہ سب کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا عقیدہ رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ اور باقی جماعت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا اور ان کے محاسن بیان کرنا اور ان کے فضائل کی نشر واشاعت اور ان کے لیے استغفار لازم اور ضروری ہے۔

البتہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد، کیا حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان افضلیت کی ترتیب معین ہے یا نہیں؟ تو اس میں اختلاف ہے اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے بارے میں توقف کیا جائے اور کسی کو دوسرے سے افضل نہ کہا جائے اس لیے استذکار میں ان دونوں حضرات کے درمیان ترتیبِ افضلیت کا بیان نہیں کیا۔ جبکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک مذکور موقف کے ساتھ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی چاہیے۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز سے افضلیتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے پر اس قدر تصریحات کے باوجود شاہ عبد القادر صاحب نے زبدہ میں ان پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب کسی شخص کو نہ موت یاد ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہی کی فکر ہو تو اس کی تحقیق کا معیار یہی ہوتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور علامہ ابن عبد البر کی تحقیق، التمہید شرح الموطا سے:

علامہ ابن عبد البر مالکی قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق کتاب ''التمہید شرح الموطا'' سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا ایمان افروز بیان ملاحظہ کریں:

تفضیلیہ جس ذات اقدس کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے

ہیں ان کا اپنا موقف اور نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں سب سے افضل اور اَرفع واعلیٰ مرتبہ ومقام والے اور عند اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر عزت وکرامت والے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"ولا ینکر فضل علی مؤمن ولا یجهل سابقته وموضعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن دین الله عالم، وقد ثبت عنه رضی الله عنه انه فضل ابابکر علی نفسه۔ من طرق صحاح، وقال: خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر ثم عمر۔ وحسبك بهذا منه رضی الله عنه۔"

(التمہید شرح الموطا، 178/6)

اور کوئی مومن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا اور نہ کوئی عالم ان کی سبقت اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اور دین الٰہی میں اُنکے مقام سے بے خبر ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسانید صحیحہ کے ساتھ ضرور ثابت ہے کہ بیشک آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کو اپنی ذات سے افضل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

"خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر ثم عمر (رضی اللہ عنہما) (روحانی مرتبہ ومقام میں) رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر ہیں رضی اللہ عنہما۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تجھے یہی کافی ہے۔"

ضروری تنبیہ:

اگر اتباعِ حق مطلوب ہے تو مسئلہ افضلیت کی حقیقت سے آگاہی کے لیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان اقدس ہی کافی ووافی ہے کیونکہ اس میں مسئلہ افضلیت کے بارے میں ہر وسوسہ اور مغالطہ کے ازالہ کا مکمل سامان ہے اور ہر قلبی مرض کا شافی علاج ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قدر صاحبِ کمالات ہونے کے باوجود جب حضرات شیخین کریمین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو اپنی ذات پر فضیلت دی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انہیں ساری امت مسلمہ میں افضل قرار دینا اسانید صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے بلکہ ائمہ اعلام کی تصریح کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اعلان واقرار تواتر کے ساتھ ثابت ہے کیونکہ اسی 80 افراد اس کے راوی ہیں تو اس کے بعد کسی قسم کے شبہ اور تذبذب واضطراب کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ اگر کوئی شخص واقعی طور پر سنی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھتا ہے اور آپ کو اسد اللہ تسلیم کرتا ہے اور آپ کی زبان اقدس کو ترجمانِ حق سمجھتا ہے تو آپ کا جو عقیدہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور آپ نے مساجد میں منبر پر بڑے بڑے اجتماعات میں اسے بیان کیا ہے۔ اور وہ قرآن وحدیث کے دلائل سے مبرہن بھی ہے۔ تو اسے تسلیم کرنا اس شخص پر لازم اور ضروری ہے۔

اسی لیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روشن عقیدہ بیان کرنے کے بعد علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وحسبك بهذا منه رضی الله عنه۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بیان تجھے کافی ہے۔ یعنی اس کے بعد

اس مسئلہ میں مزید کسی وضاحت کی حاجت اور ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھٹلانا ہے۔

یہ ہے علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ اور عقیدہ جو انہوں نے مذہب مالکی کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علامہ ابن عبدالبر اندلسی قدس سرہ العزیز

حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف:

مروا ابابکر فلیصل بالناس کے تحت "التمهید شرح الموطا" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل کا زیادتِ استحقاق، کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ ثابت ہے اور اس مبسوط بحث میں اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک خلافت بلافصل کے زیادتِ استحقاق کی علت موجبہ آپ کی افضلیت ہی تھی تو حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپ کی افضلیت سے خلافت بلافصل کے زیادتِ استحقاق پر استدلال کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الصحابۃ اور افضل الامت ہیں۔

صفحات کثیرہ پر پھیلی ہوئی اس نفیس ولطیف بحث کے چند اقتباسات ملاحظہ کریں:

مقام اول: علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"وفی هذا الحدیث من الفقه ان القوم اذا اجتمعوا للصلاۃ فاحقهم

و اولاھم بالامامة فیھا افقھھم، لان ابابکر قدمه رسول الله صلی الله علیه وسلم للصلاة بجماعة اصحابه۔،،(التمھید 6/166-165)

اور اس حدیث میں فقہ سے یہ ہے کہ بے شک قوم جب نماز کے لیے جمع ہو جائے تو ان میں سے زیادہ حق دار اور اولیٰ، نماز میں امامت کے لیے، وہ شخص ہے جو ان میں سب سے بڑا فقیہ ہے، اس لیے کہ بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ نماز کے لیے مقدم فرمایا ہے۔

فائدہ:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکور سے جو مسئلہ استنباط کیا ہے اس سے واضح ہوا کہ ان کی دینی بصیرت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ بات تو دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی مخفی نہیں ہے کہ جو افقہ ہے وہی اعلم ہے تو اس سے واضح ہوا کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعلم الصحابۃ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی حقیقت واقعیہ ہے۔

مقام ثانی:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

قال ابو عمر: لما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "مروا ابابکر یصلی بالناس" فی مرضه الذی توفی فیه واستخلفه علی الصلاة وھی عظم الدین وکانت الیه لا یجوز ان یتقدم الیھا احد بحضرته صلی الله علیه وسلم فلما مرض استخلف علیھا ابابکر والصحابة متوافرون منھم علی وعمر وعثمان رضی الله

عنهم استدل المسلمون بذلك و بغيرہ علی فضل ابی بکر و علی انه احق بالخلافة بعدہ و علموا ذلك فارتضوا الدنیاهم و اما متهم و خلافتهم من ارتضاہ لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم لاصل دینهم و ذلك امامتهم فی صلاتهم۔

(التمهید شرح الموطا،167/6)

"ابوعمر (علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں فرمایا: مروا ابابکر یصلی بالناس۔

ابوبکر کو (میری طرف سے) امر کرو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور آپ ﷺ نے انہیں نماز پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔اور نماز معظم دین ہے اور نماز حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد تھی، کسی کے لیے جائز نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں نماز کی طرف (امامت کے لیے) آگے بڑھے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی تو نماز (کی امامت) پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (اپنا) خلیفہ مقرر فرمایا، حالانکہ حضرات صحابہ کرام بکثرت موجود تھے ان میں سے حضرت علی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ہیں تو مسلمانوں (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے حضور نبی کریم ﷺ کے اپنی حیات دنیویہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے اور اس کے علاوہ دیگر امور سے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی (باقی تمام امت مسلمہ پر) فضیلت پر استدلال کیا اور اس پر (بھی) استدلال کیا کہ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد (آپ کی) خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اس امر کو یقینی طور پر جان لیا تو انہوں نے اپنی دنیا (امور مملکت) اور اپنی امامت اور خلافت کے لیے اس ذات کو پسند کر لیا جسے ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے اصلِ دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور وہ نماز میں ان کی امامت ہے۔''

عبارت مذکورہ میں ''استدل المسلمون بذلك و بغيره على فضل ابى بكر و على انه احق بالخلافة بعده بطور خاص توجہ طلب ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے اپنی دنیوی حیات طیبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے اور دیگر امور سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے تمام امت پر آپ کی فضیلت پر استدلال پہلے کیا ہے اور خلافتِ نبوت کا سب سے زیادہ حق دار ہونے پر استدلال بعد میں کیا ہے اس لیے کہ خلافت بلا فصل کا سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علت موجبہ آپ کی افضلیت ہی بتائی ہے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے خوب واضح ہے۔

اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے:

فارتضوا لدنياهم و امامتهم الخ۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کے اصل دین کے لیے پسند فرمانے اور انہیں نماز میں اپنا خلیفہ بنانے کا شرف بخش کر سب پر فضیلت دینے کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے انہیں اپنا امام اور خلیفہ منتخب کر لیا۔

اور وصال مبارک کے قریب خلیفہ مقرر کرنے میں بیشک امامت کبریٰ اور خلافت بلا فصل کی طرف ارشاد اور راہنمائی مقصود تھی۔ لیکن حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو اس اعزاز سے نوازنے کا موجب بھی آپ کی افضلیت ہے جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"انما قوله لابی بکر یصلی بالناس انما اراد الخلافة و کان لابی بکر فضل بین علی غیرہ۔" (التمہید شرح الموطا، 167/6)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے یصلی بالناس لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد خلافت بلافصل کی طرف راہنمائی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے ماسوا پر واضح فضیلت ہے (اس فضیلت ہی کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے خلافت بلافصل کو پسند فرمایا)۔

مقام ثالث:

و کان یحب ان یکون ابو بکر الخلیفة بعدہ (الی ان قال) و قد جاءت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آثار تدل علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسرہ و یعلم ان الخلیفة بعدہ ابو بکر واللہ اعلم منها قوله صلی اللہ علیه وسلم: اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ (التمہید 168/6)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو محبوب رکھتے تھے (پسند فرماتے تھے) کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ (بلافصل) ہوں (تا) اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث و آثار آئے ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلافصل ہونا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسرور کرتا تھا اور آپ یقینی طور پر جانتے تھے کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ واللہ اعلم

ان احادیث و آثار سے ہے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مقدس:

''اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔''

''ان دونوں کی اقتداء کرو میرے بعد (جو کہ بعد دیگرے میرے خلیفہ ہیں) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی۔''

مقام ثالث سے ثابت شدہ حقائق:

نمبر 1: احادیث مرفوعہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو یہ چیز محبوب تھی اور مسرور کرتی تھی کہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔

نمبر 2: حضور سرور کونین ﷺ یقینی طور پر جانتے تھے کہ آپ کا خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

نمبر 3: تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم فرمایا ہے اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سب کا مقتدا ٹھہرایا ہے۔

پہلے دونوں امور سے افضلیتِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تیسرے امر سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما خوب نمایاں ہے۔

پہلی ایمان افروز حقیقت:

اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس میں ایسے محاسن تھے جن کی وجہ سے حضور رسول کریم ﷺ اسی چیز کو پسند فرماتے تھے کہ آپ کا خلیفہ بلافصل آپ کا یار غار ہی ہو۔ اور بلاشبہ وہ خوبیاں اور محاسن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا موجب تھیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو یہ امر

مسرور کرتا تھا اور محبوب تھا کہ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں افضل کی موجودگی کے باوجود ایک مفضول شخص آپ کا نائب اور خلیفہ بنے۔

بلکہ حدیث مرفوع صحیح: ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔

(یعنی نبی کریم ﷺ کی خلافت بلافصل کے لیے اللہ تعالیٰ اور مؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا باقی سب کا انکار کرتے ہیں) کی رو سے لازم آئے گا کہ صرف حضور نبی کریم ﷺ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور حضور رحمت عالم ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صرف ایک مفضول شخص کی امامت اور خلافت کو ماننے کے علاوہ کسی کی خلافت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے اگرچہ وہ افضل ہی کیوں نہ ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جسے کوئی صاحبِ عقل وخرد بقائمی ہوش وحواس درست تسلیم نہیں کر سکتا۔

نیز حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان:

"انزلوا الناس منازلھم۔" (سنن ابی داود 309/2)

"یعنی لوگوں کے منازل ومراتب کی رعایت کرو، انہیں ملحوظ رکھو۔"

کے مطابق ہر شخص کو اس کے حسبِ حال نوازا جانا چاہیے تو خلافتِ نبوت جو نبوت کے بعد سب سے بڑا منصب اور اعزاز ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور حضور سرور کونین ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس امر پر اتفاق کر لینا کہ یہ منصب نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل اور عظیم مرتبہ ومقام والے شخص کو ہرگز نہیں دیا جا سکتا بلکہ مفضول اور ادنیٰ کو سونپا جانا ضروری ہے۔ تو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو عقلِ سلیم کی نعمت سے محروم ہے۔ تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خلافتِ نبوت کے لیے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد سب سے افضل شخص کے انتخاب کی راہنمائی فرمائی اور

اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ منصب سونپا جانا پسند فرماتے تھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس منصب (خلافت بلافصل کے لیے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص کو قبول نہیں فرمایا، اور اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی کسی دوسرے صحابی کو قبول کرنے والے نہ تھے۔ وللہ الحمد

دوسری ایمان افروز حقیقت:

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقینی طور پر جانتے تھے کہ آپ کا خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جو مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون جانتا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند اللہ تعالیٰ مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر اس امر کا یقین رکھتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں منصبِ خلافتِ نبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کسی دوسرے شخص کا ارادہ ہی نہیں فرمائے گا تو دوسرا شخص خلیفہ بن کیسے سکتا ہے؟ اور جب اللہ تعالیٰ ہی دوسرے شخص کا ارادہ نہیں فرمائے گا تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسے قبول کیسے کر سکتے ہیں؟

اور اسی کا بیان اس حدیث شریف میں ہے:

ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ مقام ومرتبہ افضلیت مطلقہ ہی تو ہے جس میں دوسرا کوئی صحابی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہے چہ جائیکہ غیر صحابی۔ جس پر حضرات صحابہ کرام نے دیگر نصوص اور نماز میں امامت والی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے۔

تیسری ایمان افروز حقیقت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اقتدوا بِالَّذِیْنِ من بعدی ابی بکر عمر'' (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ بشمول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنے کا حکم فرمایا ہے جبکہ افضل کو مفضول کی اقتداء کا حکم دینا غیر موزوں ہے۔ اور جب حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا دوسرے تمام صحابہ کرام کے لیے مقتدا ہونا زبانِ نبوت سے ثابت ہے تو لامحالہ باقی تمام سے افضل بھی وہی ہیں۔ و للہ الحمد

ضروری تنبیہ:

مذکورہ معروضات سے یہ بھی واضح ہوا کہ خلافتِ نبوت میں تقدم اور اوّلیت وہ عظیم فضیلت ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی بھی دوسرے صحابی کو عطا کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہی نہیں تھا۔ اور نہ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے مشرف فرمائے جانے کو قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔ لیکن نہایت افسوس ہے صاحبِ زبدہ کی فہم پر کہ کہتے ہیں:

''پھر خلافت میں تقدم اہل سنت کے نزدیک متفقہ طور پر وجہِ فضیلت بھی نہیں ہے۔'' (زبدۃ التحقیق، ص201)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ: اہل سنت کا متفقہ یہ موقف ہونا تو درکنار کسی بھی سنی کا نظریہ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم، صاحبِ زبدہ کے نزدیک اہل سنت کی کیا تعریف ہے؟ کیا خلافتِ نبوت سے مشرف فرمائے جانے میں اوّلیت اور تقدم کو وجہِ فضیلت بھی تسلیم نہ کرنے والا سنی ہوتا ہے؟

مقام رابع:

’’عن قیس بن عباد قال: قال لی علی بن ابی طالب: ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ لم یقتل قتلا، و لم یمت فجأۃ مرض لیالی و ایاما یاتیہ بلال فیؤذنہ بالصلاۃ ویری مکانی، فیقول: ائت ابابکر فلیصل بالناس۔ فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فی امری فاذا الصلاۃ عظم الاسلام و قوام الدین فرضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لدیننا فبایعنا ابابکر۔،، (التمھید 173/6)

قیس بن عباد سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: بیشک تمہارے نبی، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل نہیں کیے گئے اور نہ ہی اچانک فوت ہوئے۔ چند راتیں اور چند دن آپ کی طبیعت ناساز رہی، آپ کی خدمت میں بلال حاضر ہوتے اور آپ سے نماز کے بارے میں عرض کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا مقام (جو آپ کی بارگاہ میں ہے اسے بھی) دیکھ رہے تھے (لیکن اس کے باوجود) پھر فرماتے۔ ’’ائت ابابکر فلیصل بالناس۔،،

’’ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ (اور انہیں میرا حکم سناؤ) کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں،،

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو میں نے اپنے معاملہ میں غور وفکر کیا تو اچانک (دل ودماغ میں یہ بات آئی کہ) نماز مُعظمِ اسلام اور قوام دین ہے (اور اس میں ہماری امامت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا ہے) تو ہم نے اپنی دنیا (اُمور سلطنت) کے لیے انہیں

پسند کرلیا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔،،

حدیث مذکور بغور ملاحظہ کرلیں اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت بلافصل کے لیے زیادتِ استحقاق کی علت بیان کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور دین میں ان کی امامت ہی کا حوالہ دیا ہے۔

مقام خامس:

''عن عبدالرحمن بن یزید قال: قال عبداللہ بن مسعود :اجعلوا امامکم خیرکم فان رسول اللہ ﷺ جعل امامنا خیرنا بعدہ۔،،

(التمہید شرح الموطا،6/176)

''حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنا امام اپنے سب سے اچھے اور افضل شخص کو بناؤ اس لیے کہ بے شک حضور رسول اللہ ﷺ نے ہمارا امام، اپنے بعد ہمارے سب سے اچھے اور افضل کو مقرر فرمایا۔،،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد افقہ الصحابۃ سمجھے جاتے ہیں وہ دوسروں کو بھی یہی ہدایت فرما رہے ہیں کہ اپنے افضل اور سب سے اچھے کو اپنا امام بناؤ۔

اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سب میں سے افضل کو ہمارا امام مقرر فرمایا۔

علامہ ابن عبدالبر اندلسی کی دینی بصیرت کا فیصلہ:

علامہ ابن عبدالبر اندلسی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

و معلوم ان من واسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ اخیرا لا یلحق فی الفضل بمن واساہ و نصرہ وصحبہ اولا ۔ قال اللہ عزوجل: لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا۔ (الحدید: 10)

و کان ابوبکر اول الناس عزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نصرہ وآمن بہ وصدقہ وصبر علی الاذی فیہ. فاستحق بذلك الفضل العظیم لان کل ما صنعہ غیرہ بعدہ قد شارکہ فیہ، وفاتهم وسبقهم بما تقدم الیہ، فلفضلہ ذالك استحق الامامة. اذ شانها ان تکون فی الفاضل ابدًا ما وجد الیہ السبیل۔ (التمہید شرح الموطا 6-175/176)

ترجمہ: ''اور (کتاب وسنت کی رو سے یہ امر) معلوم ہے کہ جس شخص نے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی ہمدردی اور مدد کی اور آپ کی صحبت سے شرف یاب ہوا، وہ فضیلت میں اس شخص کو نہیں مل سکتا جس نے پہلے آپ ﷺ کی ہمدردی اور مدد کی اور آپ کی صحبت کا شرف پایا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ الآیۃ۔ برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور قتال کیا وہ لوگ درجہ میں بہت عظیم ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی

تعظیم اور آپ کی مدد کی اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس (پر ایمان اور آپ کے مشن کی نصرت) میں اذیت اور تکلیف پر صبر کیا تو اس کے سبب عظیم فضیلت کے مستحق ہو گئے۔ اس لیے کہ بیشک ہر وہ عملِ خیر جو آپ کے غیر نے آپ کے بعد کیا ہے اس میں آپ اس شخص کے ساتھ ضرور شریک ہیں۔ اور جو آپ نے اعمالِ خیر پہلے کیے ہیں وہ ان سے فوت ہو گئے اور آپ نے اپنے اعمالِ متقدمہ کے ساتھ ان سے سبقت کی ہے (ان میں دوسرے لوگ آپ کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔)

تو اپنی اس عظیم فضیلت کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت اور خلافت بلا فصل کے مستحق ٹھہرے۔ اس لیے کہ شان امامت و خلافت یہ ہے کہ جب تک ممکن ہو ہمیشہ افضل ہی امام اور خلیفہ ہو۔،،

بفضلہٖ تعالیٰ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مبارک بحث کے آخر میں اپنی دینی بصیرت سے دونوں مسائل، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا اور اسی افضلیت کی وجہ سے خلافت بلا فصل کا زیادہ مستحق ہونا، بڑے لطیف انداز میں بیان کر دیئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و نصرت اور آپ پر ایمان و تصدیق اور آپ کی حمایت کی وجہ سے اذیت و تکلیف پر صبر کرنے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اوّلیت حاصل ہے۔ تو اسی وجہ سے (باقی تمام اُمت پر) آپ عظیم فضیلت کے مستحق ٹھہرے اور اسی عظیم فضیلت ہی کی وجہ سے آپ امامت کبری اور خلافت بلا فصل کے سب سے زیادہ مستحق تھے کیونکہ شانِ امامت و خلافت

یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو افضل ہی کو امام اور خلیفہ منتخب کیا جانا چاہیے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ زیر بحث افضلیت میں حسبی نسبی شرف کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اس افضلیت کے وہی اسباب ہیں جو انہوں نے بیان کر دیئے ہیں۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

بعض احادیث مبارکہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے نقل کی گئی ہیں صرف اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہ انہوں نے کتنے اہتمام سے افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیان کی ہے جبکہ صاحبِ زبدہ نے انہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا منکر قرار دیا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرات خلفائے راشدین کے مابین تفضیل میں امام شافعی کی تحقیق

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی اپنی اسانید کے ساتھ راوی ہیں:

(1) ”عن الربیع عن الشافعی انه قال: افضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم، ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضوان الله علیهم۔

(2) اخبرنا ابو عبدالله: (الی ان قال) سمعت محمد بن عبدالله بن عبدالحکم یقول: سمعت محمد بن ادریس الشافعی یقول:

افضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم۔

(3) اخبرنا الحسین (الی ان قال) حدثنا الربیع بن سلیمان قال: سمعت

الشافعي يقول مثل ذلك۔،،

(مناقب الشافعي 433/1) (الاعتقاد والهداية الی سبیل الرشاد, ص 522)

(1) ''حضرت ربیع بن سلیمان حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی ہیں کہ بیشک آپ نے فرمایا:

حضور اکرم رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں (صحابہ کرام) میں سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی ہیں رضوان اللہ علیہم۔

(2) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے بھی حضرت امام محمد بن ادریس شافعی قدس سرہ العزیز سے بعینہ اسی طرح ترتیب افضلیت روایت کی ہے۔

(3) امام بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ بھی بروایت ربیع بن سلیمان حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح ترتیب افضلیت بیان کی ہے۔

(4) واخبرنا ابو عبدالله الحسين بن محمد (الى ان قال) حدثنا الحسين بن علي، قال: سمعت الشافعي يقول: اضطر الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابي بكر فلم يجدوا تحت اديم السماء خيرا من ابي بكر, من اجل ذلك استعملوه على رقاب الناس۔،، (مناقب الشافعي 434/1)

''حضرت حسین بن علی قدس سرہ العزیز نے کہا: میں نے حضرت امام شافعی (رضی اللہ عنہ) کو یہ کہتے سنا: کہ لوگ (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف حاجت مند ہوئے تو انہوں نے ظاہر آسمان کے نیچے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہ پایا۔ اسی وجہ سے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین منتخب کرلیا۔،،

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرات صحابہ وتابعین کا اجماع ہے:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ سب حضرات کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اگر اختلاف ہے تو صرف حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے، ملاحظہ کریں:

حضرت امام بیہقی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"اخبرنا ابو عبدالرحمن السلمی (الی ان قال) سمعت اباثور یقول: سمعت الشافعی یقول : ما اختلف احد من الصحابة و التابعین فی تفضیل ابی بکر و عمر و تقدیمهما علی جمیع الصحابة و انما اختلف من اختلف منهم فی علی و عثمان :منهم من قدم علیا علی عثمان و منهم من قدم عثمان علی علی و نحن لانخطیء احدا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما فعلوا۔،،

(مناقب الشافعی 434/1)

"حضرت ابوثور قدس سرہ العزیز کہتے ہیں میں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:

حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تفضیل وتقدیم میں حضرات صحابہ وتابعین میں سے کسی

نے اختلاف نہیں کیا۔ ان حضرات میں سے جس نے اختلاف کیا ہے تو اس نے صرف حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات حضرت علی کی حضرت عثمان پر تقدیم کے قائل ہیں اور ان میں سے وہ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقدم اور افضل سمجھتے ہیں (وہ جمہور ہیں) اور ہم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کو مخطئ نہیں سمجھتے۔ نہ حضرت عثمان کی حضرت علی پر افضلیت کا قول کرنے میں اور نہ ہی حضرت علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کا موقف اختیار کرنے میں (رضی اللہ عنہما)۔

بیان فوائد:

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی عبارت منقولہ کسی وضاحت اور تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ جب کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی رہے ہیں اور شب و روز علمائے مدینہ منورہ سے ملاقات بھی ہوتی اور بالخصوص حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ تو مرجع علماء تھے اور عہد صحابہ کرام سے زمانہ کا قرب اور اکابر تابعین کے تلامذہ سے علوم حاصل کرنے کی سعادت اور اس مقدس زمانہ کے اکابر علماء اعلام کی مجالس میں حاضری اور ملاقاتیں یہ سب کچھ میسر آنے کے باوجود حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو اپنے اساتذہ اور دیگر علماء اعلام سے مسئلہ افضلیت کے بارے میں جو تحقیق ہوئی ہے۔ وہ انہوں نے بیان کر دی ہے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام کا اختلاف میرے علم میں نہیں ہے

بلکہ انہوں نے حتمی اور جزمی طور پر پورے وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

''ما اختلف احد من الصحابۃ والتابعین فی تفضیل ابی بکر وعمر و تقدیمھما علی جمیع الصحابۃ''۔

''کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تفضیل وتقدیم میں حضرات صحابہ وتابعین میں سے کسی نے اختلاف کیا ہی نہیں۔''

اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بجا فرمایا ہے کیونکہ تمام اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے جیسا کہ بنفس نفیس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے جو آپ کے ارشادات عالیہ میں گزر چکا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ مسئلہ کے اختلافی یا اتفاقی ہونے کا تعلق حضرات مجتہدین کی آراء کے ساتھ ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی غلط فہمی کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھ رکھا تھا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مساجد میں برسر منبر عظیم اجتماعات میں جب افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان فرمائی بلکہ اس کا قطعی ہونا بھی متعدد مرتبہ بیان کیا۔

تو جو صاحب غلط فہمی میں تھا اس کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا اور اس نے بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کرنا شروع کر دی جیسا کہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ اس لیے کہ یہ متصور نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو مساجد میں برسر منبر افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو قطعی قرار دیں اور کچھ صحابہ اس کے بعد بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غلطی پر سمجھیں بلکہ انہیں جھٹلائیں اور کہیں کہ بیشک تم افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا منبر پر بیان کرو لیکن ہم تو تمہیں کو افضل سمجھیں گے جیسا کہ تفضیلیہ

کرر ہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔لہٰذا جب حضرات صحابہ کرام میں ہی کوئی اختلاف باقی نہ رہاتو حضرات مجتہدین تابعین میں اختلاف کیسے ہوسکتا ہے؟

کون سنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے مسئلہ میں جھٹلانا جائز سمجھتا ہے جس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا موقف بھی وہی بتائیں؟اور جو اقوال تفضیلیہ پیش کرر ہے ہیں ان میں سے اکثر تو ثابت ہی نہیں ہیں اور جو ثابت ہیں ان میں افضلیت مطلقہ مرادنہیں ہے بلکہ فضیلت خاصہ مراد ہے اور بعض میں افضلیت مطلقہ مراد ہے لیکن مخصوص جماعت پر نہ کہ تمام امت پر جبکہ تفضیلیہ محض سینہ زوری سے قائل کی مراد کے خلاف پر محمول کرر ہے ہیں جو سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔

''وانما اختلف من اختلف منهم فی علی وعثمان''۔

اس عبارت میں ''انما'' کلمہ حصر کے ساتھ اس حقیقت کی تصریح کردی ہے کہ حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے جس کسی نے بھی حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں اختلاف کیا ہے وہ صرف حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔اور تاہم حضرت امام شافعی قدس سرہ العزیز کے اپنے موقف کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ افضل ہیں جو جمہور کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔جبکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اہل سنت میں اجماعی مسئلہ ہے۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

ضروری تنبیہ:

(1) صاحبِ زبدہ کی غلط بیانی پر جرأت اور دلیری پر حیرانی ہے کہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی ہاشمی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان تمام تر تصریحات کے باوجود ان پر تھوپ دیا ہے کہ وہ افضلیت علی کا عقیدہ رکھتے تھے۔ تو ایسی تحقیق پر لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ اور زبدۃ التحقیق میں یہی معیار تحقیق ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

(2) زبدہ پر ایک تقریظ میں دھاندلی کے زور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی عبارت منقولہ سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ انہوں نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع ہونا بیان کیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں اس مغالطہ کا ازالہ بھی کر دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے:

قرآن وحدیث میں بیان کردہ معیار افضلیت کے مطابق جب افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہی ثابت ہوتی ہے اور متعدد آیات مبارکہ اور احادیث متواترۃ المعنی سے بھی، جبکہ خبر متواتر لفظی ہو یا معنوی علم قطعی ضروری کا افادہ کرتی ہے یعنی اس کی قطعیت ثابت کرنے کے لیے نظر واستدلال کی بھی حاجت اور ضرورت نہیں ہوتی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس کے مطابق تمام اکابر ومجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے تو لامحالہ حضرات تابعین عظام کے نزدیک بھی قطعی ہے اور بالخصوص حضرت امام شافعی کے استاذ محترم حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی قطعیت پر تصریح موجود ہے۔

جبکہ دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا وہی عقیدہ ہے جو احادیث متواترۃ المعنی کا مفاد اور تمام اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وتابعین عظام اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں ترتیب افضلیت میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی تحقیق

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"حدثنا يحيى بن آدم، حدثنا مالك بن مغول عن حبيب بن ابى ثابت عن عبد خير عن على، وعن الشعبى عن ابى جحيفة عن على، وعن عون بن ابى جحيفة عن ابيه عن على، انه قال: خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر، وخيرها بعد ابى بكر عمر، ولو شئت سميت الثالث.

حدثنا سفيان بن عيينة عن ابن ابى خالد (ح) و ابو معاوية، حدثنا اسماعيل عن الشعبى عن ابى جحيفة سمعت عليا يقول: خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر و عمر ولو شئت لحدثتكم بالثالث۔"

(مسند امام احمد بن حنبل 224/2) اسانيدها صحاح

"حدثنا سفيان بن عيينة عن ابى اسحاق عن عبد خير عن على: خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر و عمر۔" (مسند امام احمد بن حنبل 249/2)

متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد امت میں سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں چاہوں تو تیسرے نمبر پر افضل کا نام بھی بتادوں۔

اور آخری حدیث میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اس امت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ احادیث مبارکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تصریحات اور نصوص ہیں اور حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے ''فضائل الصحابۃ'' میں بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات روایت کیے ہیں۔

اگرچہ ان ارشادات مرتضویہ میں تیسرے نمبر پر افضل صحابی کے نام کی صراحت نہیں کی گئی بلکہ صرف اتنا ہی فرمایا ہے: لو شئت سمیت الثالث۔

اگر میں چاہوں تو تیسرے نمبر پر افضل کا نام بھی بتادوں۔ وغیرھا من الکلمات۔ جبکہ ''زوائدِ فضائل الصحابۃ'' میں ایک حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت بھی موجود ہے۔ ملاحظہ کریں:

''عن عمرو بن حریث قال: سمعت علیا یقول: خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر و عثمان۔'' (فضائل الصحابۃ 502/1)

''حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر وعمر وعثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔''

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

راویان کی توثیق کا بیان احادیث مرتضویہ کے تحت گزر چکا ہے۔

حضرت امام احمد کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے:

یہ حقیقت ہر صاحب عقل وخرد پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی تصانیف جلیلہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جونظریہ اور عقیدہ روایت کیا ہے وہی عقیدہ حضرت امام احمدؒ کا ہے کیونکہ کوئی سنی بقائمی ہوش وحواس یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت امام احمد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانا جائز سمجھتے ہوں۔نعوذ باللہ من ذلك۔

بالخصوص جبکہ یہ عقیدہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور متعدد ارشادات مرتضویہ میں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا بیان کیا گیا ہے اور تمام اکابر ومجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا موقف بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہی بیان فرمایا ہے۔اور احادیث مرفوعہ متواترۃ المعنی جو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ثابت کرتی ہیں وہ بھی یقیناً حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھیں،اور بلاشبہ آپ ان کی حقانیت بھی یقینی جانتے تھے۔

والحمدللہ رب العالمین۔

امام احمد کی تحقیق: عہد نبوی میں
حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا بیان

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"ثنا بشر بن شعیب بن ابی حمزہ ابو القاسم ،قال: حدثنی ابی عن الزھری قال: اخبرنی سالم بن عبداللہ ان عبداللہ بن عمر قال: انا کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی، افضل امۃ رسول اللہ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان -" (حدیث نمبر 56، فضائل الصحابۃ 1/107-108) اسنادہ صحیح

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

بیشک ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیوی حیات طیبہ کے ساتھ جلوہ افروز تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم -"

حضرت امام ابو عبدالرحمن عبداللہ بن امام اہل السنۃ احمد بن محمد بن حنبل (رضی اللہ عنہما) نے سند صحیح کے ساتھ اسی حدیث کی روایت عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آخر میں یہ بھی روایت کیا ہے:

"ویبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلاینکرہ علینا -"

(کتاب السنۃ 2/576-577)

"ہم صحابہ کرام کا حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت بیان کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا پس آپ ہم پر انکار نہ فرماتے -"

یعنی ان حضرات کی افضلیت کا بیان حدیث مرفوع تقریری صحیح سے ثابت ہے اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان تینوں حضرات کی بالترتیب افضلیت کے بیان کی تردید نہیں فرمائی بلکہ اس کی تصدیق وتصویب فرمائی ہے۔

حضرت امام احمد کے نزدیک افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قطعی ہے اور اس کے منکر کی سزا، مفتری کی حد ہے:

حضرت امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما قمطراز ہیں:

''حدثنی ابی ناھشیم نا حصین عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال: خطب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال: الا ان خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر فمن قال سوی ھذا بعد مقامی ھذا فھو مفتر وعلیہ ما علی المفتری۔،، (کتاب السنة 579/2)۔اسنادہ صحیح

نوٹ: کسی بھی شخص کا اس حدیث کی سند میں انقطاع کا قول کرنا غلط ہے کیونکہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔

''حضرت امام ابوعبدالرحمن عبداللہ نے اپنے والد کریم حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: خبردار بیشک تمام لوگوں (صحابہ کرام) میں سے افضل، رسول اللہ ﷺ کے بعد (حضرت) ابوبکر ہیں رضی اللہ عنہ تو میرے اس مقام (پر اس حقیقت کی وضاحت کر دینے) کے بعد جس شخص نے اس کے سوا قول کیا (کسی دوسرے صحابی کو خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ کہا) تو وہ مفتری ہے اور اس کی

وہی سزا ہے جو مفتری کی ہے۔،،

اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت فاروق اعظم اور ان کے مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو عقیدہ روایت کیا ہے وہی امام احمد قدس سرہ العزیز کا ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ''الا ان خیر الناس ،الحدیث '' کے ساتھ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قطعی ہونا برسر منبر بیان فرمایا ہے۔اور پھر اس کے منکر کے لیے مفتری کی حد کی صورت میں سزا کا اعلان فرمایا ہے یہ اس کے قطعی ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ وللہ الحمد

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام کے مقتدا ہیں:

حضرت عبداللہ بن امام احمد رضی اللہ عنہما رقمطراز ہیں:

''حدثنی ابی (الی ان قال) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر و عمر۔،،(کتاب السنۃ 579/2) اسنادہ صحیح

''حضرت امام احمد نے (سند صحیح کے ساتھ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اقتداء اور پیروی کروان دو حضرات کی جو میرے بعد (یکے بعد دیگرے میرے خلفاء) ہونگے (وہ دو حضرات) ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔،،

جب حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس خود حضرت امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے تو یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت امام احمد کا عقیدہ

اور نظریہ بھی وہی ہے جو فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت امام احمد کی روایت سے ارشادات مرتضویہ کی مزید ایک جھلک:

حضرت امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

حدثنی ابی (الی ان قال) عن ابن الحنفیۃ قال: قلت لابی: من خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: ابوبکر قلت: ثم من؟ قال: عمر الحدیث۔ (حدیث 1362 کتاب السنۃ 578/2) اسنادہ صحیح

حدثنی ابی (الی ان قال) عن محمد بن الحنفیۃ قال: قلت لعلی بن ابی طالب: یاابت ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابوبکر، قلت ثم من؟ قال عمر، الحدیث۔

حدیث 1363 کتاب السنۃ 578/2، اسنادہ صحیح

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے باپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے میرے باپ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے افضل کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے کہا: پھر ان کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، الحدیث۔

ضروری تنبیہ: حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے ارشادات مرتضویہ مذکورہ اسانید صحیحہ

سے روایت کیے ہیں۔اب صاحبِ زبدہ کی جرأت دیکھئے وہ لکھتے ہیں:

اسی مضمون کی چند احادیث ہیں جو محمد بن حنفیہ وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوئیں۔(زبدہ،ص 107)

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

صرف امام احمد رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ دیگر ائمہ اعلام نے بھی یہ احادیث اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہیں جنہیں صاحب زبدہ نے بے اصل اور افتراء و بہتان قرار دیا ہے۔لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حدثنی ابی (الی ان قال) سمعت ابا جحیفة قال: سمعت علیا رضی اللہ عنہ قال: الا اخبرکم بخیر ھذہ الامة بعد نبیھا صلی اللہ علیه وسلم ؟قالوا :بلی فقال: ابوبکر ثم قال: الا اخبرکم بخیر ھذہ الامة بعد ابی بکر ؟قالوا: بلی. قال:عمر ثم قال: الا انبئکم بخیر ھذہ الامة بعد عمر ؟فقالوا بلی،فسکت۔

حدیث 1378 کتاب السنة 2/583-584۔اسنادہ صحیح۔

ان احادیث کا ترجمہ احادیث مرتضویہ میں گزر چکا ہے۔

ارشادات مرتضویہ بروایت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا سلسلہ خاصہ طویل ہے فقیر اسی پر اکتفاء کرتا ہے اس لیے کہ طالب ہدایت کے لیے یہی کافی ہے۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان تفضیل کے مسئلہ میں امام احمد رضی اللہ عنہ کا موقف اور نظریہ:

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت امام ابوعبدالرحمن عبداللہ قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

”سمعت ابی رحمہ اللہ یقول: السنۃ فی التفضیل الذی نذھب الیہ ما روی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ نقول: ابوبکر ثم عمر ثم عثمان۔ و اما الخلافۃ فنذھب الی حدیث سفینۃ فنقول: ابوبکر و عمر و عثمان و علی فی الخلفاء فنستعمل الحدیثین جمیعا و لا نعیب من ربع بعلی لقرابتہ و صھرہ و اسلامہ القدیم و عدلہ۔“ (کتاب السنۃ 590/2)

ترجمہ: میں نے اپنے باپ (حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ) کو یہ کہتے سنا: کہ (حضرات صحابہ کرام کے مابین) تفضیل میں سنت وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہی ہمارا موقف اور مذہب ہے ہم کہتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔

لیکن خلافت کے مسئلہ میں ہمارا موقف حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق ہے۔ خلفاء کے بارے میں ہم کہتے ہیں: حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔ پس ہم دونوں حدیثوں (تفضیل میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اور خلافت میں حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ) پر عمل کرتے ہیں۔ اور ہم اس شخص کو عیب نہیں لگاتے جو افضلیت میں چوتھے نمبر پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شمار کرتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قرابت اور شرفِ دامادی اور ان کے قدیم اسلام اور ان کے عدل کی وجہ سے۔“

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب ثم

عثمان بن عفان نقدم هؤلاء الثلاثة كما قدمهم اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (مناقب الامام احمد بن حنبل، ص217-216)

(للحافظ عبد الرحمن بن علی الجوزی متوفی 597ھ)

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم ان تینوں حضرات کو مقدم اور افضل سمجھتے ہیں جیسا کہ انہیں اصحاب رسول اللہ ﷺ نے مقدم اور افضل قرار دیا ہے۔''

حافظ ابن جوزی رقمطراز ہیں:

''اخبرنا عبد الملك بن ابی القاسم (الی ان قال) حدثنا عمرو بن عثمان الحمصی (الی ان قال) فقلت: یا ابا عبد اللہ ما تقول فی علی وعثمان؟ فقال عثمان ثم علی۔ ثم قال: یا ابا حفص، من فضل علیا علی عثمان فقد ازری باصحاب الشوری۔ (الی ان قال) حدثنا محمد بن عوف قال: سألت احمد بن حنبل۔ ما تقول فی التفضیل؟ فقال من فضل علیا علی ابی بکر فقد طعن علی رسول اللہ، و من قدم علیا علی عمر فقد طعن علی رسول اللہ و علی ابی بکر و من قدم علیا علی عثمان فقد طعن علی رسول اللہ و ابی بکر و عمر و علی المهاجرین۔''

(مناقب الامام احمد بن حنبل، ص218)

''عمرو بن عثمان الحمصی نے کہا: میں حضرت امام احمد کے پاس آیا تو میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ: حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ (یعنی ان دونوں حضرات میں سے افضل کون ہیں؟) تو آپ نے فرمایا: حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا: اے ابو حفص! جس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تو اس نے اصحابِ شوریٰ کو عیب لگایا ہے (تا)

محمد بن عوف نے کہا: میں نے حضرت امام احمد بن حنبل سے سوال کیا: حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین تفضیل کے مسئلہ میں آپ کا موقف کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضرور طعن کیا۔ اور جس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مقدم اور افضل قرار دیا، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ضرور طعن کیا۔ اور جس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر اور حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم پر ضرور طعن کیا۔،،

یہ ہیں مسئلہ افضلیت کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نظریہ اور عقیدہ پر ان کی اپنی نصوص و تصریحات۔ لیکن ان حقائق واقعیہ کے باوجود شاہ عبد القادر اور قاری ظہور احمد فیضی صاحبان نے امام احمد قدس سرہ العزیز پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من سوء الاعتقاد بالاسلاف الکرام۔

جو ذات اقدس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ پر افضلیت مطلقہ تسلیم کرنے کے لیے بھی کسی قیمت پر تیار نہیں ہے جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر اجماع امت

ہے، تو وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر افضلیت مطلقہ کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں؟

اور افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائلین کے لیے سوائے دھاندلی اور غلط بیانی اور علمی خیانتوں کے کوئی راستہ ہی نہیں ہے اس لیے اسلاف کرام پر افتراء اور بہتان باندھے جا رہے ہیں اور بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کی بات "اتنی غلط بیانی کرو کہ لوگ سچ سمجھیں"، پر عمل کر رہے ہیں اور یہ نہیں سوچ رہے کہ غلط بیانی اور علمی خیانت کا انجام سوائے رسوائی کے کچھ نہیں ہے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کا موقف مذکورہ تصریحات میں آچکا ہے کہ مسئلہ تفضیل میں ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے افضل جانتے ہیں۔ اور مسئلہ خلافت میں ہم حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

(عن سفینۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ، الحدیث۔)

لہٰذا جب ہم خلفائے راشدین مہدیین کا شمار کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔

اور امام احمد نے یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ افضلیت کے بیان میں اگر کوئی شخص حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی وجہ سے چوتھے نمبر پر ان کا ذکر کرتا ہے تو یہ بھی درست ہے (کیونکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سے افضل ہیں) اور پھر آپ نے اس کو صحیح جید قرار دے کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا جیسا کہ ''المسائل والرسائل المرویة عن الامام احمد بن حنبل فی العقیدة الجزء الاول، ص 394،، پر ہے۔

''من قال: ابوبکر و عمر و عثمان فقد اصاب وھو الذی العمل علیه و من قال: ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم فصحیح جید لاباس به۔،،

''یعنی جس شخص نے افضلیت کے بیان میں کہا: حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل ہیں (اور ان حضرات کے ذکر کے بعد خاموشی اختیار کی) تو وہ ضرور مصیب ہوا اور اسی پر عمل ہے اور جس شخص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی چوتھے نمبر کیا اور حضرات خلفاء اربعہ کی افضلیت بترتیب خلافت بیان کی تو یہ (بھی) صحیح اور عمدہ ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔،،

ازالۂ شبہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں افضلیت علی کا عقیدہ جوڑا گیا ہے تو اس کی دلیل کے طور پر ایک یہ قول: '' ان الخلافة لم تزین علیا بل علی زینها۔،، ''بیشک خلافت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مزین نہیں کیا بلکہ انہوں نے خلافت کو زینت بخشی ہے، پیش کیا گیا ہے۔،،

جواباً گزارش یہ ہے کہ اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی تمام تصریحات سے رجوع کر لیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل الامت قرار دیدیا ہے یا بحیثیت خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل الخلفاء قرار دیا ہے؟

کیا مقاصدِ خلافتِ نبوت کی تکمیل حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے برابر بھی

کسی سے ہو سکی؟ جب شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے برابری کا دعویٰ بھی کوئی نہیں کر سکتا تو امام اہل سنت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اتنی بڑی غلط بیانی کیسے کر سکتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی افضل قرار دیدیں؟ لہٰذا عبارت منقولہ سے افضلیت کا مفہوم نکالنا حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ پر افتراء اور بہتان ہے۔

دوسرا یہ قول: ''قال یا بنی! علی بن ابی طالب من اھل بیت لا یقاس بھم احد،، پیش کیا گیا ہے۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ تفضیلیہ اگر دھاندلی اور دھوکا دہی چھوڑ دیتے تو اس قول کو پیش کرنے کی جرأت ہی نہ کرتے۔ تفضیلیہ نے عبارت کا صرف ایک ٹکڑا پیش کیا ہے اگر مکمل عبارت نقل کر دی جاتی تو اس قول کی حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی۔

مکمل عبارت ملاحظہ کریں:

حافظ عبدالرحمن بن علی الجوزی متوفی 597ھ رقمطراز ہیں:

''اخبرنا محمد بن ابی منصور (الی ان قال) سمعت عبداللہ بن احمد بن حنبل یقول: حدث ابی بحدیث سفینة فقلت: یاابة ماتقول فی التفضیل؟ قال: فی الخلافة ابوبکر و عمر و عثمان، فقلت: فعلی بن ابی طالب؟ قال: یا بنی! علی بن ابی طالب من اھل بیت لا یقاس بھم احد۔،،

(مناقب الامام احمد بن حنبل، ص 219)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے اس قول میں ایسی بے ربطی اور خلط مبحث ہے جس سے واضح ہے کہ اس قول کے بیان کرنے میں کسی راوی سے سنگین غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے عقیدہ اور موقف کے بیان میں اس قول کا حوالہ دینا ہی سراسر غلط اور باطل

ہے۔ اس قول کی حقیقی صورتحال جاننے کے لیے ضروری ہے کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی تصریحات مذکورہ ملحوظ رکھی جائیں۔ اور ان کے ساتھ درج ذیل معروضات بھی ملاحظہ کریں: وباللہ التوفیق

''حضرت امام عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میرے باپ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کی (جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تیس سال تک خلافتِ نبوت بیان کی گئی ہے) اور خلافت کے بارے میں حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز کا موقف آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ خلفائے راشدین مہدیین حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کو انھوں نے قول سوء اور ردی قرار دیا ہے اور تفضیل کے بارے میں امام احمد رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رُکا جائے لیکن اگر کوئی شخص چوتھے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی کرتا ہے تو یہ قول بھی صحیح جید ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب ذرا اس قول کو بھی دیکھیں۔

حضرت عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیں میں نے کہا اے میرے باپ! تفضیل کے بارے میں آپ کا قول اور نظریہ کیا ہے؟ یاابۃ ما تقول فی التفضیل؟

یہ عبارت اتنی واضح ہے کہ عربی زبان کا طالب علم بھی بخوبی سمجھ رہا ہے کہ اس میں تفضیل کے بارے میں سوال ہے نہ کہ خلافت کے بارے میں۔

اب اس کا جواب دیکھئے: قال فی الخلافۃ ابوبکر وعمر وعثمان۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خلافت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے:

نمبر 1: کیا یہ متصور ہو سکتا ہے کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے سوال تو کیا جائے افضلیت کے بارے میں اور وہ جواب دیں خلافت کے بارے میں؟

جب اس سوال و جواب میں مطابقت ہی نہیں ہے تو اسے سوال مذکور کا جواب قرار دینا ہی غلط ہے۔

نمبر 2: اگر سوال خلافت کے بارے میں ہی ہوتا تو پھر بھی یہ جواب غلط ہے کیونکہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ خلافت کے مسئلہ میں ہمارا عقیدہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہے یعنی تیس سال تک خلافتِ نبوت ہے اور چاروں حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خلفاء راشدین مہدیین ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہوئے صرف حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا ذکر کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہی نہ کریں؟

نمبر 3: اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ "قال: فی الخلافۃ" سے مراد "قال: فی التفضیل فی الخلافۃ" ہے یعنی خلافت میں تفضیل کے بیان میں، تو جواباً گزارش یہ ہے کہ عبارت اس کی موافقت نہیں کرتی اور تفضیلیہ بھی اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل تسلیم کریں کیونکہ وہ تو خلافت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں اگرچہ یہ کوشش بے سود ہے

نیز اس تقدیر پر نفس جواب میں ہی تضاد بیانی لازم آتی ہے کیونکہ اگر مراد یہ ہے کہ خلافت میں حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم افضل ہیں تو پھر اس کے بعد حضرت

عبداللہ بن امام احمد رحمہا اللہ تعالیٰ کا کہنا: فقلت :فعلی بن ابی طالب؟ تو میں نے کہا: پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟

توامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یابنی !علی بن ابی طالب من اہل بیت لا یقاس بہم احد۔"

اے میرے بیٹے! علی ابن ابی طالب اہل بیت سے ہیں اہل بیت کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت میں حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم سے بھی افضل ہیں حالانکہ یہ کھلا تضاد ہے۔اور حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ وہ ایک ہی سوال کے ایک ہی جواب میں تضاد بیانی میں مبتلا ہو جائیں۔

نمبر 4: اگر خلافت میں افضلیت کا بیان کرنا مقصود ہے پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت سے ہونے کا یعنی خاندانی شرافت کا حوالہ دینا بے محل ہے اس لیے کہ اہل بیت سے ہونے کے شرف سے خلافت میں بھی افضل ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟ خلافتِ نبوت میں افضل تو وہی شمار ہوگا جو خلافت کبریٰ کے مقاصد کی تکمیل میں فائق ہوگا اسی لیے تو بہت سارے تفضیلیہ کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ مقاصدِ خلافت کی تکمیل میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما افضل اور مقدم ہیں۔گو ساتھ ہی دھاندلی بھی کر لی کہ صرف خلافت میں افضلیت تسلیم کی اور روحانی مرتبہ ومقام یعنی ولایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو افضل قرار دیدیا۔

نمبر 5: اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ:"یابنی ،علی بن ابی طالب من اہل بیت لا یقاس بہم احد"، سے افضلیت مطلقہ بیان کرنا مقصود ہے۔

توجواباً گزارش یہ ہے کہ پھر اس قول کی تردید کے لیے کسی دوسرے شخص کو تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہی اس کی تردید کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ اس قول سے صرف افضلیت علی ہی لازم نہیں آتی بلکہ تمام اہل بیت کی غیر اہل بیت تمام صحابہ کرام پر افضلیت بھی لازم آتی ہے جبکہ یہ دونوں باتیں حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک باطل اور مردود ہیں کیونکہ یہ قطعیاتِ اسلام کے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت بھی قطعی ہے اور مطلقاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقی تمام امت پر افضلیت بھی قطعیاتِ اسلام سے ہے۔"

افضلیت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریحات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اور افضلیتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز کا موقف اور نظریہ یہ ہے کہ سب سے ادنیٰ صحابی باقی تمام امت سے افضل ہے۔ جب حضرت امام احمد کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر افضلیت کا نظریہ اور عقیدہ بھی باطل ومردود ہے اور کسی بھی غیر صحابی کی ادنیٰ صحابی پر افضلیت کا نظریہ بھی باطل ومردود ہے، تو ان حقائق واقعیہ کی موجودگی میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ امام احمد رضی اللہ عنہ افضلیت مطلقہ کے بیان میں فرمائیں "علی بن ابی طالب من اهل بیت لا یقاس بهم احد"

ہاں البتہ اگر خاندانی شرف کا بیان کرنا مقصود ہو تو یہ قول حق ہے لیکن اس مقام پر اس شرف کے بیان کا کوئی محل نہیں ہے۔ لہٰذا اس قول کو پیش کر کے حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کو افضلیت علی کا عقیدہ رکھنے کا انعام دینا کسی سنی سے متصور نہیں ہو سکتا یہ صرف تفضیلیہ کی دھاندلی اور غلط بیانی ہے۔

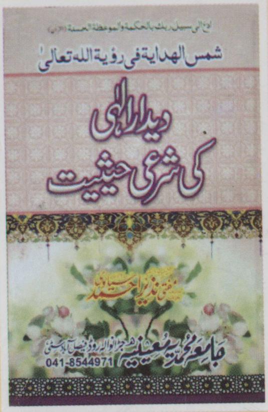
اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

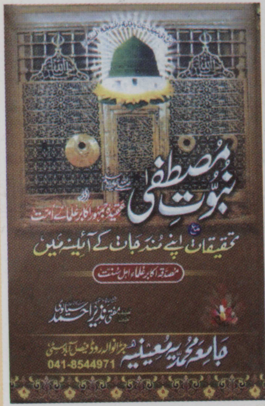
بحمد اللہ تعالیٰ اب تک کے مندرجاتِ کتاب سے روز روشن کیطرح واضح ہوا کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قرآنِ عظیم کی متعدد آیاتِ مبارکہ اور احادیث نبویہ متواترۃ المعنیٰ سے ثابت ہے اور اس پر اجماعِ اہلسنت ایک حقیقت واقعیہ ہے۔

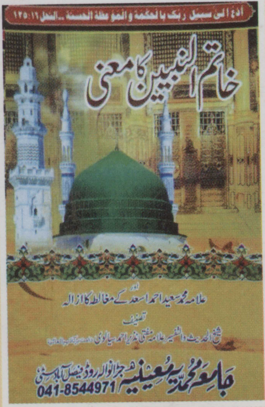
البتہ شاہ عبدالقادر صاحب نے زبدۃ التحقیق نامی کتاب میں مسئلۂ افضلیت کے بیان میں ایسی غلط بیانی کی ہے کہ چشمِ فلک نے اس سے قبل نہ دیکھی ہوگی حتی کہ حضرات صحابہ کرام وائمہ اربعہ ودیگر بے شمار اسلاف کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم پر افتراء اور بہتان عظیم باندھا کہ وہ افضلیتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے تھے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

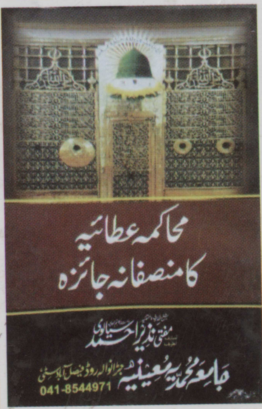
والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین

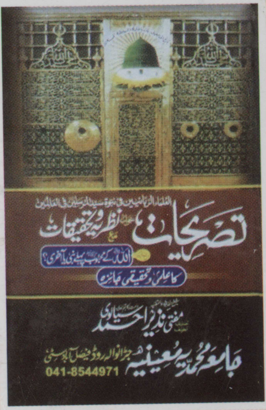












اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم